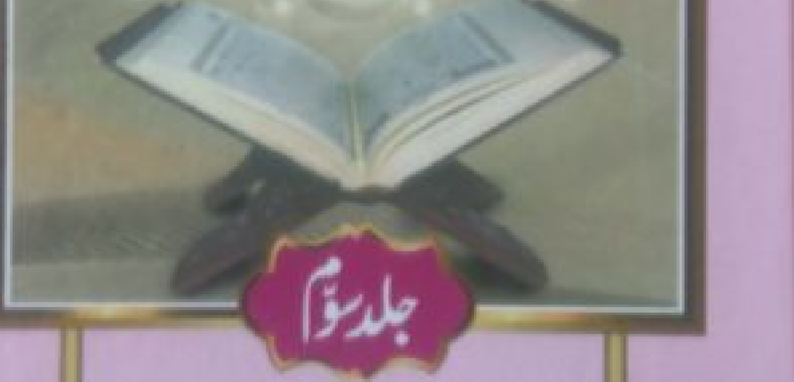
لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ

قرآن میں آئے ہوئے خواتین کے واقعات

مع

عبر ونصائح



جلد سوم

مفتی محمود بن مولانا سلیمان حافظجی بارڈولی

مدرس: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل گجرات

ناشر نورانی مکاتب

www.nooranimakatib.com

لَقَدۡ كَانَ فِيۡ قَصَصِهِمۡ عِبۡرَةٌ لِّاُولِى الۡاَلۡبَابِ

قرآن میں آئے ہوئے

خواتین کے واقعات

مع

عبر ونصائح

جلد سوم

مفتی محمود بن مولانا سلیمان حافظ جی بارڈولی

مدرس: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، گجرات

ناشر

نورانی مکاتب

تفصیلات

نام کتاب: ....قرآن میں آئے ہوئے خواتین کے واقعات (سوم)

مرتب: ....مفتی محمود صاحب بارڈولی دامت برکاتہم

ناشر: ....نورانی مکاتب(www.nooranimakatib.com)

صفحات: 400

طبعِ اول.............................. ......ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ م جنوری ۲۰۱۹ء

ملنے کے پتے

مولانا یوسف صاحب بھانا، محمود نگر، ڈابھیل۔9558174772

Email id: yusuf_bhana@hotmail.com

ادارۃ الصدیق ڈابھیل، گجرات۔99133,19190 \ 99048,86188

جامعہ دارالاحسان، بارڈولی، سورت، گجرات

جامعہ دارالاحسان، نواپور، نندوربار، مہاراشٹر

اجمالی فہرست

تفصیلی فہرست

مکہ مکرمہ کی ایک سوت کاتنے والی بے وقوف عورت کا واقعہ

مکہ مکرمہ کی کمزور مؤمن عورتوں کا واقعہ

ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا واقعہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی اور منافقین کا الزام (قسط اول)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کا پاکیزہ واقعہ

حضور ﷺ کی گھریلو زندگی کا ایک عجیب واقعہ:

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور عائشہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کا ظہار کا واقعہ (حصہ:۱)

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کا ظہار کا واقعہ (حصہ: ۲)

عورتوں کے زیب وزینت (بناؤسنگار) کے مسائل

ابولہب اور اس
کی بیوی
ام جمیل کا واقعہ

مختصر تعارف

نام: اروی تھا۔

لقب: ''العوراء'' تھا

حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت ترین مخالف تھی۔

اس کی ایک خاص عادت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشرکین کے پاس چغلی کرنا تھا۔

دوسری بری عادت یہ تھی کہ: وہ لوگوں کے درمیان دشمنی کرواتی تھی۔

کانٹے ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے پر ڈال دیتی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فقیر اور نادار ہونے کی عار دلاتی تھی۔

مال دار ہونے کے باوجود بخل کا حال یہ تھا کہ: گھر چلانے کے لیے جنگل سے لکڑیاں اٹھا کر لاتی تھی؛ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو عار اور شرم دلانے کے لیے کہا کہ ''حمّالة الحطب''؛ یعنی لکڑیاں اٹھانے والی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی،اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝١ مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝٢
سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝٣ وَّامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝٤ فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ
مَّسَدٍ ۝٥

ترجمہ:ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ ہلاک ہو چکا ہے ﴿۱﴾ اس کا مال اور اس کی کمائی اس کے کچھ کام نہیں آئی ﴿۲﴾ وہ عنقریب (مرتے ہی) ایک بھڑکتے شعلوں والی آگ میں داخل ہوگا ﴿۳﴾ اور اس کی بیوی بھی جو سر پر جلانے کی لکڑی اٹھا کر لاتی ہے ﴿۴﴾ اس کی گردن میں خوب مضبوط بٹی ہوئی (چبھنے والی) رسی ہوگی ﴿۵﴾

(یعنی آخرت میں جہنم کے طوق وسلاسل اس کی گردن میں پڑے ہوں گے اور دنیا میں بھی اسی طرح ایک رسی گلے میں پھنس گئی جو موت کا سبب بنی۔''گردن'' عورت کے لیے محلِ حسن ہے، جہاں خوب صورت ہار پہن کر زینت کی نمائش کرتی ہے، اس عورت امِ جمیل کے لیے محلِ زینت محلِ عذاب ہے)

بُرا جوڑا

آج کی اس مجلس میں قرآن میں ایک ایسے جوڑے کا قصہ ہے جو دونوں میاں بیوی حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے بڑے کٹّر دشمن تھے اور بڑی خطرناک انھوں نے حضور ﷺ کے ساتھ دشمنی کی؛ یعنی ابولہب اور اس کی بیوی کا قصہ وہ آپ کو سناتا ہوں۔

چچا، چچی خود خطرناک دشمن

یہ ابولہب حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا چچا ہوتا تھا اور اس کی بیوی یعنی امِ جمیل حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی چچی ہوتی تھی، یہ دونوں میاں بیوی حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے بڑے خطرناک اور پکّے دشمن تھے، جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی محبت میں، حضور ﷺ کو سچا ماننے میں سب سے پہلے نمبر پر تھے، اسی طرح یہ ابولہب اور اس کی بیوی حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو جھٹلانے میں، حضور ﷺ کی مزاق اڑانے میں اور آپ ﷺ کو تکلیف دینے میں سب سے پہلے نمبر پر تھے۔

ابولہب کا معنی اور وجہ تسمیہ

دنیوی اعتبار سے ابولہب بڑا خوش نصیب تھا، اللہ نے اس کو بہت خوب صورت بنایا تھا، اتنا خوب صورت تھا کہ کوئی جب زیادہ سفید (Extra White) ہوتا ہے تو اس میں لال رنگ آتا ہے تو اس آدمی کا چہرہ لال رنگ کا تھا اور لال رنگ کی آگ کو عربی میں ''لہب'' کہتے ہیں، اس پر سے اس کا یہ نام ''ابو لہب'' یعنی ''آگ کا باپ (Father of the fire)'' مشہور ہوا۔

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ اس کے پاس سونا بہت تھا، پورا کمرہ بھر کے اس کے پاس سونا تھا اور جس روم میں سونا ہوتا ہے وہ پیلا پیلا دکھتا ہے اور پیلا رنگ آگ کا بھی ہوتا ہے، اس پر سے اس کا نام ابولہب مشہور ہو گیا تھا؛ یعنی آگ کے رنگ جیسا گولڈ، پیلا سونا اس کے پاس بہت زیادہ تھا۔

ابولہب بڑا خوش نصیب تھا

اس آدمی کی خوش نصیبی دیکھو کہ پورے عرب کے سب سے اچھے خاندان قریش۔جن کے نام پر قرآن میں سورت ہے''لایلٰف قریش''۔اس خاندان کا یہ ممبر تھا۔

دوسری خوش نصیبی یہ کہ نبیٔ کریم ﷺ کے دادا عبدالمطلب کا خاندان جو سب سے زیادہ عزت والا تھا تو یہ ابولہب اسی عبدالمطلب کا بیٹا تھا۔

تیسری خوش نصیبی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بہت خوب صورت بنایا تھا۔

چوتھی خوش نصیبی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بہت مال دار بنایا تھا۔

پانچوی خوش نصیبی یہ کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا چچا ہوتا تھا۔

اتنی ساری خوش نصیبی اس کے اندر تھی،اللہ نے اس کو اولاد بھی عطا فرمائی تھی۔

ابولہب کے بارے میں ایک عجیب قصہ

ابولہب کے بارے میں ایک عجیب قصہ بھی آپ کو سناؤں:

آپ جانتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ کے ابا کا پہلے انتقال ہو گیا تھا،ابولہب کی ایک باندی تھی جس کا نام ثویبہ تھا،اس نے خود نبیٔ کریم ﷺ کو بچپن میں دودھ پلایا تھا۔

آپ ﷺ کو دودھ پلانے والی خوش نصیب عورتیں

سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ:کل آٹھ عورتوں نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا:

① آپ کی والدہ آمنہ ② ثویبہ ③ خولہ بنت منذر ④ سعدیہ (حلیمہ نہیں)

⑤ ⑥ ⑦ تینوں کا نام عاتکہ لکھا ہے ⑧ حلیمہ سعدیہ (سیرت احمد مجتبیٰ:۱/ ۶۳)

پہلے سات دن حضور ﷺ کو آپ کی والدہ حضرت آمنہ نے دودھ پلایا اور پھر سات دن کے بعد ثویبہ نے نبیٔ کریم ﷺ کو آٹھ دن دودھ پلایا اور قدرتی بات دیکھو! نبیٔ کریم ﷺ کے دوسرے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بھی ثویبہ نے دودھ پلایا تھا تو حضور ﷺ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ چچا بھتیجے بھی ہوتے ہیں اور دونوں آپس میں دودھ بھائی بھی ہوتے ہیں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا قصہ اور سارے غزوات آج کل ظہر کے بعد مسجد میں چل رہے ہیں، آپ اس کی پوری سی ڈی بعد میں ضرور سن لینا، اس میں بڑے اہم سیرتِ مبارکہ کے واقعات ہیں۔

آپ ﷺ کی پیدائش کی خوشی میں باندی کو آزاد کر دیا

سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب نبیٔ کریم ﷺ پیدا ہوئے تو یہی ثویبہ باندی نے ابولہب کو جا کر خوش خبری دی کہ تمھارے مرحوم بھائی عبداللہ کے گھر لڑکا پیدا ہوا تو یہ ابولہب بہت خوش ہوا، اتنا خوش ہوا کہ یہ باندی جو خوش خبری سنانے گئی تھی اس کو اس نے اشارہ کر کے کہا کہ: جا! تجھے میں نے آزاد کر دیا۔

آپ ﷺ کی پیدائش کی خوشی میں باندی آزاد کرنے کا انعام

جب ابولہب مر گیا تو ایک سال بعد اس کے بھائی یعنی نبیٔ کریم ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ابولہب کو ایک دن خواب میں دیکھا کہ ابولہب بہت تکلیف میں تھا، بہت پریشان تھا، کہنے لگا کہ: تمھارے بعد یعنی مرنے کے بعد میں نے کوئی راحت نہیں دیکھی، بس! اتنا ہے کہ پیر کے دن عذاب تھوڑا ہلکا ہو جاتا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ پیر کے دن نبیٔ کریم ﷺ پیدا ہوئے تھے اور ابولہب نے اس خوشی میں اپنی باندی کو آزاد کیا تھا؛ اس لیے پیر کے دن عذاب تھوڑا ہلکا ہوجاتا ہے۔

بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ ابولہب نے کہا کہ: انگلی کے اوپر جتنا پانی آسکتا ہے اتنا تھوڑا سا پانی مجھے ہر پیر کے دن پلایا جاتا ہے۔

باقی جہنم میں کسی کو پانی نہیں ملتا ہے؛ لیکن اس ابولہب کو جہنم کے عذاب میں بھی ہر پیر کو تھوڑا سا پانی دیا جاتا ہے، جس انگلی سے اشارہ کر کے اس نے ثویبہ کو آزاد کیا تھا اس انگلی پر جتنا پانی آوے اتنا پانی اس کو ملتا ہے، یہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی ولادت پر باندی کو آزاد کرنے کا فائدہ اس کافر کو آخرت میں بھی ملتا ہے۔

دین کی خاطر آپ ﷺ کی دو بیٹیوں کو طلاق

اس ابولہب کے دو بیٹے تھے، ایک بیٹے کا نام عتبہ اور دوسرے بیٹے کا نام عُتَیبہ تھا، ان دونوں لڑکوں کے ساتھ نبیٔ کریم ﷺ کی دو بیٹیاں: حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی ہوئی تھی اور ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی۔

لیکن جب نبیٔ کریم ﷺ نے ایمان کا اعلان کیا، دین کی دعوت دی تو یہ حضور ﷺ کا چچا، سمدھی وہ دشمن بن گیا اور اس نے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے دونوں بیٹوں کو کہا کہ: تم اپنی دونوں بیویوں کو طلاق دے دو؛ چنانچہ اس نے حضور ﷺ کی دشمنی میں، ایمان کی دشمنی میں اپنے دونوں بیٹوں کے پاس حضور ﷺ کی دونوں بیٹیوں کو طلاق دلوادی۔

حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ

یہ طلاق دینا ان کے لیے رحمت ہوگیا کہ طلاق کے بعد ان دونوں کی شادی

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوئی، پہلے ایک بیٹی سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح ہوا، جب اس بیٹی کا انتقال ہوگیا تو دوسری بیٹی کے ساتھ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شادی کروادی، جب دوسری بیٹی کا انتقال ہوگیا تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اگر میری چالیس لڑکیاں ہوتیں تو میں ان سب کی شادی عثمان کے ساتھ کرواتا۔

یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بڑے خوش نصیب ہیں، سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں میں اور نبی پر ایمان لانے والوں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک ایسے خوش نصیب آدمی ہیں کہ ان کے نکاح میں نبی کی ایک کے بعد ایک دو بیٹیاں تھیں، یہ فضیلت کسی نبی کے کسی صحابی کو حاصل نہیں ہوئی؛ اسی لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا لقب ''ذی النورین'' یعنی دونوروالے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دونورِ نظر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کا نکاح ہوا تھا۔

غرض! ابولہب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے ساتھ ایسی دشمنی تھی کہ اس نے اپنے دونوں لڑکوں کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں بیٹیوں کو طلاق دلوادی، اندازہ لگاؤ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا رنج ہوا ہوگا؟ کتنا صدمہ ہوا ہوگا؟ ایک ساتھ دو دو بیٹی کو طلاق ہوجاوے اور دونوں بیٹی گھر میں آجاوے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صدمے کو بھی برداشت کرلیا۔

علی الاعلان دعوتِ اسلام کا حکم

حدیث میں اور ایک واقعہ بھی آیا ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اللہ تعالیٰ نے نبی بنایا تو تین سال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم چپکے چپکے لوگوں کو ایمان کی دعوت دیتے رہے، جب تین سال گذر گئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾ (الشعراء)

(اے نبی!) تم اپنے قریبی رشتہ داروں کو (نافرمانی پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے) ڈراؤ۔

جب یہ آیت نازل ہوئی۔جس میں حضور ﷺ کو یہ حکم دیا گیا کہ اب چپکے چپکے نہیں؛ بلکہ اب لوگوں کو کھلم کھلا ایمان کی دعوت دو اور سب سے پہلے اپنے خاندان والوں کو ایمان کی دعوت دو۔تو حدیث میں آتا ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ پہاڑ پر چڑھے، یہ صفا مروہ کا جو علاقہ ہے اسی کے بیچ میں یہ قریش کا خاندان رہتا تھا؛اسی لیے حضور ﷺ صفا پہاڑ پر چڑھے اور اپنے خاندان بنی عبدالمطلب کے لوگوں کو جمع کیا، جب سب لوگ جمع ہو گئے تو نبیٔ کریم ﷺ نے ان کو پوچھا کہ: بتاؤ! اگر میں کہوں کہ پیچھے کی طرف سے ایک لشکر تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم میری بات مان لوگے؟

چوں کہ حضور ﷺ پہاڑ کے اوپر تھے اور لوگ نیچے تھے کہ آپ ﷺ پیچھے دیکھتے تھے اور لوگوں کی نظر پیچھے نہیں جاتی تھی۔

تمام قریشی لوگ کہنے لگے: اے محمد! آپ ہمیشہ سچ ہی بولے ہیں:

مَا جَرَّبْنَا كَ كَذِبًا قَطُّ۔

کبھی ہم نے آپ کو جھوٹ بات بولتے نہیں دیکھا۔

اللہ ہمیں بھی ہر چیز میں سچا بنا دیں، آمین۔

پہاڑی پر وعظ

اس کے بعد حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا:

اے میرے قریش کے خاندان کے لوگو! اے عبدالمطلب کے لوگو!

سنو! میں تمھیں شدید عذاب سے ڈرانے والا ہوں، اپنی جانوں کو بچاؤ، اللہ نے مجھے اپنے قریب ترین عزیزوں کو خبردار کرنے کا حکم دیا، تم قریش کے لوگ میرے رشتے دار ہو، میں تم کو اللہ سے کچھ دلوانے اور آخرت میں تمھیں کسی حصے سے مالا مال کرنے کا اختیار نہیں رکھتا؛ الا یہ کہ تم ''لا الہ الا اللہ'' کے قائل ہو جاؤ، تب میں تمھارے رب کے یہاں اس کی شہادت دوں گا، اس کلمے کی بدولت عرب تمھارے تابع اور عجم تمھارا مطیع ہو جائے گا۔ (سیرت احمد مجتبیٰ: ۱/۱۸۶)

آپ ﷺ کے خلاف سب سے پہلے دشمنی کے لیے کھڑا ہونے والا

کہتے ہیں کہ: اس وقت سب سے پہلے حضور ﷺ کو جھٹلانے کے لیے یہی ابولہب کھڑا ہوا، ہاتھ میں ایک پتھر اٹھایا اور پتھر اٹھا کر نبئ کریم ﷺ کی طرف مارنے کی اس نے تیاری کی اور اس نے عربی میں گالی دی:

تَبًّا لَّکَ اَلِھٰذَا جَمَعْتَنَا.

یعنی اے محمد! تو برباد ہو، کیا اسی لیے تو نے ہم کو جمع کیا تھا۔

بس! اس نے حضور ﷺ کو یہ گالی دی؛ چنانچہ جن برے الفاظ سے اس نے حضور ﷺ کو بد دعا دی، اللہ تعالیٰ نے اسی الفاظ سے قیامت تک قرآن میں اس کے لیے اس طرح کے الفاظ استعمال کیے:

تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ وَّتَبَّ ﴿۱﴾

ترجمہ: ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ ہلاک ہو چکا ہے۔

ابولہب کا نام عبدالعزیٰ تھا

اس کا نام تو عبدالعزیٰ تھا، عُزّیٰ ایک بت کا نام ہے، عبدالعزیٰ کا مطلب عزیٰ بت کا بندہ، اس کا نام مشرکوں والا تھا؛ اسی لیے قرآن میں اس کا نام نہیں آیا، اس کی کنیت ''ابولہب'' آئی، یہ اس کی کنیت ہے، اس کا نام نہیں ہے۔

بہر حال! سب سے پہلے حضور ﷺ کے خلاف دشمنی کے لیے کھڑا ہونے والا یہی تھا، حضور ﷺ جہاں بھی لوگوں کو ایمان کی دعوت دیتے تو یہ ابولہب لوگوں کے پاس جا کر حضور ﷺ کو جھوٹا بتلاتا تھا، اس کی بات مت سنو، نعوذ باللہ! یہ جھوٹا ہے اور حضور ﷺ کو تکلیف دیتا تھا۔

کیسا چچا ہوگا کہ اپنے بھتیجے کو ستا رہا ہے؛ حالاں کہ عرب میں اس زمانے میں رشتے داریوں کا بڑا لحاظ رکھتے تھے؛ لیکن محض ایمان کی وجہ سے یہ حضور ﷺ کا دشمن بنا ہوا تھا۔

بعض روایتوں میں آتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبیٔ کریم ﷺ کو یہ حکم دیا کہ آپ اپنے رشتے داروں اور خاندان والوں کو ایمان کی دعوت دو تو حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ: علی! ایک دعوت کی تیاری کرو۔

دینی دعوت کے لیے کھانے کا انتظام

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک بکری کا آگے والا پیر اور دودھ کا ایک بھرا ہوا پیالا لائے اور ایک صاع یعنی تقریباً ساڑھے تین کلو اناج لائے، اس زمانے کے اعتبار سے اتنا کھانا ایک یا دو آدمی کے لیے چل سکتا ہوگا اور اتنا کھانا تیار کرنے کے بعد نبیٔ کریم ﷺ

نے اپنے پورے خاندان بنوعبدالمطلب کے لوگوں کو جمع کیا۔

دیکھو! حضور ﷺ نے لوگوں کو دین سکھانے کے لیے، ایمان سکھانے کے لیے کھانے کی بھی دعوت کی، یہ بھی ایک ترتیب ہے۔

مولانا الیاس صاحبؒ کے والد مولانا اسماعیل صاحبؒ کا ایک عجیب معمول

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے والد حضرت مولانا اسماعیل صاحبؒ کے حالات میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ نے لکھا ہے کہ: میوات کے علاقے سے جو مزدور لوگ کام کرنے آتے تھے ان مزدوروں کو مسجد میں لاتے، پورا دن کلمہ، نماز، وضو، غسل سکھاتے اور شام ہوتی تو ان مزدوروں کو مزدوری کے پیسے دے کر گھر روانہ کرتے تھے، اس طرح یہ دعوت کا مبارک کام شروع ہوا اور اس ترتیب سے نظام الدین پر مدرسہ کاشف العلوم شروع ہوا۔

گھر میں کام کرنے والوں کے دین کی فکر کرنی چاہیے

میری دینی بہنو! آپ یہ بھی نیت کرلو! اپنے گھروں میں جو کام کرنے والے، خدمت کرنے والے ہوتے ہیں ان کے کام کاج کے ساتھ ساتھ ان کی دین داری کی بھی فکر کرو، ان کو کلمہ سکھاؤ، نماز سکھاؤ، قرآن سکھاؤ، وضو، غسل سکھاؤ، آپ کو دعوت کا ثواب بھی ملے گا اور یہ دین دار بنیں گے تو وفادار بنیں گے، بے دینی ہوں گے تو غدّاری کریں گے؛ اس لیے آپ کے پاس بہت اچھا موقع ہے اور یہ حضور ﷺ کی سنت سے ہم

کو سیکھنے کو ملتا ہے اور ایسا بھی تو ہم کام کر سکتے ہیں کہ کسی غریب کو اپنے یہاں بلوا کر دو وقت کا کھانا کھلا یا اب ان کو نماز سکھاؤ، کلمہ سکھاؤ، وضو سکھاؤ، قرآن کی سورتیں یاد کراؤ، یہ ترتیب بھی ہم کر سکتے ہیں، کتنی اچھی ترتیب ہے جو نبیٔ کریم ﷺ نے ہم کو سکھائی؟

لوکیشن یعنی اطراف کے گاؤں میں چلے گئے، ایک دن، دو دن، تین دن جماعت کی نیت سے اور وہاں جا کر کھانے کی دعوت کی، سب کو جمع کیا اور ساتھ میں اللہ کا دین بھی سکھا دیا، یہ ترتیب بھی ہم اپنا سکتے ہیں۔

ہمارے بعض دوست چالو تنخواہ پر ملازموں کو سال میں ایک مرتبہ چالیس (۴۰) دن اور مہینے میں تین دن جماعت میں جانے کی اجازت دیتے ہیں اور بہت سی جگہ پر یہ نظم ہے کہ ملازموں کے لیے کام کے ساتھ مکتب کی تعلیم اور نماز، مسائل وغیرہ سیکھنے کے لیے کچھ وقت فارغ دیا جاتا ہے یعنی ملازمت کے اوقات ہی میں سے اس کی گنجائش نکالی جاتی ہے، یہ بھی بڑا دینی کام ہے، ہم امت کے ابتدائی دور کو دیکھتے ہیں تو غلام اور باندیاں تک محدث اور بڑے عالم ہوتے تھے۔

بہر حال! گھر میں کام پر آنے والوں پر بھی تھوڑی محنت کروان شاءاللہ! اس کا آپ کو بہت ثواب ملے گا۔

ایک آدمی جتنا کھانا چالیس آدمیوں نے کھایا

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بکری کا ایک آگے والا پیر، دودھ کا پیالا اور ساڑھے تین کلو اناج جمع کیا، بنو عبد المطلب خاندان کے چالیس آدمی جمع ہو گئے، اس بکری کی ٹانگ کو اٹھایا اور دانت سے اس کو چیرا اور چیر کر پیالے میں رکھ دیا اور سب کو کہا: اللہ کا نام لو اور

کھانا شروع کرو، یہ کھانا اس زمانے کے لحاظ سے ایک آدمی کا ہوسکتا تھا؛ لیکن جب اللہ کا نام لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو کھلایا تو ایسی برکت ہوئی کہ تمام لوگوں نے پیٹ بھر کر کے کھانا کھایا اور کھانا بچ بھی گیا۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: دودھ پلاؤ، سب نے دودھ پی لیا۔

ابولہب کی شرارت

جب کھانا اور دودھ ہو گیا تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر ان کو ایمان کی دعوت دینا چاہتے تھے، دین کی بات سنانا چاہتے تھے تو یہی ابولہب سب لوگوں کو کہنے لگا: چلو! یہاں سے اٹھو! محمد نے تمھارے کھانے پر جادو کر دیا ہے، ایسا جادو ہم نے کبھی دیکھا ہی نہیں۔

بس! یہ بات اس نے کہی اور سب لوگ نکل کر چلے گئے؛ گویا اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بات بھی نہیں کرنے دی۔

دوسرے دن کھانے کی دعوت اور اسلام کی دعوت

پھر دوسرے دن نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ اسی طریقے سے کھانا تیار کروایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دین کی باتیں ان کو سنائیں، فرمایا:

اے بنی عبدالمطلب! مجھے کسی ایسے جوان کا علم نہیں جو اپنی قوم کے لیے میری لائی ہوئی دعوت بہتر لائحۂ عمل لایا ہو، میں تمھارے لیے دنیا اور آخرت میں کامیابی کا خیر خواہ ہوں۔

اے اولادِ عبدالمطلب! اے عباس! اے میری پھوپھی صفیہ!

اے میری بیٹی فاطمہ! تم لوگ اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ؛ کیوں کہ

میں اللہ کی پکڑ سے تم کو بچانے کا اختیار نہیں رکھتا؛ البتہ میرے مال میں سے جو چاہو مانگ سکتے ہو، یقین جانو یہ دینِ حق کی دعوت ہے، تم میں سے کون ہے جو میرا ساتھ دے سکتا ہے اور کون ہے جو میرا بھائی ثابت ہو؟

اب تم اپنے بیٹے کی فرماں برداری کرو گے؟

اہلِ مجلس پر سنّاٹا تھا، ایسے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپ کا ساتھ دوں گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ: یہ میرا بھائی اور مددگار رہے گا۔

لوگو! تم اسی کی سن لو، اسی کی بات مان لو۔

ابولہب نے ابوطالب کو مخاطب کر کے کہا: سنو! اب تم اپنے بیٹے کی فرماں برداری کرو گے؟ یہ کہتے ہوئے قہقہہ لگا کر ہنسنے لگا اور مجلس درہم برہم ہوگئی۔ (سیرت احمد مجتبیٰ: ۱/۱۸۶)

میں آپ کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ: یہ ابولہب حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا خطرناک دشمن تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا کرتا تھا اور اس کی بیوی بھی نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کیا کرتی تھی۔

ابولہب کی بربادی

ایک دن یہ ابولہب لوگوں کو کہنے لگا کہ: یہ محمد لوگوں کو ایسا کہتا ہے کہ مرنے کے بعد ایسا ہوگا، ایسا ہوگا اور وہ اپنا ہاتھ لوگوں کو دکھا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ: میرے ہاتھ میں تو کچھ بھی نہیں آیا اور پھر وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنے لگا کہ: تم برباد ہو جاؤ، میں تمھارے اندر ان چیزوں میں سے کچھ بھی نہیں دیکھتا جن کے ہونے کی خبر محمد دیتا ہے، اس نے

یہی جملہ کہا تھا: تبالكما ما أرىٰ فيكما شيئا مما قال محمد.

محمد جو بات کہتا ہے اس میں سے کوئی بات تمھارے اندر نہیں ہے۔

بس یہی بات قرآن میں بھی آئی: ﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ﴾

ترجمہ: ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ ہلاک ہو چکا ہے۔

اس نے اور اس کی بیوی دونوں نے پوری زندگی آپ ﷺ کی دشمنی میں گذاری۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ﴾

ابولہب کو اس کا مال بھی کام نہیں آیا، اس کی کمائی بھی اس کو کام نہیں آئی، کوئی چیز کام نہیں آئی اصل مال اور اس کے اوپر کا نفع دونوں چیزیں اس کو کام نہیں آئی، کوئی چیز اس کو اللہ کے عذاب سے بچا نہیں سکی۔

اللہ آگے فرماتے ہیں: ﴿سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ﴾

جیسی اس کی کنیت تھی ایسی آگ کی اللہ نے بات فرمائی کہ: اس کے اوپر عنقریب ایک شعلہ آگ کا اس کے اندر وہ داخل کیا جائے گا، اللہ اس کو جہنم کی آگ میں داخل کریں گے۔

قرآن میں جو بددعا آئی اس کا اثر کیسے ظاہر ہوا؟

ابولہب کی عبرت ناک موت

نبیٔ کریم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ پاک چلے گئے اور اس کے دوسرے سال بدر کی لڑائی ہوئی، بدر کی لڑائی میں یہ ابولہب گیا نہیں تھا، اس لڑائی میں بڑے بڑے مکہ کے کافر مارے گئے؛ لیکن بدر کی لڑائی کے سات دن کے بعد ابولہب کے بغل کے اندر

پلیگ کی پھونسی، چھوٹی سی گلٹی نکلی، عربی میں اس کو ''عبسہ'' کہا جاتا ہے، یہ بیماری ایسی خطرناک ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے اندر سے بدبو وغیرہ بھی نکلتی ہے اور سب لوگ یہ ڈرتے ہیں کہ جو بھی ایسے مریض کے پاس جائے اس کو یہ بیماری لگ جاتی ہے، چنانچہ اس کے سب گھر والوں نے اس کو الگ کر دیا، کوئی اس کے پاس نہیں جاتا تھا۔

دیکھو! اللہ نے دنیا میں نقد سزا دے دی کہ گھر والے نفرت کر رہے ہیں۔

بیماری کسی کو لگتی نہیں ہے

ایسے ہمارے دینِ اسلام میں ایسا عقیدہ رکھنا جائز نہیں ہے کہ: یہ بیماری چھپی (یعنی متعدی) ہے، یہ چھپی روگ ہے، یہ بیماری ہم کو بھی لگ جائے گی، مقدر میں جو بیماری ہوتی ہے وہ لگتی ہے اور مقدر میں نہ ہو تو کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔

طاعون زدہ علاقے کے متعلق حکم

حدیث میں آتا ہے:

عن أسامة بن زيد رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال: إِذَا سَمِعْتُمُ الطَّاعُوْنَ بِأَرْضٍ فَلَا تَدْخُلُوْهَا وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ فِيْهَا فَلَا تَخْرُجُوْا مِنْهَا (متفق عليه)

ترجمہ: نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم سنو کہ کسی علاقے میں طاعون (پلیگ) پھیل چکا ہے تو وہاں مت جاؤ، اور جب کسی جگہ طاعون پھیل جائے اور تم وہاں پہلے سے موجود ہو تو وہاں سے مت نکلو۔

افادات: وہاں سے نکلنے کی ممانعت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اگر سبھی بھاگ

جائیں گے تو جو لوگ اس بیماری کا شکار ہو چکے ہیں ان کی خیر خبر کون لے گا اور جن لوگوں کی موت واقع ہو جائے گی ان کی تکفین وتدفین کون کرے گا؟ (حدیث کے اصلاحی مضامین: ۱۴)

لوگوں کا عقیدہ خراب نہ ہو جائے

ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں لوگوں کا عقیدہ خراب ہوتا ہے، کسی شہر میں اگر طاعون کی بیماری ہے اور تم اس شہر میں چلے گئے اور تقدیر میں تھا اور بیماری ہو گئی تو تم کیا عقیدہ قائم کرو گے کہ میں اس شہر میں گیا اور بیماری ہو گئی؛ حالاں کہ شہر میں جانے سے بیماری نہیں ہوتی، اللہ کے یہاں جو مقدر ہوتا ہے وہی ہوتا ہے؛ اس لیے ایک مؤمن مرد اور مؤمن عورت کو یہی عقیدہ رکھنے چاہیے کہ جو چیز تقدیر میں ہوگی وہ ہوگی۔

نیز گھر میں کوئی فرد بیمار ہو تو اس سے نفرت نہیں کرنی چاہیے؛ بلکہ اس کے پاس جاویں، اس کی خدمت کریں، اس کا بہت ثواب ہے۔

طاعون زدہ علاقے سے نکلنے کی تین صورتیں

حدیث میں یہ ارشاد فرمایا ہے: ''فلا تخرجوا فِرارا منه'' بھاگ کر نہ نکلو، تو نکلنے کی تین شکلیں ہیں:

① پہلی شکل تو یہ ہے کہ آدمی وہاں سے یہ سمجھتے ہوئے بھاگ کر نکلے کہ میں بچ جاؤں، یہ تو حرام ہے۔

② دوسری شکل یہ ہے کہ پہلے سے اس کا پروگرام طے ہو، جیسے آج کل ایک دو مہینے پہلے سے ٹکٹ بک کروا کر رکھا جاتا ہے اور جس وقت پروگرام طے کیا اس وقت کوئی بیماری بھی نہیں تھی، اتفاق کی بات کہ آپ کا سفر ہونے والا تھا اس کے دس پندرہ

دن پہلے بیماری پھیل گئی اور خوب چل رہی ہے اور آپ کی تاریخ آ گئی، تو اب ایسا نہیں ہے کہ آپ اس بیماری کی وجہ سے جا رہے ہیں؛ بلکہ آپ کا پروگرام تو پہلے ہی سے طے تھا تو اس میں کوئی اشکال نہیں، آپ بے تکلف نکل کر جا سکتے ہیں۔

③ تیسری شکل یہ ہے کہ آپ کا پہلے سے کوئی پروگرام طے نہیں تھا، بیماری آئی اور آپ کا بھی کوئی کام نکل آیا اس لیے آپ وہاں سے جانا چاہتے ہیں تو اس صورت میں جائیں یا نہ جائیں؟ تو بعض حضرات کہتے ہیں کہ: نہ نکلے۔

اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ: اس کام کی وجہ سے جانا چاہتا ہے تو جا سکتا ہے، اس کے دل میں یہ خیال نہیں ہونا چاہیے کہ میں یہاں سے جاؤں گا تو بچ جاؤں گا۔

الحمد للہ! ہمارے یہاں سورت میں جب طاعون (پلیگ) پھیلا تھا تو کمزور ایمان والے بھی مضبوطی سے جمے رہے اور اللہ تعالیٰ نے سب کو ایمان کی وہ طاقت عطا فرمائی کہ ہر ایک کہتا تھا کہ یہاں سے کوئی جاتا نہیں ہے، اگر موت آنی مقدر ہے تو یہاں بھی آئے گی اور جہاں جائیں گے وہاں بھی آئے گی (حدیث کے اصلاحی مضامین: ۹/۴۴۹، ۱۴)

بہر حال! ابولہب اسی بیماری میں مر گیا، جب مر گیا تو اس کی لاش میں سے ایسی بدبو نکل رہی تھی کہ کوئی اس کے پاس جانے کے لیے بھی تیار نہیں تھا۔

بری موت سے بچنے کی دعا

کیسی عبرتناک موت! اللہ ایسی بیماری اور ایسی موت سے حفاظت فرمائے، اللہ سے ایک دعا کیا کرو:

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَأَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَأَعُوْذُبِكَ أَنْ أُرَدَّ إِلٰى

أَرْذَلِ الْعُمُرِ وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ۔

اے اللہ! بخیلی سے میری حفاظت فرما، اے اللہ! بزدلی سے میری حفاظت فرما، اے اللہ! ایسی حالت سے حفاظت فرما کہ نکمی عمر کے اندر ہم پہنچ جاویں، اے اللہ! دنیا کے فتنوں اور قبر کے عذاب سے بھی حفاظت فرما۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ایسے بیمار، ایسے کمزور، ایسے بستر پر ہو جاویں کہ کھانے پینے میں محتاج، استنجے میں محتاج، کپڑے میں محتاج ہر چیز میں دوسروں کے محتاج ہو جاویں، اللہ ایسی بیماری سے ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔

یہ بہت پیاری اور جامع دعا ہے، یہ دعا مانگا کرو، خود کے لیے بھی اور گھر والوں کے لیے بھی؛ اس لیے کہ بہت سی مرتبہ ایسی بیماری کی وجہ سے گھر والے نفرت کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ کب یہ جاوے۔

تین دن تک کوئی اس کی لاش کے پاس نہیں گیا

بہر حال! تین دن تک کوئی اس کی لاش کے پاس نہیں گیا، پھر جب لاش سڑنے لگی تو اس کے گھر والوں نے مزدوروں کو بلوایا، مزدوروں نے پہلے دور جنگل میں ایک گڑھا کھودا اور گڑھا کھود کر کے لمبی لکڑی لائے اور لمبی لکڑی لا کر دور سے اس کی لاش کو دھکے مارتے مارتے گڑھے میں لے گئے اور اس میں ڈال دیا اور اوپر سے پتھر ڈال کر اس کی لاش کو دبا دیا۔

یہ ہے نبی کی دشمنی کا انجام، کیسی بری موت آئی کہ مزدور لوگ بھی اس کی لاش کو ہاتھ لگانے کو تیار نہیں!!!

اللہ وقت پر عافیت والی موت عطا فرماوے، موت کے بعد بھی اللہ عافیت عطا فرماوے، بری موت، اور بری حالت سے ہم سب کی ہمیشہ حفاظت فرماوے، آمین۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کو ایسی بری موت کے ساتھ دنیا سے روانہ کیا اور آخرت کے بارے میں قرآن میں ہے: ﴿سَيَصۡلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ﴾

آخرت میں اللہ اس کو بھڑکتی ہوئی گرم گرم آگ میں داخل کریں گے۔

اور جب اللہ کا عذاب آیا، بری موت آئی تو اس کی اولاد بھی کام نہیں آئی اور اس کا مال بھی کام نہیں آیا، سب چیزیں بے کار ہوکر رہ گئیں۔

ابولہب کی بیوی ام جمیل

آگے اللہ اس کی بیوی کے بارے میں فرماتے ہیں:

وَّامۡرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الۡحَطَبِ ۚ﴿۴﴾

ترجمہ: اور اس کی بیوی بھی جو سر پر جلانے کی لکڑی اٹھا کر لاتی ہے۔

اس کی بیوی یہ بھی نبیٔ کریم ﷺ کی چچی اور ابوسفیان کی بہن تھی اور اس نے اپنا لقب ''ام جمیل'' رکھا تھا یعنی خوب صورتی کی ماں، اتنی خوب صورت کہ اپنے آپ کو وہ ''ام جمیل'' کہتی تھی، اس کا اصل نام اروی یا حمنہ بنت حرب تھا، یہ بھی حضور ﷺ کی بڑی دشمن تھی۔

''حمالۃ الحطب'' کا پہلا مطلب

''حمالۃ الحطب'' یعنی لکڑیاں اٹھا کر لانے والی۔ کیا مطلب؟

یہ عورت مال دار کی بیوی تو تھی؛ لیکن ساتھ میں بہت بخیل تھی، ایسی بخیل تھی کہ

وہ لکڑیا کاٹنے کے واسطے جنگل میں جاتی تھی، بخیلوں کا ایسا ہی حال ہوتا ہے، اللہ نے مال دیا ہے، دولت دی ہے تو خیریت سے استعمال کرنا چاہیے، اتنے مال دار کی بیوی؛ لیکن جنگل میں جاتی، گھر میں جلانے کے واسطے لکڑیاں کاٹ کر لاتی اور ظاہر ہے لکڑیاں لاوے تو اس کو رسی سے باندھنا پڑے گا تو وہ بہت ساری لکڑیاں کاٹتی، رسیوں سے باندھتی، سر پر اٹھاتی اور اٹھا کر لاتی۔

کہتے ہیں کہ: یہی چیز اس کے لیے موت کا ذریعہ بنی، ایک دن یہ بخیل عورت ام جمیل جنگل میں گئی ہوئی تھی، لکڑیاں اٹھا کر آ رہی تھی، لمبی رسی لکڑیوں کے ساتھ تھی، راستے میں تھک گئی تو ایک جگہ بیٹھ گئی اور جب بیٹھ گئی اور وہ رسی اس کے گلے میں تھی اس رسی کا پھندا بن گیا اور جنگل میں تڑپ تڑپ کے مر کے ختم ہوگئی۔

شوہر کی موت بھی بڑی خطرناک آئی اور بیوی کی موت بھی بڑی خطرناک آئی، دونوں اللہ کے نبی کے دشمن، چچا چچی ہو کر بھی حضور ﷺ کے دشمن بنے۔

”حمالة الحطب“ کا دوسرا مطلب

بعض حضرات نے ”حمالة الحطب“ کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ: وہ بڑی چغل خور تھی، چغلی کرنے کی اس کی عادت تھی؛ چوں کہ جس طرح لکڑی سے آگ لگتی ہے اسی طرح چغل خوری سے بھی انسانوں میں آگ لگتی ہے، جب کوئی آدمی چغل خوری کرتا ہے تو دو خاندان میں، دو آدمیوں میں، دو عورتوں میں لڑائی کی آگ لگ جاتی ہے۔

چغل خوری کا مطلب یہ ہے کہ: یہاں کی بات وہاں اور وہاں کی بات یہاں کر کے لڑانا۔ چنانچہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی چغل خوری بھی کرتی تھی۔

اللہ کی طرف سے آپ ﷺ کی حفاظت

جب یہ آیت ''تبت یدا'' اتری تو وہ ہاتھ میں ایک پتھر لے کر حضور ﷺ کو تلاش کرنے نکلی، نبیٔ کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دونوں کعبہ کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے، جب وہ آرہی تھی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبیٔ کریم ﷺ کو کہا کہ: حضور! وہ آرہی ہے، وہ بدزبان ہے، آپ ادھر کہیں چلے جایئے۔

حضور ﷺ نے کہا کہ: نہیں! کوئی بات نہیں، اس کو آنے دو، وہ مجھے دیکھ نہیں سکے گی، ایک فرشتہ مجھے چھپائے ہوئے ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے سامنے فرشتوں کو کردیا پردے لگ گئے، وہ حضور ﷺ کو دیکھ نہ سکی، اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پوچھا کہ: تمھارے دوست کہاں ہے؟ میں نے سنا ہے کہ اس نے میری برائی کی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: اس گھر کے رب کی قسم انھوں نے تیری کوئی برائی نہیں کی ہے۔

غصے میں اس نے کہا کہ: ہم ''مذمم'' کے منکر ہیں، اس کے دین کے دشمن ہیں۔

نفرت میں اس نے حضور ﷺ کو محمد کے بجائے ''مُذَمَّم'' کہا، محمد کا مطلب ہوتا ہے جس کی خوب تعریف کی جائے اور مذمم یعنی جس کی برائی کی جائے۔

اس کے جانے کے بعد حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: کس طرح اس کی برائی کو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پھیر دیا، وہ مذمم کو برا کہتی ہے اور میں تو محمد ہوں؛ گویا اس کی بدزبانی حضور ﷺ کو لگنے والی نہیں تھی۔

چغل خور جنت میں نہیں جائے گا

میری دینی بہنو! کبھی چغل خوری میں مت پڑنا، نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا:

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَتَّاتٌ (بخاری: ۲/ ۸۸۵)

چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ: جو ناحق کسی کو قتل کرے، جو تاجر سود کا کاروبار کرے اور جو چغل خوری کرے یہ تینوں کبھی جنت میں نہیں جائیں گے۔

دیکھو! چغل خوری کا گناہ حضور ﷺ نے قتل کے درجے میں رکھا ہے، کسی کو ناحق قتل کر دیوے اس درجے کا خطرناک گناہ ہے۔

میری دینی بہنو! ہم دوسرے کو قتل کرنا تو بہت بڑا گناہ سمجھتے ہیں، سود، لون لینے کو بڑا گناہ سمجھتے ہیں؛ لیکن چغل خوری کو ہم گناہ نہیں سمجھتے ہیں، رات دن چغل خوری ہوتی رہتی ہے، توبہ کرو، کبھی کسی کی چغل خوری نہیں کرنا، اس سے دو مسلمان بھائی، بہنوں میں لڑائی کی آگ لگتی ہے، اللہ ہم کو اس سے بچنے کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

”حمالۃ الحطب“ کا تیسرا مطلب

بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ ”حمالۃ الحطب“ اس لیے کہا گیا کہ یہ عورت جہنم میں بھی اپنے شوہر کے ساتھ ہوگی، شوہر ابولہب بھی جہنمی، بیوی بھی جہنمی۔

جہنم میں ایک درخت ہے جس کا نام ”زقوم“ ہے، کانٹے والا، بدبو والا، کڑوا، جس کو جہنمی لوگ کھائیں گے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِیْمِ ﴿۴۴﴾ كَالْمُهْلِ ۚ یَغْلِیْ فِی الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾

كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۶﴾ (الدخان)

ترجمہ: یقینی بات ہے کہ زقوم کا درخت (بڑے) گنہگار (کافر) کا کھانا ہوگا (وہ زقوم) سیاہ تل کی تلچھت جیسا ہوگا، وہ لوگوں کے پیٹوں میں کھولتے ہوئے پانی کی طرح جوش مارے گا۔

تو یہ عورت جہنم میں زقوم کے درختوں کے لکڑیاں کاٹ کر لائے گی اور اپنے شوہر پر ڈالے گی اور اپنے شوہر پر آگ کو بھڑکائے گی، دنیا میں اپنے شوہر کے ساتھ مل کر دونوں ظلم کرتے تھے، کفر کرتے تھے تو اس کی سزا یہ ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ایسے حالات سے ہم سب کی اور پوری امت کی پوری حفاظت فرمائے، آمین۔

"حمالۃ الحطب" کا چوتھا مطلب

بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ام جمیل جنگل میں جا کر کانٹے لاتی تھی اور حضور ﷺ کے راستے میں بچھاتی تھی۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ﴾

ترجمہ: اس کی گردن میں خوب مضبوط بٹی ہوئی (چبھنے والی) رسی ہوگی۔

چنانچہ عورت کے گلے میں تو ہار اچھا لگتا ہے؛ لیکن یہاں اللہ نے فرمایا کہ: اس کے گلے میں ایک رسی ہوگی۔

بعض تفسیروں میں یہ لکھا ہے کہ جہنم میں لوہے کے تار کی بنی ہوئی ایک رسی ہوگی جو جہنم میں اس کے گلے میں ڈالی جائے گی۔

میری دینی بہنو! یہ دونوں میاں بیوی نبی کے چچا، چچی، مال دار اور خوب صورت، دونوں مکہ کے بڑے عزت والے تھے؛ لیکن نبی کی دشمنی کی اور ایمان نہیں لائے تو کتنی خطرناک اور بری موت آئی؟

اللہ ایسی بری موت سے ہم سب کی حفاظت فرمائے، نبئ کریم ﷺ کی سچی پکی کامل محبت ہم سب کو نصیب فرماوے، آمین۔

ایک پیاری دعا

ایک پیاری دعا اللہ سے مانگا کرو: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا قَبْلَ الْمَوْتِ.

اے اللہ! موت کے آنے سے پہلے ہماری مغفرت کر دیجیے۔

بلکہ ابھی تو یہ دعا کرو کہ: اے اللہ! اس رمضان کی برکت سے عید کا چاند نکلنے سے پہلے ہماری مغفرت کر دیجیے اور ہماری موت اس حالت میں آوے کہ ہم گناہوں سے بالکل پاک صاف ہو، چنانچہ ایک بزرگ شیخ فریدالدین عطارؒ کا شعر ہے:

چشم دارم از گناہ پاکم کنی	پیش ازاں کاندر لحد خاکم کنی

اے اللہ! قبر میں دفن ہونے سے پہلے ہم کو گناہوں سے پاک کر دے، اللہ زندگی ہی میں ہماری مغفرت کے فیصلے کر دے، رمضان اور اپنی رحمت کی برکت سے اللہ ہم سب کی مغفرت کر دے۔

وَارْحَمْنَا عِنْدَ الْمَوْتِ. وَلَا تُعَذِّبْنَا بَعْدَ الْمَوْتِ. وَلَا تُحَاسِبْنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

اور اے اللہ! موت کے وقت ہم پر رحم فرمانا، بری موت سے ہم سب کو حفاظت میں رکھنا۔ اے اللہ! موت کے بعد ہم کو عذاب مت دینا۔ قیامت کے دن

حساب مت لینا۔

إِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ.

بیشک آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔

دوسری دعا

میری دینی بہنو! یہ دعا بھی پڑھا کرو:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِيْ فِي الْمَوْتِ، وَفِيْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ. (الحزب الأعظم، منزل:۵)

ترجمہ: اے اللہ! میرے لیے موت میں بھی اور موت کے بعد والی زندگی میں بھی بڑی بھلائیاں مقدر فرما۔

روزانہ پچیس مرتبہ یہ دعا پڑھو، حدیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی، اللہ تعالیٰ بری موت سے حفاظت فرمائے، قبر کے عذاب سے حفاظت کرے، بری بیماری سے حفاظت کرے، آمین۔

کیسا برا یہ میاں بیوی کا جوڑا تھا کہ اللہ نے ان کی حقیقت بیان فرماتے ہوئے قرآن میں پوری ایک سورت نازل فرمائی، نبی کو برا کہنے گئے، نبی کو گالی دینے گئے، قیامت تک اللہ تعالیٰ نے ان کی بری حقیقت قرآن میں بیان فرمادی۔

ایسا برا جوڑا اور برا خاندان بننے سے اللہ ہماری اور ہماری نسلوں کی پوری حفاظت فرمائے، آمین۔

وأخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

مکہ مکرمہ کی ایک سوت کاتنے
والی بے وقوف عورت کا واقعہ

مختصر تعارف

نام: ''رائطہ'' تھا۔

بعض کے نزدیک: ''ریطہ بنت سعد القرشیہ'' تھا۔

لقب: ''جعواء'' تھا۔

امام سدیؒ کے قول کے مطابق اس عورت کو ''خرقاء'' کہا جاتا تھا، جس کا معنی ہے ''بے وقوف''؛ اس لیے کہ وہ اپنا کپڑا ہاتھ سے بنتی تھی، جب پورا بُن لیتی تو اسے توڑ دیتی۔ (حاشیۂ جلالین)

فتح الباری میں اس عورت کا نام اس طرح آیا ہے: ''ریطہ بنت عمرو بن کعب بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم''۔

امام بلاذریؒ کہتے ہیں کہ: یہ اسد بن عبد العزی بن قصی کی والدہ تھی۔

ابو بکر ابن ابو حفصؒ کے قول کے مطابق یہ ''سعیدہ الاسدیہ'' تھی۔

ابو نعیم نے ''معرفۃ الصحابہ'' میں لکھا ہے کہ وہ عورت ''سُعیدہ الاسدیہ'' تھی۔

تفسیرِ مقاتل بن سلیمان کے قول کے مطابق اس عورت کا لقب ''جِعر انہ'' تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ نَحْمَدُہ وَنَسْتَعِیْنُہ وَنَسْتَغْفِرُہ وَنُؤْمِنُ بِہ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ یَّھدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہ وَمَنْ یُّضْلِلْہ فَلَاھادِیَ لَہ وَنَشْھدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہ لَاشَرِیْکَ لَہ وَنَشْھدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہ وَرَسُوْلُہ،صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہ وَ عَلٰی اٰلِہ وَاَصْحَابِہ وَذُرِّیَّاتِہ وَ اَھلِ بَیْتِہ وَاَھلِ طَاعَتِہ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۝

وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّتِیْ نَقَضَتْ غَزْلَھَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّۃٍ اَنْکَاثًا ؕ تَتَّخِذُوْنَ اَیْمَانَکُمْ دَخَلًاۢ بَیْنَکُمْ اَنْ تَکُوْنَ اُمَّۃٌ ھِیَ اَرْبٰی مِنْ اُمَّۃٍ ؕ اِنَّمَا یَبْلُوْکُمُ اللّٰہُ بِہٖ ؕ وَلَیُبَیِّنَنَّ لَکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مَا کُنْتُمْ فِیْہِ تَخْتَلِفُوْنَ﴿۹۲﴾

ترجمہ: اور(قسم توڑنے میں) تم اس عورت جیسے مت بن جانا جو اپنے سوت کو(محنت کرکے) مضبوط کرنے کے بعد توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کردیا کرتی تھی کہ تم اپنی قسموں کو(توڑ کر) آپس میں فساد ڈالنے کا بہانہ (ذریعہ) بنانے لگو، اس لیے کہ کچھ لوگ دوسروں سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے لگے، یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے تمھارا امتحان لے رہے ہیں اور جن چیزوں میں تم اختلاف کرتے ہو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمھارے سامنے اس کی پوری حقیقت کھول دیں گے ﴿۹۲﴾

وقال رسولُ اللہِ ﷺ:نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِیْهِمَا کَثِیْرٌ مِنَ النَّاسِ: اَلصِّحَّۃُ وَ الْفَرَاغُ.(بخاری عن ابن عباس رضی اللہ عنہ)

ترجمہ:اللہ کے رسول نے فرمایا کہ:دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں اکثر لوگ دھوکے میں ہیں:ایک تندرستی اور دوسری فراغت۔

دس مرتبہ درود شریف پڑھ لو:

صَلَّی اللّٰہُ علٰی سَیِّدِنا محمدٍ صَلَّی اللّٰہُ علٰی سَیِّدِنا محمدٍ
صَلَّی اللّٰہُ علٰی سَیِّدِنا محمدٍ صَلَّی اللّٰہُ علٰی سَیِّدِنا محمدٍ
صَلَّی اللّٰہُ علٰی سَیِّدِنا محمدٍ صَلَّی اللّٰہُ علٰی سَیِّدِنا محمدٍ
صَلَّی اللّٰہُ علٰی سَیِّدِنا محمدٍ صَلَّی اللّٰہُ علٰی سَیِّدِنا محمدٍ
صَلَّی اللّٰہُ علٰی سَیِّدِنا محمدٍ صَلَّی اللّٰہُ علٰی سَیِّدِنا محمدٍ

صبح وشام دس مرتبہ درود شریف پڑھنے کی فضیلت

حدیثِ پاک میں آتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ:جو مرد یا عورت صبح میں دس مرتبہ اور شام کو دس مرتبہ درود شریف پڑھنے کی عادت بنالیوے تو قیامت کے دن اس کو حضرت نبئ کریم ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی اور جس کو بھی حضور ﷺ کی شفاعت ملے گی اس کا کام بن جائے گا،اس کے لیے جنت کا داخلہ آسان ہو جائے گا؛اس لیے صبح شام کی درود کی تسبیح کے علاوہ روزانہ صبح میں دس مرتبہ اور شام کو دس مرتبہ اِس حدیث پر عمل کی نیت سے درودِ پاک کی عادت بنالو،اللہ تعالیٰ آپ کو مجھے اور پوری امت کو اس کی توفیق عطا فرمائے اور اس کی برکت سے قیامت کے دن حضرت نبئ کریم ﷺ کی

شفاعت کی دولت سے ہمیں مالا مال فرما دیوے، آمین۔

یہ جو آیت میں نے ابھی آپ کے سامنے تلاوت کی یہ سورۂ نحل کی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے ایک عورت کا قصہ بیان فرمایا ہے۔

انسان کی زندگی میں وقت بہت قیمتی چیز ہے

اصل واقعہ شروع کرنے سے پہلے ایک اہم بات سن لو! انسان کی زندگی میں وقت اور ٹائم بہت ہی قیمتی نعمت ہے، آپ دیکھو! ہم کب سے کہہ رہے تھے: رمضان رمضان، آج اس کے چھ روزے الحمدللہ! مکمل ہو چکے، وقت بہت تیزی سے گذرتا ہے؛ لہذا کوشش یہ کرنی چاہیے کہ اِس وقت کے ذریعے سے کچھ ایسا کام کر لیویں جس سے دنیا میں بھی فائدہ ہو، قبر میں بھی فائدہ ہو اور قیامت کے دن بھی فائدہ ہو، اس وقت کو کھیل تماشوں میں نہیں لگانا چاہیے، بے کار کاموں میں برباد نہیں کرنا چاہیے، جس کام میں ہمارے دین کا کوئی فائدہ نہیں، ہماری دنیا کا کوئی فائدہ نہیں ایسے لغو کاموں میں اپنا وقت برباد نہیں کرنا چاہیے۔

دو نعمتیں جن کی لوگ قدر نہیں کرتے

بخاری شریف کی ایک حدیث میں نے آپ کو سنائی، حضرت نبیٔ کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ کی دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں اکثر لوگ دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں؛ یعنی اس کی قدر نہیں کرتے: ایک نعمت ''تندرستی'' اور دوسری ''فراغت'' یعنی ٹائم ہے، اس کی لوگ صحیح قدر نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ ہمیں تندرستی اور وقت دونوں سے فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دماغ کی بعض حالتیں

دینی بہنو! حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے مبارک زمانے میں مکۂ مکرمہ میں ایک عورت تھی، یہ عورت کچھ بیوقوف جیسی تھی؛ یعنی ایک تو پوری پاگل ہوتی ہے، اور ایک پوری پاگل تو نہیں؛ لیکن پاگل سے کچھ کم جو بیوقوف جیسا کام کرے؛ یعنی تھوڑا سا اس کا دماغ خراب ہو اور ایسے کام کرتی ہو جو نہیں کرنے چاہیے، بعض لوگوں کا مزاج ایسا ہوتا ہے کہ وہ ایک بات پر جمتے نہیں ہیں، تھوڑی تھوڑی دیر میں ان کی بات بدلتی رہتی ہے، یہ بھی دماغ کی کمزوری کی ایک نشانی ہے، پھر ایک اکھڑ دماغ ہوتا ہے؛ یعنی اس دماغ والوں کا مزاج ایسا ہوتا ہے کہ ہر ایک کے ساتھ لڑنا جھگڑنا، کسی کے ساتھ بنتی نہیں، ہر ایک کے ساتھ غلط طریقے سے بات کرنا، بداخلاقی سے پیش آنا اور ایک ایسا ہوتا ہے جو پاگلوں جیسے کام کرے، نہ کرنے کے کام کرے وہ بے وقوف کہلاتا ہے۔

بے وقوف عورت

یہ جس عورت کا قصہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمایا ہے یہ ایک بے وقوف جیسی عورت تھی اور اس عورت کی حالت یہ تھی کہ اپنے کام کو اپنے ہاتھ سے برباد کرتی تھی، خود کام کرے، خود محنت کرے اور پھر اس محنت سے کیا ہوا کام خود برباد کر ڈالے، کیسی نادان اور کیسی بے وقوف عورت ہوگی!!!

مثال کے طور پر ایک عورت بہت محنت کر کے کوئی چیز تیار کرے، پھر اس چیز کو اپنے ہاتھ سے توڑ ڈالے، اس کی بہت ساری وجوہات ہوتی ہیں، بعض مرتبہ پاگل پنے

کی وجہ سے ایسا کرتی ہے کہ کام کر کے توڑ ڈالا، بعض مرتبہ ایسا سوچتی ہے کہ جیسا کرنا چاہیے ایسا نہیں ہوا؛ اس لیے توڑ ڈالوں، یہ سب غلط عادت ہے۔

یہ عورت بھی کچھ ایسی ہی تھی، محنت کر کے ایک کام کرتی تھی، خود بھی محنت کرتی اور دوسرے لوگوں کے پاس بھی محنت کراتی تھی، اپنی سہیلیوں کے پاس محنت کراتی، اپنے گھر میں کام کرنے والی باندیوں کے پاس بھی محنت کراتی تھی اور محنت کر کے جب کوئی چیز تیار ہو جاتی تو اپنے ہاتھ سے توڑ پھوڑ کر ختم کر دیتی۔

اس عورت کا نام اور تعارف

اس عورت کا نام اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان نہیں فرمایا؛ لیکن دوسری روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس عورت کا نام ''ریطہ بنت عمرو بن کعب'' تھا، کہتے ہیں کہ: مکہ میں ایک آدمی ''اسد ابن عبدالعزّٰی ابن قُصی'' تھا، یہ اس کی اماں تھی۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ: اس عورت کا نام ''سعیدہ'' تھا، قبیلۂ بنو اسد سے تعلق رکھتی تھی؛ اسی لیے اس نام ''سعیدہ الاسدیہ'' تھا۔ یہ مکہ کی رہنے والی عورت تھی اور ہنر اور دست کاری اچھے طریقے سے نہیں جانتی تھی۔

عورتوں کو ہاتھ سے ہونے والے کام کاج سیکھنے چاہییے

دیکھو! قرآن کی اس آیت سے ہمیں ایک بہت اہم سبق سیکھنے کو ملتا ہے کہ عورتوں کو ہاتھ سے ہونے والے کام کاج سیکھنے چاہییے اور موقع ملنے پر کرنے بھی چاہییے، مثلاً سلائی کام ہے، اسی طرح بُننے کا کام جس کو گجراتی میں ''بھرت'' کام کہتے ہیں، اسی

طرح بُنائی کے کام جس کو ''گوٹھن'' کہتے ہیں، ایسے کام عورتوں کو سیکھنے چاہیے اور ضرورت کے موقع پر کرنے چاہیے، اس سے گھر کی ضرورت بھی پوری ہوگی اور ضرورت کے موقع پر یہ حلال روزی روٹی کا ذریعہ بھی بن جائیں گے۔

قدیم زمانے میں کپڑے بنانے کے طریقے

پرانے زمانے میں آج کی طرح مشینیں نہیں تھیں تو اس زمانے میں ہاتھ سے کپڑے تیار کرتے تھے، اس کے لیے ایک ہاتھ سے چلنے والی مشین ہوتی ہے جس کو ریٹیا (રેંટીયા) کہتے ہیں، اس کے اندر پنکھے جیسا ہوتا ہے جو گول گول چلتا ہے اور انگلی کی طرح ایک تکلہ ہوتا ہے اور ایک ڈمکڑا ہوتا ہے، روئی (cotton) جو کھیت میں سے نکلتی ہے اس کو اس پر لگا کر پہلے اس میں سے دھاگے تیار کرتے ہیں، پھر ان دھاگوں کو آپس میں ملا کر کپڑے بناتے ہیں۔

اسی طرح اونٹ پر جو بال ہوتے ہیں، بکریوں اور دُنبوں پر جو بال ہوتے ہیں ان کو کاٹ کر اس میں سے بھی کپڑے تیار کرتے ہیں۔

اسی طرح کھجور کی چھال سے بھی دھاگے بنا کر کپڑے تیار کرتے ہیں۔

یہ سب چیزیں شاید آپ کو جلدی سمجھ میں نہ آئے؛ اس لیے کہ اب زمانہ تیار (READYMADE) کپڑوں کا آگیا ہے، مشینوں کے اندر کپڑے تیار ہوتے ہیں؛ لیکن ابھی بھی دنیا میں یہ چیز ہے اور اس طرح جو کپڑے بنتے ہیں وہ بہت مہنگے ہوا کرتے ہیں۔

صبح سے شام تک محنت کر کے اس کو ضائع کر دیتی تھی

یہ عورت بھی اسی طرح اون اور کھجور کی چھال کے ریشے اور دھاگے جمع کرتی تھی اور اس میں سے رسّی بناتی تھی، اس کے پاس رسّی بنانے کے لیے جو چیزیں ضروری ہوتی ہیں وہ نہیں تھی اور اس کو ہاتھ کے کام بھی اچھی طرح نہیں آتے تھے۔

اس کا یہ روزانہ کا معمول تھا کہ صبح صبح یہ کام شروع کر دیتی اور دوپہر تک برابر کام کرتی رہتی تھی، خود بھی کرتی تھی، اپنی سہیلیوں کے پاس بھی کرواتی تھی اور اپنی کام والی باندیوں کے پاس بھی کرواتی تھی، ظاہر ہے کہ دوپہر تک یہ کام کرے گی تو کتنا سارا کام ہو جاتا ہوگا! لیکن یہ عورت پاگل جیسی تھی اور بڑی بات یہ تھی کہ اس کو دل میں وسوسے آتے رہتے تھے۔ وہ ایسی بے وقوف عورت تھی کہ جب دوپہر ہو جاتی تو جتنا کام محنت کر کے تیار کیا ہوتا وہ تمام کام اپنے ہاتھ سے توڑ ڈالتی تھی۔

عورتوں کو کام میں ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہیے

یہاں کی حالت تو مجھے معلوم نہیں، اپنے یہاں انڈیا میں ابھی بھی یہ سلسلہ ہے کہ محلوں میں عورتیں بعض کام آپس میں مل کر کرتی ہیں؛ جیسے کہ پاپڑ، پاپڑی وغیرہ بنانی ہو تو آپس میں مل کر بناتے ہیں، ایک دوسرے کی مدد کرنے کا یہ سلسلہ چلتا ہے، اِس سے آپس میں محبت بھی بڑھتی ہے، ایک دوسرے کے کام میں مدد ہو جاتی ہے اور خدمت بھی ہو جاتی ہے، پڑوسی کا حق بھی ادا ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس عورت کا قصہ قرآن میں ذکر فرما کر اس میں ہم لوگوں کے

لیے بڑی بڑی نصیحتیں بیان فرمائی ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن میں آئے ہوئے اِس واقعے سے نصیحت اور عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرماوے۔

وعدہ کر کے توڑنا نہیں چاہیے

ایک اہم بات یہ سیکھنے کو ملی کہ آپس میں جو وعدے اور معاہدے ہوتے ہیں ان وعدوں اور معاہدوں کو توڑنا نہیں چاہیے، خاص طور پر جو وعدہ کسی کے ساتھ کیا اور وہ شریعت میں جائز ہے، ناجائز نہیں ہے، حرام نہیں ہے، اسی طرح وہ وعدہ جو دو آدمیوں کے بیچ میں، دو پارٹیوں کے بیچ میں، دو کمپنیوں کے بیچ میں، دو جماعتوں کے بیچ میں، دو خاندانوں کے بیچ میں، دو ملکوں کے بیچ میں ہو اس وعدے کو پورا کرنا چاہیے، توڑنا نہیں چاہیے، وعدہ توڑنے کا بڑا بھاری گناہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اِس آیتِ کریمہ کے ذریعے ہم کو یہ نصیحت کی کہ جس طرح وہ مکہ کی پاگل عورت بہت محنت کر کے دھاگے تیار کر کے پھر اپنے ہاتھ سے توڑ ڈالتی تھی تم ایسے بے وقوف، پاگل جیسے مت بنو کہ پہلے تو تم کوئی وعدہ کرو، کوئی معاہدہ کرو پھر بلا وجہ اس کو توڑ ڈالو، ایسا نہیں ہونا چاہیے۔

خلافِ شرع وعدہ پورا کرنا جائز نہیں ہے

ہاں! جس وعدے میں کوئی شریعت کے خلاف بات ہو، حرام چیز کا وعدہ ہو ایسا وعدہ کرنا بھی گناہ ہے اور اس کے مطابق عمل کرنا بھی گناہ ہے؛ لہٰذا ایسا وعدہ، ایسا عہد جو شریعت کے خلاف ہو اس کو پورا نہیں کرنا چاہیے۔

منگنی بھی ایک وعدہ ہی ہے

ہماری شریعت میں منگنی بھی ایک وعدہ ہی ہے، دو خاندان والوں نے آپس میں وعدہ کرلیا کہ اِدھر کی لڑکی اور اُدھر کا لڑکا شادی کریں گے تو اس وعدے کو بلا وجہ نہیں توڑنا چاہیے؛ بلکہ اس کو پورا کرنا اور نبھانا چاہیے۔

فائدے والی چیز ضائع نہیں کرنی چاہیے

دوسری ایک اہم بات ہمیں یہ سیکھنے کو ملی کہ کوئی چیز فائدے والی ہو تو اس کو اپنے ہاتھ سے خراب نہیں کرنا چاہیے، دیکھو! اس عورت نے محنت کر کے رسی بنائی جو فائدے کی چیز ہے اور اس کو ختم کر دیا۔

پرانا سامان جس کو ہم استعمال نہ کرتے ہوں وہ ضرورت مندوں کو دے دینا چاہیے

اِس میں یہ بات بھی یاد رکھو کہ کوئی چیز ایسی ہے جو ہمارے کام میں نہیں آتی؛ لیکن دوسرے کے کام آسکتی ہے تو ایسی چیز بھی خراب نہیں کرنی چاہیے، دوسروں کو دے دینی چاہیے، ہمارے گھر میں چادر پرانی ہوگئی، اب۔ ماشاءاللہ۔ ہمارے گھر کا معیار ایسا ہوتا ہے کہ پرانی چادر ہم نہیں بچھاتے تو کوئی بات نہیں؛ لیکن پرانی چادر کو جلا مت ڈالو، کچرے کے ڈبے (DUSTBIN) میں مت ڈال دو؛ بلکہ وہ چادر کسی غریب کو صدقہ کردو، وہ اس کو کام آجائے گی۔

اسی طرح گھر میں بہت سارے برتن پرانے ہو جاتے ہیں، اب ہمارے کام میں نہیں آئیں گے، کوئی بات نہیں، آپ کے کام میں نہ آویں تو اس کو کباڑی میں بیچ کر دو پیسے حاصل کر سکتے ہو؛ لیکن اس سے اچھا یہ ہے کہ کسی غریب کو برتن صدقہ کر دو، جس کے یہاں برتن نہ ہو اس کو دے دو، اس کو کام آئیں گے۔

جوتے، چپّل، استعمال کی چیزیں، فرنیچر وغیرہ بہت ساری چیزیں ایسی ہوتی ہیں جس میں کوئی نہ کوئی فائدہ ہوتا ہے؛ لیکن اگر وہ ہمارے کام کی نہ ہو تو اس کو برباد نہیں کرنا چاہیے، کسی اور کو دے دینا چاہیے، ان شاء اللہ! وہ فائدہ اٹھائے گا تو اس کا ثواب بھی آپ کو ملے گا۔

حضرت قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ کا حال

حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ بہت بڑے اللہ کے ولی اور بزرگ تھے، ان کے انتقال کے بعد ہمارے یہاں لڑکا پیدا ہوا تو ہمارے حضرتؒ نے مجھے فرمایا: بیٹے کا نام بھی حضرتؒ کے نام سے ''صدیق احمد'' رکھ دے۔

وہ اللہ کے نیک بندے تھے، زندگی میں ایک ہی سفر انگلینڈ کا کیا۔

دیکھو! اللہ والوں کے یہاں چیزوں کی قدر کیسی ہوتی ہے؟

جب انگلینڈ تشریف لے گئے تو یہ کوک (COKE) کی جو کھالی بوتلیں ہوتی ہیں جس کو لوگ پی کر پھینک دیتے ہیں، حضرت کہنے لگے کہ: یہ بوتل پھینکو مت، میرے سامان میں رکھ دینا، میں انڈیا لے جاؤں گا، وہ ہم کو کام آئے گی، سوچو! اللہ والوں کا حال کیا ہوتا ہے!!!

انگلینڈ سے ایک دوست کی طرف سے بھیجے ہوئے پرانے کپڑے

اِس سال انگلینڈ سے ہمارے ایک دوست نے پرانے کپڑوں کے پارسل میرے پاس بھیجے کہ یہ عورتوں کے کپڑے ہیں، آپ جہاں چاہیں اس کو تقسیم کر دینا، میں نے وہ کپڑوں کے پارسل کھولے تو اس میں اتنے اچھے اچھے کپڑے نکلے کہ۔ میں رمضان میں روزے کی حالت میں بتلاؤں۔ تقریباً میری یاد کے مطابق چار ہمارے غریب حافظ، عالم کی شادی اس میں ہوئی، تین چار شادیوں میں دلہنوں کو دینے کے بعد دوسرے بہت سارے کپڑے بچے تو میں نے ہمارے اچھے اچھے علما کو بلایا کہ: اپنی بیوی کو لے کر آؤ اور یہ کپڑے رکھے ہوئے ہیں پسند کر کے جو چاہو لے جاؤ، بہت خوشی خوشی وہ کپڑے لے گئے، سب کپڑے الحمد للہ! اچھے کہلانے والے لوگ لے گئے۔

میں آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ ہمارے گھروں میں بہت ساری چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ ہم اس کو اپنے گھڑے ہوئے اونچے معیار کے خلاف سمجھتے ہیں اور ہم اپنے گھر میں ایسی چادر، ایسی چارپائی، ایسا فرنیچر، ایسا برتن، ایسے کپڑے استعمال نہیں کرتے، ہم کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے؛ اس لیے ہم نئی چیز لے آتے ہیں، ٹھیک ہے مگر وہ پرانی چیز کسی نہ کسی غریب کو صدقہ کر دو، اپنے سے کم درجے کے لوگوں کو دے دو، وہ اس کو استعمال کریں گے اور اس کا ثواب اللہ تعالیٰ ہم کو عطا فرمائیں گے۔

اپنے ہاتھ سے اپنی محنت کو برباد نہ کریں

ایک اور چیز بھی معلوم ہوئی کہ ہم جو محنت کریں تو اپنے ہاتھ سے اپنی محنت کو

برباد نہ کریں، بہت سی مرتبہ ہم محنت کر کے کوئی چیز تیار کرتے ہیں، پھر اپنے ہاتھ سے اس کو برباد کر دیتے ہیں، مثال کے طور پر کھانا بہت محنت کر کے آپ نے تیار کیا، کھانے کے بعد جو بچ گیا تو لالچ میں ''کل کھائیں گے، پرسوں کھائیں گے'' پڑا رہنے دیتے ہیں، پھر وہ سڑ جاتا ہے، بگڑ جاتا ہے اور آخر کار اس کو پھینک دیا جاتا ہے۔

اسی طرح بہت ساری چیزیں گھروں میں ڈبوں میں بھری ہوئی رہتی ہیں کہ کبھی کام آئیں گی اور بعد میں وہ چیز پرانی ہو کر استعمال کے لائق نہیں رہتیں، جب اس کو پکانے کے لیے نکالتے ہیں تو کہتے ہیں کہ: یہ تو بہت پرانا ہو گیا، اندر کیڑے پڑ گئے، پرانا ہونے کی وجہ سے مزہ باقی نہیں رہا، اس کو پھینک دو، نیا خرید کر لاؤ۔

اس طرح کی کھانے پینے کی تیار چیزیں، کچی چیزیں بہت ساری ایسی ہوا کرتی ہیں کہ ہم اس کو اپنے ہاتھ سے برباد کرتے ہیں، یہ غلط طریقہ ہے، ایسا نہیں ہونا چاہیے، یہ طریقہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے، آپ نے اتنی محنت کر کے کھانا پکایا، محنت کر کے کوئی چیز خرید کر لائے تو خود استعمال کر سکتے ہو تو استعمال کرو، ورنہ صدقہ کر دو؛ تاکہ وہ چیز برباد اور خراب نہ ہو جائے اور اللہ کے یہاں آپ کو اجر اور ثواب ملتا رہے۔

جب عبرت کے واسطے کسی کا حال بیان کریں تو اس کا نام نہ لیویں

یہ عورت پاگلوں جیسا کام کرتی تھی، اللہ تعالیٰ چاہتے تو اس کا نام بھی قرآن میں ذکر فرما دیتے؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا نام قرآن میں بیان نہیں فرمایا، صرف اس کی مثال بیان کی، اِس سے ہم کو ایک بہت اہم بات سمجھ میں آتی ہے کہ کسی عورت کی کوئی بات، کسی مرد کی کوئی بات عبرت یا نصیحت کے طور پر کسی کو بتلانا ہو تو اس کا نام نہیں

لینا چاہیے، نام چھپانا چاہیے؛ تا کہ اس عورت کی ذلتی اور رسوائی نہ ہو۔

کبھی کسی عورت یا کسی مرد کا کوئی قصہ ایسا ہو گیا جو دوسروں کو بتلانا ضروری ہو؛ تا کہ ویسی حالت سے ہم اور دوسرے لوگ بچ سکیں تو ایسے موقع پر ان کا نام نہیں لینا چاہیے؛ بلکہ یوں کہنا چاہیے: دیکھو! ایک عورت نے ایسا کیا تھا تو یوں نقصان ہوا تھا؛ اس لیے ہمیں ایسا کام نہیں کرنا چاہیے، نام لیے بغیر گول مول بتلانا چاہیے؛ تا کہ کام بھی ہو جائے اور اس بے چاری کی ذلتی بھی نہ ہو۔

جو کام کرو اچھا اور مضبوط کرو

اللہ تعالیٰ نے اِس آیت میں یہ لفظ ''مِنۢ بَعۡدِ قُوَّةٍ'' استعمال فرمایا، اس سے یہ بات بھی سیکھنے کو ملی کہ جو کام بھی کرو مضبوط اور اچھے طریقے سے کرو، حدیث میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

عن عائشة رضی الله عنها أن رسولَ الله صَلَّى اللهُ عليه و سلم قال:إِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ يُحِبُّ إِذَا عَمِلَ أَحَدُكُمْ عَمَلًا أَنْ يُّتْقِنَهُ (البیهقی)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ تم میں سے جب کوئی آدمی کوئی کام کرے تو اس کو بہت مضبوط کرے۔

یہ حدیث حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمائی کہ کوئی بھی کام کرو تو اس کو مضبوط کرو، پکا کرو، یہ چیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو بڑی پسند ہے۔

ایک اور چیز حدیث میں ارشاد فرمائی:

إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الإِحْسَانَ عَلٰى كُلِّ شَئٍ۔(مجمع الزوائد)

اللہ نے ہر چیز میں احسان یعنی اس کو اچھے طریقے سے کرنا یہ ضروری قرار دیا۔

آج کل ''کمزور کام کرنے'' کی ایک عادت بن گئی ہے، تعمیرات کمزور، استعمال کی چیزیں کمزور؛ یعنی اس کو جیسا پختہ اور مضبوط بنانا چاہیے ویسا نہیں بناتے، پھر تھوڑے دنوں کے بعد اس کو ٹھیک کروانا پڑتا ہے اور اسی میں لوگ لگے رہتے ہیں، آج کل یہ بہت افسوس اور دکھ کی بات ہے کہ ہمارا مکان، مسجد، مدرسہ کوئی بھی چیز مضبوط نہیں بناتے، چالیس، پچاس سال میں پھر اس کو بنانا پڑتا ہے، یہ اچھی بات نہیں ہے۔

آپ آکر دیکھو! دہلی میں ''جامع مسجد'' ہے، آگرہ میں مسجدیں ہیں، اتنی مضبوط مسجدیں بنی ہیں کہ پانچ سو، چھ سو سال ہو گئے؛ لیکن ابھی تک وہ مسجدیں جیسی کی ویسی کھڑی ہیں، بنانے والوں کو کتنا زیادہ ثواب ملتا ہوگا؟

اِسی طرح گھر بھی مضبوط بناؤ، مضبوط گھر بنائیں گے تو پوتے، نواسے استعمال کریں گے اور دعا دیں گے کہ ہمارے دادا، دادی، نانا، نانی نے یہ مکان بنایا تھا، ہم بھی استعمال کر رہے ہیں۔

بہت سے لوگوں کا مزاج ہوتا ہے کہ جیسا ویسا کام کر ڈالتے ہیں یہ مناسب نہیں ہے، حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ہمیں ہر چیز اچھی طرح بنانے کی تعلیم دی ہے، جو کام تم کرو اچھے طریقے سے کرو، نماز اچھی، وضو اچھا، روزہ اچھا، گھر کا کام کاج بھی اچھا۔

اسی طرح اتنی محنت کر کے آپ روٹی بناؤ، سالن بناؤ تو ذرا اس کو اچھے ڈھنگ سے بناؤ، اس کو بگاڑو مت، یہ بگاڑ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔

ایک بہت ہی قیمتی مشورہ

میں اس کی مثال آج کل لوگوں کو یوں دیا کرتا ہوں کہ ایک بھائی ہمارے حضرت سے مسئلہ پوچھنے آیا کہ: یہ بناوٹی تانبے، پیتل، کانچ کی چوڑیاں وغیرہ پہننا، پہنانا جائز ہے کہ نہیں؟

اس کو ہمارے حضرت نے بہت اچھا جواب دیا کہ: یہ بناوٹی چیزوں کے پیچھے پیسے خرچ کرنے کے بجائے دس پندرہ مرتبہ بناوٹی چیزیں خریدنے کے پیسے جمع کر کے چاندی اور سونا پہنادو تمھارا کام ہو جائے گا۔

آج کل کے اِس فیشن کے زمانے میں بہت ساری چیزیں جو صرف دکھاوے (SHOW) کی ہوتی ہے، جس کو لوگ خریدتے ہیں اور اس پر پیسے خرچ کرتے ہیں، تھوڑے دن میں وہ خراب ہو جاتی ہیں، یا اس کی عمدگی اور چمک کم ہو جاتی ہے، پھر اس کو پھینک دیتے ہیں، اس کے بجائے پیسے جمع کر کے سونا، چاندی خرید لو، اپنے استعمال کے لیے چھوٹی چھوٹی چیزوں کے بجائے اچھی اور مضبوط چیز خرید لو ان شاءاللہ! دیر تک اس کا فائدہ ہوگا اور دیر تک اس کو استعمال کرنا نصیب ہوگا۔

فیشن والی چیزوں کی کوئی گارنٹی نہیں ہوتی

ایک جگہ فیشن کی ایک تھیلی تھی، اس پر ایک بات لکھی ہوئی تھی کہ:

''فیشن کے زمانے میں گارنٹی کی امید نہیں رکھنی چاہیے''۔

یعنی فیشن والی (FASHIONABLE) چیزیں ایسی کمزور بنتی ہیں کہ

گارنٹی کی امید نہیں رکھنے کی، صبح سے شام تک بھی چل جائے تو تمھارے پیسے وصول؛ لیکن ہمارا دین ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ اس طرح اپنے پیسوں کو فضول برباد نہیں کرنا چاہیے۔

اِس واقعہ کا ایک اہم پیغام:

نیکیاں کر کے گناہوں سے برباد نہیں کرنا چاہیے

جس طرح کام کر کے برباد کر دینے والی یہ عورت ہمیشہ کے لیے بے وقوف کہلائی ایسے ہی ہم نیکیاں کر کے اس کو گناہوں سے برباد کر دیتے ہیں تو ہم بھی اللہ تعالیٰ کی نظر میں بے وقوف ہوئے۔

بہر حال! اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اس عورت کا واقعہ بیان فرمایا اور یہ ترغیب دی کہ بلا ضرورت عہد اور وعدے مت کرو اور اگر ضرورت کے وقت معاہدے کرو تو اس کو پورا کرو، سب سے بڑی چیز اپنی زندگی کے ٹائم کی قدر کرو، یہ عورت جس طرح کرتی تھی اس طرح اپنے ٹائم کو برباد مت کرو۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

❁❁❁

مکہ مکرمہ کی کمزور مؤمن عورتوں کا واقعہ

اس واقعے اور آیات سے سیکھنے کی باتیں

① کمزوروں کی مدد کا حکم خود اللہ تعالیٰ نے دیا، ان کی طرف داری میں قتال کا بھی حکم دیا۔

② کمزوروں کے لیے ہجرت جیسے اہم حکم میں بھی خصوصی رعایت کی گئی۔

③ جب بندے اور اس کے رب کی عبادت کے درمیان رکاوٹیں ڈالی جارہی ہوں تو پھر وہاں سے ہجرت کرنا واجب ہوتا ہے۔

④ تمام مسلمانوں پر اپنے مؤمن بھائیوں کو ظالم اور کافروں کی قید سے چھڑانا واجب ہے، اسی طرح ہر مسلمان کو ہر ظالم کی تکلیف سے یا کسی چور اور ڈاکو کی لوٹ مار سے چھڑانا لازم ہے۔

⑤ لفظ ''لا یستطیعون حیلۃ'' سے معلوم ہوا کہ دشمن کی سختی اور اس کے ظلم سے بچنے کے لیے مناسب حیلہ (تدبیر و بہانہ) کرنا جائز ہے۔

⑥ مظلوموں کے لیے دعا یہ بھی بہت بڑی مدد ہے، کم از کم اس کی تو پابندی ضرور کرنی چاہیے۔

⑦ قیدیوں کو چھڑانے میں رقم خرچ کرنا بہت بڑا ثواب ہے۔

⑧ مظلوم قیدیوں کے گھر والوں کا خیال رکھنا بھی عبادت ہے۔

⑨ غیر مسلم یا جانور بھی مظلوم ہو تو اس کی بھی مدد کرنی چاہیے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰه نَحْمَدُه وَنَسْتَعِيْنُه وَنَسْتَغْفِرُه وَنُؤْمِنُ بِه وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْه وَنَعُوْذُ بِاللّٰه مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ يَّهدِهِ اللّٰهُ فَلَامُضِلَّ لَه وَمَنْ يُّضْلِلْه فَلَاهادِىَ لَه وَنَشْهدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَه لَاشَرِيْكَ لَه وَنَشْهدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ شَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُه،صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْه وَ عَلٰى اٰلِه وَاَصْحَابِه وَذُرِّيَّاتِه وَ اَهلِ بَيْتِه وَاَهلِ طَاعَتِه، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْراً

اَمَّا بَعْدُ!فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۙ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴿٧٥﴾(النساء)

ترجمہ: (اے مسلمانو!) اور تمھارے پاس کیا عذر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اور ان کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر تم نہ لڑو، جو یوں (دعا مانگتے ہوئے) کہتے ہیں: اے ہمارے رب! آپ ہم کو اس بستی سے نکال دیجیے جس (بستی) کے لوگ ظالم ہیں، اور آپ ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی حمایت کرنے والا مقرر کردیجیے اور آپ ہی ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی مدد کرنے والا بھیج دیجیے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿٩٧﴾ اِلَّا

الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا
يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۹۸﴾ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا
غَفُوْرًا ﴿۹۹﴾ وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ
وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ
اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۰﴾ (النساء)

ترجمہ: یقیناً جنھوں نے (مکہ سے مدینہ ہجرت نہ کر کے) اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا (اور اسی حالت میں) فرشتے ان کی روح قبض کرنے آتے ہیں تو وہ (فرشتے) کہتے ہیں: تم (دنیا میں) کس حالت میں تھے؟ تو وہ (ہجرت نہ کرنے والے جواب میں) کہتے ہیں کہ: ہم زمین میں بے بس تھے، تو وہ (فرشتے) کہتے ہیں: کیا اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ نہیں تھی؟ سو تم ہجرت کر کے وہاں چلے جاتے، لہٰذا ایسے ہی لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ (جہنم) بہت ہی برا انجام ہے ﴿۹۷﴾ مگر جو مرد اور عورتیں اور بچے (واقعی) بے بس (یعنی کمزور) تھے، جو (ہجرت کی) کوئی تدبیر نہیں کر سکتے تھے اور (نکلنے کا) کوئی راستہ بھی نہیں جانتے تھے ﴿۹۸﴾ تو پوری امید ہے کہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ معاف کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ تو بڑے معاف کرنے والے، بڑے بخشنے والے ہیں ﴿۹۹﴾ اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہجرت کرتا ہے تو اس کو زمین میں بڑی جگہ اور وسعت ملے گی اور جو شخص بھی اپنے گھر سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلے گا، پھر موت نے آ کر اس کو پکڑ لیا تو اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ثابت ہو چکا اور اللہ تعالیٰ تو بہت زیادہ معاف کرنے والے، بڑے رحم کرنے والے ہیں ﴿۱۰۰﴾

وقال تعالیٰ: هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۲۵﴾ (الفتح)

ترجمہ: یہ (مکہ والے) وہی تو (لوگ) ہیں جنھوں نے کفر اپنایا اور تم کو مسجدِ حرام سے (روکا) اور قربانی کے جو جانور (حدیبیہ میں) رکے ہوئے تھے اُن کو اپنی جگہ (منیٰ) تک پہنچنے سے روک دیا اور اگر کچھ ایمان والے مرد اور کچھ ایمان والی عورتیں (مکہ میں) نہ ہوتیں جن کو تم پہچانتے نہیں تھے کہ (خطرہ یہ تھا کہ خبر نہ ہونے کی وجہ سے) تم ان کو پیس ڈالتے، پھر ان (بے گناہ مسلمانوں) کی وجہ سے تم کو بے خبری میں نقصان (یعنی رنج اور افسوس) پہنچتا (تب تو لڑائی ہو جاتی اسی طرح جنگ سے روکنے کی یہ حکمت بھی تھی) تاکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں اپنی رحمت (یعنی ایمان) میں داخل کریں، (ہاں!) اگر (اس طرح کہ) وہ (ایمان والے) الگ ہو گئے ہوتے تو ہم اُن (مکہ والوں) میں سے جو کافر تھے اُن کو دردناک سزا دیتے۔

یہ سورۂ نساء اور سورۂ فتح کی آیتیں ہیں، ان آیتوں میں ان ایمان والے کمزور مرد اور کمزور عورتوں کا ذکر ہے جو مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔

ہجرت کا حکم

شروع اسلام میں جب مکہ والوں کی طرف سے مسلمانوں پر بہت زیادہ ظلم و ستم ہونے لگے اور مسلمانوں کے لیے دینِ اسلام پر عمل کرنا اور اس پر قائم رہنا مشکل

ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا حکم آیا، اس زمانے میں ہجرت کرنا فرض تھا، اگر کوئی آدمی ایمان والا ہو تو اس کا ایمان اسی وقت مقبول ہوتا تھا جب وہ اللہ کے راستے میں ہجرت کرتا، اس حکم کے نتیجے میں بہت سارے مسلمان آہستہ آہستہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے، حضرت نبی کریم ﷺ بھی ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے۔

بعض مجبور عورتیں اور مرد جو ہجرت نہ کر سکے

لیکن کچھ لوگ بے چارے مکہ میں رہ گئے؛ حالاں کہ وہ پکے ایمان والے تھے؛ لیکن وہ ہجرت نہیں کر سکے، ہجرت نہ کرنے کی ایک وجہ یہ تھی کہ:

① ان کے جسم اور بدن کمزور تھے، کوئی معذور، کوئی بوڑھا، اور کوئی بیمار تھا۔

② کچھ ایسے تھے جن کے پاس ہجرت کے لیے ضروری سامان: سواری، پیسے وغیرہ کچھ نہیں تھا؛ کیوں کہ اُس زمانے کا مکہ سے مدینہ کا سفر تقریباً آٹھ، دس دن کا ہوتا تھا، جس کے لیے سواری، کھانے، پینے کا خرچ یہ سب ضروری تھا۔

③ کافروں نے بھی ان کو ہجرت کرنے سے روک دیا تھا اور ان پر پابندی لگا دی تھی، اور کافر برابر کوشش میں رہتے تھے کہ کوئی ہجرت کر کے نہ جاوے، کوئی ہجرت کرتے ہوئے پکڑا گیا تو اس کو قید کر دیتے تھے، اگر کسی کے متعلق معلوم ہوتا کہ وہ ہجرت کرنے والے ہیں تو سختی شروع کر دیتے تھے اور ان کی سخت نگرانی کرتے تھے۔

④ بعض لوگوں کو راستے کے لیے کوئی رہبر نہیں مل رہا تھا اور اُس زمانے میں آج کی طرح باقاعدہ راستے بنے ہوئے نہیں تھے کہ آدمی نشان دیکھ کر منزل پر پہنچ جائے۔

⑤ بعض لوگ اپنی کمزوری کی وجہ سے اسلام کو چھپاتے تھے؛ چونکہ اسلام

ظاہر کرنے کی صورت میں کافر تکلیف دیتے تھے؛ اسی لیے ایمان لانے کے بعد انھوں نے ایمان کو چھپا کر رکھا:

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَىٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ.

ترجمہ: مگر یہ کہ جس آدمی پر زبردستی کی گئی اور اس کا دل ایمان پر قائم (یعنی برقرار) ہو (تو اس پر کوئی پکڑ نہیں ہوگی) (النحل:۱۰۶)

اسی لیے بعض روایتوں میں آتا ہے کہ: كان قومٌ بمكةَ قد أَسْلَمُوا، فَلَمَّا هَاجَرَ رسولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم كَرِهوا أن يهاجروا وخافوا.

ترجمہ: مکہ میں ایک جماعت اسلام لے آئی تھی، پھر جب اللہ کے رسول ﷺ نے ہجرت فرمائی تو انھوں نے ہجرت نہیں کی اور وہ ڈرتے تھے۔

کمزور لوگ کتنے تھے؟

حضرت ابو جمعہ جنید الانصاری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ان کمزور عورتوں کی تعداد بھی بیان ہوئی ہے، فرماتے ہیں کہ: ہم تین (۳) مرد اور نو (۹) عورتیں تھیں جن کے بارے میں یہ آیتِ کریمہ ﴿وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ﴾ اللہ تعالیٰ نے اتاری تھی۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ: دو عورتیں اور سات مرد تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: كنتُ أنا وأمي منهم.

یعنی میں اور میری والدہ بھی ان لوگوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے معذور قرار دیا تھا۔

اوران لوگوں میں عیاش بن ابی ربیعہ، سلمہ بن ہشام وغیرہ بھی شامل ہیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد دوسرے نمبر پر ایمان لانے والی عورت

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی والدہ ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا ہیں، ان کا نام لبابہ ہے، ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں۔

''بناتِ حارث'' کے نام سے یہ نو بہنیں تھیں جن کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''الاخوات المؤمنات؛ یعنی ایمان والی بہنیں'' فرمایا تھا، ان میں ایک اسماء بنت عُمیس رضی اللہ عنہا تھیں جو ماں کی طرف سے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کرلیا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آ گئیں۔ (قرطبی)

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا کا نسب اوپر جا کر ''مضر'' خاندان سے جا ملتا ہے۔

یہ ام المؤمنین سیدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد دوسری خاتون تھیں جو اسلام لائیں اور پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہوجانے کے بعد انھوں نے مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تھی، حضرت عباس رضی اللہ عنہ مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے والے آخری صحابی ہیں۔

بغیر مجبوری کے ہجرت نہ کرنے والوں پر جہنم کی وعید

جولوگ ہجرت کرنے کی طاقت رکھتے تھے اس کے باوجود انھوں نے ہجرت نہیں کی، ان کے بارے میں اللہ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ

قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ قَالُوْۤا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۹۷﴾

ترجمہ: یقیناً جنھوں نے (مکہ سے مدینہ ہجرت نہ کرکے) اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا (اور اسی حالت میں) فرشتے ان کی روح قبض کرنے آتے ہیں تو وہ (فرشتے) کہتے ہیں: تم (دنیا میں) کس حالت میں تھے؟ تو وہ (ہجرت نہ کرنے والے جواب میں) کہتے ہیں کہ: ہم زمین میں بے بس تھے، تو وہ (فرشتے) کہتے ہیں: کیا اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ نہیں تھی؟ سو تم ہجرت کرکے وہاں چلے جاتے، لہٰذا ایسے ہی لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ (جہنم) بہت ہی برا انجام ہے ﴿۹۷﴾

یعنی وہ لوگ جو مکہ معظّمہ اور دوسرے مقامات پر اسلام لا چکے تھے؛ لیکن کسی مجبوری کے بغیر مدینہ کی طرف ہجرت نہیں کررہے تھے اور دار الاسلام کی زندگی چھوڑ کر دار الکفر میں رہنے پر خوش تھے ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے۔

روایات میں ہے کہ: اہلِ مکہ کی ایک جماعت مسلمان ہوگئی اور ان لوگوں نے آں حضرت ﷺ کے سامنے ایمان کا اظہار بھی کیا؛ مگر جب رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کی تو انھوں نے مکہ میں اپنی قوم کے پاس رہنا پسند کیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (قرطبی)

کمزور اور بے بس لوگ معذور ہیں

پھر بعد والی آیت میں بے بس، کمزور مردوں، اور عورتوں اور بچوں کو جو واقعی بے بس اور معذور تھے، ان کو الگ بتایا گیا:

اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ

حِيۡلَةً وَّلَا يَهۡتَدُوۡنَ سَبِيۡلًا ﴿۹۸﴾ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنۡ يَّعۡفُوَ عَنۡهُمۡ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوۡرًا ﴿۹۹﴾ (النساء)

ترجمہ: مگر جو مرد اور عورتیں اور بچے (واقعی) بے بس (یعنی کمزور) تھے، جو (ہجرت کی) کوئی تدبیر نہیں کر سکتے تھے اور (نکلنے کا) کوئی راستہ بھی نہیں جانتے تھے ﴿۹۸﴾ تو پوری امید ہے کہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ معاف کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ تو بڑے معاف کرنے والے، بڑے بخشنے والے ہیں ﴿۹۹﴾

یعنی بالکل مجبوری کی وجہ سے ہجرت نہ کر سکے تو گناہ نہیں ہوگا۔

کمزوروں پر مشرکینِ مکہ کا ظلم وستم

جب یہ چند کمزور مسلمان مکہ میں رہ گئے تو مکہ والے ان پر بڑا ظلم کرنے لگے:

① وہ لوگ ان کمزوروں کو قید میں ڈال کر مارتے تھے۔

② ان کو بھوکے پیاسے رکھ کر سزا دیا کرتے تھے۔

③ اسی طرح وہ ان اللہ کے بے بس کمزور بندوں اور بندیوں کو مکہ کی سخت تپتی ہوئی زمین پر پھینک دیا کرتے تھے؛ تا کہ یہ کمزور لوگ اسلام کو چھوڑ دے۔

ان کا ظلم مردوں اور عورتوں کے ساتھ ساتھ بچوں پر بھی حد سے زیادہ ہو گیا تھا؛ تا کہ ان بچوں کی تکلیف دِکھا کر ان کے ماں باپ کو دینِ اسلام سے ہٹانے کی کوشش کر سکیں؛ مگر وہ لوگ ان ساری کوششوں کے باوجود اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔

مظلوموں کی دعا

جب ظلم حد سے زیادہ بڑھ گیا تو ان کمزور مسلمان مرد اور عورتوں نے اللہ تعالیٰ

سے دعا کرنی شروع کی، ایک دعا تو یہ کی:

رَبَّنَآ اَخۡرِجۡنَا مِنۡ هٰذِهِ الۡقَرۡيَةِ الظَّالِمِ اَهۡلُهَا.

ترجمہ: جو یوں (دعا مانگتے ہوئے) کہتے ہیں: اے ہمارے رب! آپ ہم کو اس بستی سے نکال دیجیے جس (بستی) کے لوگ ظالم ہیں۔

یعنی ظالموں کے ملک سے نکلنے کے اسباب پیدا فرما دیجیے، معلوم ہوا کہ اسباب آسانی کی ساتھ حاصل ہوجائے اس کے لیے بھی اللہ سے دعا کرنی چاہیے، چاہے وہ اسباب دین کے ہو، دنیا کے ہو، گھریلو ہو، کسی بھی قسم کے ہو، وہ آسانی سے حاصل ہوجائے اس کے لیے بھی دعا کرنی چاہیے۔

دوسری دعا یہ کی:

وَاجۡعَلۡ لَّنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجۡعَلۡ لَّنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ نَصِيۡرًا ۝۷۵

ترجمہ: اور آپ ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی حمایت کرنے والا مقرر کر دیجیے اور آپ ہی ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی مدد کرنے والا بھیج دیجیے۔

یعنی اے اللہ! ہم بے سہارا ہیں، کوئی ہمارا مکہ میں مدد کرنے والا نہیں ہے، کوئی ہماری حفاظت کرنے والا نہیں ہے، اے اللہ! آپ ہی ہماری مدد کرنے والے، ہماری حفاظت کرنے والے ہیں، آپ اپنے خزانۂ غیب سے مدد عطا فرما دیجیے۔

دین دار والی اللہ کی نعمت

اِس سے معلوم ہوا کہ اپنے اوپر کوئی مناسب دین دار ”والی، ذمے دار یا سرپرست“ ہو یہ بھی اللہ کی بڑی نعمت ہے، آدمی پر کوئی نیک، فکرمند، ذمے دار اور

سرپرست نہ ہو تو آدمی کے بگڑ جانے کا بڑا خطرہ رہتا ہے؛ اسی لیے کہتے ہیں کہ:

جس کا کوئی والی نہیں ہوتا اس کا والی شیطان ہوا کرتا ہے۔

مظلوموں کی دونوں دعائیں قبول ہوئیں

اللہ تعالیٰ نے ان کمزور اور مظلوم مسلمانوں کی یہ دونوں دعائیں قبول فرمائیں، ان میں سے بعض حضرات تو کسی نہ کسی طرح مدینہ ہجرت کرنے میں کامیاب ہو گئے، اور سات سال کے بعد آٹھویں سال اللہ نے مکہ کو بھی فتح فرما دیا، اور حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو مکہ کا والی اور گورنر بنا دیا، اور وہاں جو کمزور اور مظلوم مسلمان تھے ان کو عافیت نصیب ہوئی، اسی طرح دوسری دعا بھی قبول ہوئی۔

دوسری ایک اہم بات جو اس آیت سے معلوم ہوئی کہ کمزوروں اور مظلوموں کی مدد کرنا ہمارے دین میں بہت بڑی عبادت ہے، کمزوروں اور مظلوموں کو ظالم سے چھڑانا اور اس کے لیے ہر ممکن کوشش کرنا یہ ایمانی فریضہ ہے، اس کے لیے جس قسم کی کوشش کرنی پڑے کرنی چاہیے، ضرورت پڑے تو جنگ کریں، قانونی کارروائی کی ضرورت ہو تو وہ کریں، پُرامن احتجاج کی ضرورت ہو تو وہ کریں۔

اسی طرح مظلوم جو بھی ہو، چاہے مسلمان ہو یا غیر مسلم ہو؛ یہاں تک کہ اگر جانور بھی ہو تو اس کو ظلم سے نجات دلوانا یہ بہت بڑے ثواب کا کام ہے۔

حضرت نبی کریم ﷺ بھی ان مظلومین کے لیے دعا فرماتے تھے

حضرت نبی کریم ﷺ مکہ کے ان کمزور مسلمانوں کے لیے باقاعدہ نماز میں دعا

فرماتے تھے:

عن ابی هريرة بينا النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يصلي العشاء إذقال: سمع الله لمن حمد، ثم قال قبل أن يسجد:

اللهم نج عياش بن ابي ربيعة، اللهم نَجِّ سلمة بن هشام، اللهم نج الوليد بن الوليد، اللهم نج المستضعفين من المؤمنين، اللهم اشدد وطأتک على مضر، اللهم اجعلها سنين كسني يوسف. (البخاري)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس درمیان کہ آپ ﷺ عشا کی نماز پڑھا رہے تھے، کہ آپ نے (رکوع سے اٹھتے ہوئے) ''سمع اللہ لمن حمدہٗ'' کہا، پھر سجدہ کرنے سے پہلے یہ دعا فرمائی: اے اللہ! عیاش ابن ربیعہ کو نجات عطا فرما۔ اے اللہ! سلمہ ابن ہشام کو نجات عطا فرما۔ اے اللہ! ولید بن ولید کو نجات عطا فرما۔ اے اللہ! کمزور مسلمانوں کو نجات عطا فرما۔ اے اللہ! اپنی پکڑ قبیلۂ مضر پر سخت کر دیجیے۔ اے اللہ! ان کو حضرت یوسفؑ کے قحط کی طرح قحط میں مبتلا فرما۔

اس واقعے اور آیات سے سیکھنے کی باتیں

① کمزوروں کی مدد کا حکم خود اللہ تعالیٰ نے دیا، ان کی طرف داری میں قتال کا بھی حکم دیا۔

② کمزوروں کے لیے ہجرت جیسے اہم حکم میں بھی خصوصی رعایت کی گئی۔

③ جب بندے اور اس کے رب کی عبادت کے درمیان رکاوٹیں ڈالی جارہی ہوں تو پھر وہاں سے ہجرت کرنا واجب ہوتا ہے۔

④ تمام مسلمانوں پر اپنے مؤمن بھائیوں کو ظالم اور کافروں کی قید سے چھڑانا واجب ہے، اسی طرح ہر مسلمان کو ہر ظالم کی تکلیف سے یا کسی چور اور ڈاکو کی لوٹ مار سے چھڑانا لازم ہے۔

⑤ سورۃ الفتح کی آیت سے مسلمانوں کے بارے میں احتیاط برتنے کے ضروری ہونے کا حکم معلوم ہوا؛ تاکہ کسی مؤمن مرد اور کسی مؤمن عورت کو انجانے میں تکلیف نہ دی جاسکے۔

⑥ لفظ ''لا یستطیعون حیلة'' سے معلوم ہوا کہ دشمن کی سختی اور اس کے ظلم سے بچنے کے لیے مناسب حیلہ (تدبیر و بہانہ) کرنا جائز ہے۔

⑦ مظلوموں کے لیے دعا یہ بھی بہت بڑی مدد ہے، کم از کم اس کی تو پابندی ضرور کرنی چاہیے۔

⑧ قیدیوں کو چھڑانے میں رقم خرچ کرنا بہت بڑا ثواب ہے۔

⑨ مظلوم قیدیوں کے گھر والوں کا خیال رکھنا بھی عبادت ہے۔

⑩ غیر مسلم یا جانور بھی مظلوم ہو تو اس کی بھی مدد کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان سب کہی ہوئی باتوں پر عمل کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

وأخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

ام المؤمنین

حضرت زینب بنت جحش

رضی اللہ عنہا کا واقعہ

مختصر تعارف

نام: زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا۔

اصل نام ''برّہ'' تھا؛ مگر نبیٔ کریم ﷺ نے ان نام زینب رکھ دیا۔ معلوم ہوا کہ کسی مرد یا عورت کا نام نامناسب ہو تو بدل دینا چاہیے۔

قبیلۂ قریش کے خاندان اسد بن خزیمہ سے ہیں۔

آپ کا لقب ''ام الحکیم'' تھا۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی پھوپھی محترمہ امیمہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ان سے ہجرت کے پانچویں سال شادی کی تھی۔

اس وقت ان کی عمر پینتیس (۳۵) سال تھی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا اس بات پر فخر کیا کرتی تھیں کہ ان کا نکاح اللہ تبارک و تعالیٰ نے پڑھایا۔

آپ رضی اللہ عنہا کا شمار حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی سب سے زیادہ فضیلت والی ازواجِ مطہرات میں ہوتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا کے سبب سے پردے کا حکم نازل ہوا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تم (ازواجِ مطہرات) میں سے مجھ سے جلد وہ ملے گی جس کا ہاتھ لمبا ہوگا (یعنی جو زیادہ سخی ہوگی) چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا اس بشارت کا مصداق بنیں اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد سب سے پہلی ازواجِ مطہرات میں سے وفات پانے والی آپ ہی ہیں۔ آپ کی وفات ۲۰ سنہ ھ میں ترپن (۵۳) سال کی عمر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہوئی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى. اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ﴿۳۶﴾ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۳۷﴾ (الأحزاب)

ترجمہ: اور جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کسی بات کا فیصلہ کر دیویں تو کسی ایمان والے مرد اور ایمان والی عورت کو اپنے معاملے میں کوئی اختیار باقی نہیں رہتا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے یقیناً وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا ﴿۳۶﴾ (اے نبی!) جس آدمی (یعنی زید) پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا اور تم نے بھی احسان کیا اس سے تم فرما رہے تھے کہ تم اپنی بیوی (یعنی زینب) کو اپنے نکاح میں رہنے دو اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور (اے نبی!) تم اپنے دل میں وہ بات چھپا رہے تھے جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے ہی والے تھے اور تم لوگوں (کے طعنے) سے ڈر رہے تھے؛ حالاں کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنا چاہیے، پھر جب زید نے اس عورت سے اپنی حاجت پوری کر لی تو ہم نے اس (زینب) سے تمھارا نکاح کرا دیا؛ تاکہ ایمان والوں کے لیے اپنے منہ بولے (یعنی لے پالک) بیٹوں کی بیویوں سے نکاح کرنے میں کوئی تنگی (یعنی

گناہ، حرج) نہ رہے، جب کہ ان لے پالکوں نے ان سے (طلاق دے کر) تعلق ختم کر دیا ہو اور اللہ تعالیٰ کا حکم تو پورا ہو کر ہی رہنے والا تھا ﴿۳۷﴾

یہ قرآنِ مجید میں بائیسویں پارے میں سورۃ الاحزاب کی آیتیں آپ کے سامنے تلاوت کیں، اِن آیتوں میں ایک بہت ہی نیک اور پاکیزہ عورت کی پہلی اور دوسری شادی کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

ایک صحابی ہیں جن کا نام ''حضرت زید رضی اللہ عنہ'' ہے، یہ غلام تھے، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عکاظ کے بازار سے خریدا اور آزاد کر کے ان کو اپنا بیٹا بنا لیا تھا، عربی میں اس کو ''متبنیٰ'' کہتے ہیں، اردو میں ''لے پالک'' اور انگلش میں (adopt) کرنا کہتے ہیں۔

زمانۂ جاہلیت کی ایک غلط رسم

حضرت زید رضی اللہ عنہ کو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متبنیٰ بنا لیا تھا اور عرب میں ایک قانون تھا کہ اپنے متبنیٰ بیٹے کو اپنے سگے بیٹے کے برابر سمجھتے تھے، جس طرح کوئی آدمی اپنے سگے بیٹے کی بیوی سے یعنی بہو سے۔ بیٹا چاہے اپنی بیوی کو طلاق دے دیوے یا بیٹے کا انتقال ہو جاوے۔ نکاح نہیں کر سکتا، اسی طرح عربوں کے یہاں یہ بات بھی مشہور تھی کہ اپنے متبنیٰ لڑکے کی بیوی کے ساتھ بھی کبھی نکاح نہیں کر سکتا۔

لے پالک حقیقی بیٹا نہیں ہے

یہ غلط بات مشہور تھی، اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اس غلط بات کی اصلاح

فرمائی کہ: نہیں! حقیقی بیٹا الگ ہے، حقیقی بیٹے کی بیوی کے ساتھ تو نکاح نہیں ہوسکتا؛ لیکن متبنی بیٹے کی بیوی کے ساتھ۔ اگر وہ طلاق دے دے یا وہ مرجائے۔ نکاح ہوسکتا ہے، یہ بات اللہ تعالیٰ نے قرآن کی ایک آیت کے ذریعے سے بھی بیان فرمائی اور خود نبیٔ کریم ﷺ سے عملی طور پر بھی لوگوں کے سامنے اللہ نے اس کو ظاہر کروایا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ سے بڑی محبت تھی، ان کے ابا اور چچا لینے کے لیے آئے تو وہ نہیں گئے، حضور ﷺ ہی کے پاس رہنے کا انھوں نے فیصلہ کیا، وہ بڑا عجیب وغریب قصہ ہے ان شاء اللہ! پھر کبھی وہ آپ کو سنائیں گے۔

نوٹ: حضرت زید رضی اللہ عنہ کا مفصل تذکرہ بندے کا ملکِ شام کا سفرنامہ ''دیکھی ہوئی دنیا'' کے تیسرے حصے میں ملاحظہ فرمائیں۔

خیر! حضرت زید رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے متبنیٰ (لے پالک) تھے اور پورے مکہ میں لوگ ان کو ''زید ابن محمد'' کہتے تھے یعنی زید نبیٔ کریم ﷺ کے بیٹے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ آیاتِ کریمہ نازل فرمائی:

وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝۴ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ. (الأحزاب)

ترجمہ: اور تمھارے منہ بولے بیٹوں (لے پالک) کو (حقیقی، سچا) بیٹے نہیں بنایا، یہ تو تمھاری بات ہی بات ہے جو تم منہ سے کہتے ہو اور اللہ تو سچی بات کہتے ہیں اور وہی سیدھا راستہ بتلاتے ہیں ﴿۴﴾ تم ان کو ان کے (حقیقی) باپوں کے نام سے پکارا کرو، یہی طریقہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پورے انصاف کا ہے، پھر اگر تم کو ان کے (اصلی)

باپ معلوم نہیں ہے تو وہ تمھارے دینی بھائی اور تمھارے دوست ہیں۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۴۰﴾ (الأحزاب)

ترجمہ: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمھارے مردوں میں سے کسی کے (نسبی) باپ نہیں ہیں؛ لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور نبیوں میں سب سے آخری نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اچھی طرح جانتے ہیں۔

اس میں بتلایا گیا کہ: منہ بولے بیٹے حقیقی بیٹوں کی طرح نہیں ہے اور ان کی نسبت حقیقی باپ سے ختم کر کے بن بیٹھے باپ کی طرف کرنا یہ نا انصافی ہے۔

یعنی لے پالک کو سگے بیٹے کی طرح نہیں پکارنا چاہیے اور اس سے پردہ کرنا بھی ضروری ہوتا ہے یعنی کوئی عورت کسی کو اپنا بیٹا بنالے تو اس کی وجہ سے پردہ ختم نہیں ہوجاتا؛ بلکہ پردہ کرنا ضروری ہے اور اس کو میراث میں سے حصہ نہیں ملے گا۔

پھر لوگوں نے حضرت زید کو ''زید ابن محمد'' کہنا بند کردیا اور اللہ کے قانون کے مطابق ''زید ابن حارثہ'' ان کے ابا کا جو اصلی نام تھا اسی نام سے پکارنا شروع کردیا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی ایک انفرادی خصوصیت

اللہ تعالیٰ کتنے مہربان ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کا نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشہور ہو گیا تھا؛ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے منع کردیا تو اب لوگوں نے زید بن حارثہ کہنا شروع کر دیا تو حضرت زید رضی اللہ عنہ کی تسلی کا سامان قرآن میں ان کے ذکرِ خیر کے ذریعہ سے کیا گیا، قرآنِ مجید میں صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے صراحتاً آپ ہی کا نام مذکور ہے:

﴿فَلَمَّا قَضٰی زَيْدٌ﴾

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی تسلی آ گئی کہ پورے قرآن میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے اکیلے حضرت زید رضی اللہ عنہ کا نام آیا ہے، کسی اور صحابی کا نام پورے قرآن میں نہیں آیا، یہ ان کی خصوصیت ہے۔

دوسرے کسی صحابی کا نام قرآن میں نہیں ہے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا صحابی ہونا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان کیا:

ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا.

ترجمہ: جبکہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم) دو آدمیوں میں سے دوسرے تھے جس وقت وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ (نبی) اپنے ساتھی (یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) سے یہ کہہ رہے تھے کہ: تم غم مت کرو، یقین رکھو! اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہیں۔ (التوبة:۴۰)

لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام قرآن میں نہیں ہے۔

ماں عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے قرآن میں تقریباً بیس آیتیں اللہ نے اتاریں، جو قصہ میں پہلے آپ کو سنا چکا ہوں؛ لیکن قرآن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام کہیں پر نہیں ہے۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ پہلے دن آپ کو سنایا تھا، ان کے بارے میں بھی قرآن میں آیت اتری؛ لیکن ان کا نام قرآن میں نہیں ہے۔

تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں اکیلے حضرت زید رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جن کا نام اللہ نے قرآن میں ذکر فرمایا۔ یہ بہت پیارا نام ہے، مختصر بھی ہے، میٹھا بھی ہے؛ اس لیے قرآن میں آیا ہوا یہ مبارک نام اللہ توفیق دے تو اپنے بچوں کا نام رکھو، ان شاء اللہ! قرآن والا یہ

مبارک نام زندہ ہوجائے گا۔

آپ ﷺ نے غلاموں کو حقوق عطا کیے

حضرت زید رضی اللہ عنہ غلامی میں سے آزاد ہوئے تھے، یہ غلامی کا دھبہ ان کے ساتھ لگا ہوا تھا، حضرت نبی کریم ﷺ کے مبارک زمانے میں غلاموں کو حقیر اور نیچا سمجھا جاتا تھا، لوگ ان پر ظلم کرتے تھے، رسوا کرتے تھے، حضور ﷺ نے دنیا میں آکر غلاموں کو حقوق دلوائے، عزت دلوائی۔

دنیا کی تاریخ میں ایک عجیب کام: غلام کا نکاح اپنی ایک آزاد معزز رشتے دار عورت کے ساتھ

اسی عزت کے کاموں میں سے حضور ﷺ نے ایک ایسا کام کیا کہ اس دنیا کی تاریخ میں کسی نے ایسا کام نہیں کیا، وہ کام یہ کیا کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے اس غلام حضرت زید رضی اللہ عنہ کو آزاد کر کے ان کی شادی اپنی سگی پھوپھی کی لڑکی کے ساتھ کروائی۔

عرب کا سب سے معزز خاندان

حضور ﷺ کا خاندان یعنی قریش پورے عرب میں سب سے بڑا عزت والا خاندان تھا اور اس میں بھی بنوعبدالمطلب یعنی حضور ﷺ کے دادا کا خاندان یہ تو سب سے نرالی عزت والا، اتنا اونچے درجے کا خاندان تھا؛ لیکن حضور ﷺ نے اپنی پھوپھی کی لڑکی کے ساتھ حضرت زید رضی اللہ عنہ کا نکاح کروایا اور وہ غلاموں کے لیے عزت کا دن تھا، اتنا اونچا نکاح حضور ﷺ نے کروایا، وہ شادی میں آج کی مجلس میں سناتا ہوں۔

نبیٔ کریم ﷺ کی ایک پھوپھی تھی جن کا نام ''امیمہ بنت عبد المطلب'' تھا، ان کی ایک لڑکی تھی جن کا نام ''زینب بنت جحش'' تھا، نبیٔ کریم ﷺ نے سب سے پہلے شادی کا پیغام دیا کہ: میں زید کے ساتھ ان کا نکاح کرانا چاہتا ہوں۔

ایک آسان مثال

چوں کہ ان کے اوپر غلامی کا دھبہ تھا، آپ کو سمجھانے کے لیے اس کی صرف میں مثال دیتا ہوں، آپ کو کوئی ایسا کام کرنے کے لیے نہیں کہہ رہا ہوں، پہلے سے آپ بے فکر رہیے، جیسے کہ یہاں ''لیلونگوے'' میں کوئی بہت ہی اچھے اپنے انڈین پاکستانی فیمیلی میں کسی کو میں یہ کہوں: یہاں افریقن میں سے کسی کے ساتھ تمھاری لڑکی کی شادی کرادو تو ظاہر بات ہے کہ مفتی صاحب کا اکرام اپنی جگہ پر؛ لیکن کوئی بھی شادی کرانے تیار نہیں ہوگا، لوگ کہیں گے کہ کوئی اور بات ہو تو کہو، یہ آپ نے جو مشورہ دیا وہ مشورہ گلے میں اترتا نہیں ہے کہ ہماری لڑکی اور کسی افریقن کے ساتھ شادی کرادویں، یہ ناممکن کام ہے۔

بالکل اسی طرح جب نبیٔ کریم ﷺ نے پیغام بھیجا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ دونوں کے دونوں نے صاف لفظوں میں منع کردیا کہ: ہم زید کے ساتھ نکاح نہیں کروائیں گے۔

نبی کا حکم ماننا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے؛ چاہے سمجھ میں نہ آئے

یہ بات اللہ کو پسند نہیں آئی؛ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے سورۂ احزاب کی یہ آیت نازل فرمائی:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴿۳۶﴾

ترجمہ: اور جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کسی بات کا فیصلہ کر دیویں تو کسی ایمان والے مرد اور ایمان والی عورت کو اپنے معاملے میں کوئی اختیار باقی نہیں رہتا اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے یقیناً وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔

دو باتیں یاد رکھیے! اگر نبیٔ کریم ﷺ کسی بات کا مشورہ دیں تو وہ کام کرو یا نہ کرو تمھاری مرضی کی بات ہے، جیسے کہ وہ باندی کی شادی والا واقعہ ہے۔

باندیاں تک فیضِ نبوی سے مثالی ذہین بن گئیں

عن ابن عباس قال كَانَ زَوْجُ بَرِيْرَةَ عَبْدًا أَسْوَدَ يُقَالُ لَهُ مُغِيْثٌ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ يَطُوْفُ خَلْفَهَا فِيْ سِكَكِ الْمَدِيْنَةِ يَبْكِيْ وَدُمُوْعُهُ تَسِيْلُ عَلٰى لِحْيَتِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِلْعَبَّاسِ: أَلَا تَعْجَبُ مِنْ حُبِّ مُغِيْثٍ بَرِيْرَةَ وَمِنْ بُغْضِ بَرِيْرَةَ مُغِيْثًا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَوْ رَاجَعْتِيْهِ! فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! تَأْمُرُنِيْ؟

قَالَ إِنَّمَا أَشْفَعُ۔ قَالَتْ لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْهِ۔ (مشکوۃ)

ترجمہ: اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: بریرہ رضی اللہ عنہا کا شوہر ایک سیاہ فام غلام تھا جس کو مغیث رضی اللہ عنہ کہا جاتا تھا، میری آنکھوں کے سامنے اب بھی وہ منظر ہے جب وہ بریرہ رضی اللہ عنہا کے پیچھے پیچھے مدینہ کی گلیوں میں روتا پھرتا تھا اور اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک ٹپک کر اس کی ڈاڑھی پر گرتے تھے، چنانچہ (ایک دن) آں حضرت ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: عباس! کیا تمھیں اس پر حیرت نہیں کہ مغیث،

بریرہ کو کتنا چاہتا ہے اور بریرہ مغیث سے کس قدر نفرت کرتی ہے؟

پھر آپ ﷺ نے بریرہ رضی اللہ عنہا سے بھی فرمایا: کاش تم مغیث رضی اللہ عنہ سے رجوع کرلیتیں! (یعنی مغیث رضی اللہ عنہ سے دوبارہ نکاح کرلیتیں)۔

بریرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ: یارسول اللہ! کیا آپ مجھے (بطورِ وجوب) اس کا حکم دے رہے ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ: بریرہ! میں تو سفارش کررہا ہوں۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہا: مجھے اس سے رجوع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا مدینہ کے ایک یہودی کی باندی تھی، اس یہودی نے نو اوقیہ کے بدلے میں ان کو مکاتب بنایا تھا یعنی نو (۹) اوقیہ چاندی دے دو تو میں تم کو آزاد کردوں۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس مدد کے لیے آئیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود ان کو خریدلیا اور آزاد کردیا۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا ایک شوہر تھا جس کا نام مغیث رضی اللہ عنہ تھا، وہ بھی پہلے غلام تھا، بعد میں وہ بھی آزاد ہوگیا، اس سلسلے میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو خیارِ عتق ملا یعنی آزاد ہونے کی وجہ سے طلاق کا اختیار ملا، اسی کا تذکرہ مذکورہ حدیث میں ہے۔

اور اگر حضور ﷺ کسی چیز کا فیصلہ کردیں تو پھر کوئی مسلمان اس کا انکار کر ہی نہیں سکتا اور یہ شادی کا مسئلہ بھی حضور ﷺ کا فیصلہ تھا؛ اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کی اس آیت میں بتلادیا کہ اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول کا فیصلہ ہے، شادی کروانی ہوگی، اگر تم نافرمانی کروگے تو کھلم کھلی گمراہی ہوگی۔

نبی کے حکم کے آگے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بے مثال قربانی

جب قرآن کی آیت اتری تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا پر قربان جایئے کہ دل چاہتا نہیں تھا؛لیکن اللہ کا حکم آیا تو فوراً خوشی خوشی نکاح کے لیے تیار ہوگئی اور ان کے بھائی حضرت عبداللہ ابن جحش رضی اللہ عنہ بھی خوشی سے تیار ہو گئے۔

اللہ ہم کو ایسا جذبہ عطا فرماوے کہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو اگر وہ ہماری اپنی مرضی کے خلاف ہو تب بھی ماننے والے بن جاویں، آمین۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بالکل چاہتی نہیں تھی، ان کے بھائی بھی چاہتے نہیں تھے؛ لیکن جب اللہ کا حکم آیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ آیا تو انھوں نے اپنا فیصلہ بدلا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا مہر

پھر نکاح ہوا، اس نکاح میں مہر بھی خود نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے دیا؛ چوں کہ زید کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنا بیٹا سمجھتے تھے اور حضرت زید غریب تھے، غلامی سے آزاد ہوئے تھے۔

روایتوں میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر میں دس دینار سونے (gold) کے، ساٹھ (۶۰) درہم چاندی (silver) کے، ایک جانور- سمجھو کہ گاڑی -اور ایک جوڑا پورا، پچاس مُد آٹا، دس مد کھجوریں، اتنی ساری چیزیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر میں عطا فرمائی۔

ایک غلط سوچ کی اصلاح

اس سے ایک بات یہ بھی سیکھنے کو ملی کہ ہم دلہن کو جو چیزیں دیتے ہیں سب

چیزیں ہدیہ (gift) ہی دینی چاہیے، مہر کے طور پر دے دینی چاہیے، خالی چڑھاوا اور دوسری کسی نیت سے نہیں دینا چاہیے کہ نعوذ باللہ! شادی ٹوٹ گئی تو واپس لے لیں گے، ایسی غلط نیت سے نہیں دینا چاہیے، جیسے عام طور پر جَنس میں خالی استعمال کرنے کی نیت ہوتی ہے، مالکی بہو کی نہیں ہوتی ہے، یہ سب چکر میں نہیں پڑنا چاہیے، جو اللہ دے مہر میں اور ہدیہ میں وہ دے دو اور دل میں اچھی نیت رکھو، شادی نہیں ٹوٹے گی اور ان شاءاللہ! سب خیریت سے چلتا رہے گا۔

دونوں کے درمیان نا اتفاقی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی ساری چیزیں حضرت زید رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو نکاح کے وقت مہر میں عطا فرمائی، شادی ہوگئی، زندگی چلتی رہی؛ لیکن دونوں کے مزاج میں موافقت نہیں ہوئی؛ چوں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا قریش کے اونچے خاندان کی لڑکی اور بہت خوب صورت تھی اور حضرت زید رضی اللہ عنہ غلامی میں سے آزاد ہوئے تھے، رنگ بھی ان کا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی طرح نہیں تھا؛ اس لیے جوڑ نہیں ہوا اور گاڑی زیادہ آگے چلی نہیں۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا طلاق کا ارادہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منع کرنا

حضرت زید رضی اللہ عنہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے اور کہتے کہ: حضور! یہ ہوا، یہ ہوا، اب زینب کے ساتھ نباہ کا مشکل ہو رہا ہے۔

کیوں کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابا کی طرح تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نصیحت کرتے: اے زید! تم اپنی بیوی کو اپنے پاس خوب اچھے

طریقے اور اخلاقِ حسنہ سے رکھو، اس پر سختی نہ کرو؛ اس لیے کہ زینب نے میری بات مان کر تم سے نکاح کیا ہے، اگر تم اس کو طلاق دے دو گے تو زینب کو پورے خاندان میں شرمندگی ہوگی۔

دوسری بات یہ بھی سمجھانا تھا کہ طلاق اللہ کی نظر میں بہت بڑی ناراضگی کی چیز ہے؛ اس لیے طلاق سے بچنا چاہیے۔

حضور ﷺ برابر سمجھاتے رہے چند دن تک گاڑی چلی؛ لیکن آگے زیادہ دن تک ان کا نکاح نبھ نہ سکا، حضرت زید رضی اللہ عنہ نبیِ کریم ﷺ کے پاس آتے، اللہ نے وہ منظر قرآن میں بیان فرمایا ہے:

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰہَ (الأحزاب)

ترجمہ: (اے نبی!) جس آدمی (یعنی زید) پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا اور تم نے بھی احسان کیا اس سے تم فرما رہے تھے کہ تم اپنی بیوی (یعنی زینب) کو اپنے نکاح میں رہنے دو اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: جس کے اوپر اللہ نے احسان کیا اور نبی نے بھی احسان کیا: اللہ تعالیٰ نے احسان یہ کیا کہ حضرت زید کو ایمان عطا فرمایا اور دوسرا احسان یہ فرمایا کہ: ایمان کی دولت عطا فرمائی، صحابی بننے کی سعادت ان کو حاصل ہوئی۔

بہرحال! حضرت زید رضی اللہ عنہ کو تو حضور ﷺ فرماتے:

اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰہَ۔

زید چلاؤ، تم اپنی بیوی کو اپنے پاس خوب اچھے طریقے اور اخلاقِ حسنہ سے

رکھو، اس پر سختی نہ کرو اور طلاق کے بارے میں سوچو بھی مت؛ طلاق دینا مناسب نہیں ہے، تمھاری طبیعت اگر زینب سے لگتی نہیں ہے، مزاج ملتا نہیں ہے تو بھی صبر کرو اور حق ادا کرو، حق تلفی مت کرو۔

میاں بیوی کو ایک دوسرے سے درگذر کرنا چاہیے

دینی بہنو! آپ کو بھی یہی نصیحت ہے کہ ہوسکتا ہے کہ شوہر کے ساتھ مزاج نہ ملتا ہو، تمھاری پسند اس کی پسند الگ ہے؛ لیکن چلا لو، نباہ لو، دنیا کی زندگی ہے کتنی! ساٹھ، ستر (۶۰، ۷۰) کے بیچ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو عمر عطا فرمائی ہے، پھر آگے جنت میں مزہ ہی مزہ ہے؛ اس لیے معمولی معمولی بات پر اپنے شوہر کے حق کو ادا نہ کرنا مناسب نہیں ہے، زندگی نباہ لینی چاہیے، طلاق اللہ کو پسند نہیں ہے۔

اللہ نے حضور ﷺ کو بتلا دیا تھا کہ زینب سے تمھارا نکاح ہوگا

درمیان میں ایک بات کہ اللہ تعالیٰ نے نبیٔ کریم ﷺ کو بتلا دیا تھا کہ زید اور زینب کی گاڑی چلنے والی نہیں ہے، طلاق ہونے والی ہے اور یہ بات بھی اللہ کی طرف سے بتلا دی گئی تھی کہ: زینب آپ کی ازواجِ مطہرہ میں شامل ہونے والی ہے یعنی آپ کا نکاح ان سے ضرور ہوگا۔

اس لیے کہ اتنے اونچے گھرانے کی لڑکی کی ایک غریب کے ساتھ شادی ہوئی، اب طلاق ہوگی تو طلاق کے بعد اس کی دل جوئی کے لیے سب سے اچھی بات یہی ہوگی کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے ساتھ نکاح ہو جائے۔

لیکن حضور ﷺ اس کو لوگوں کے سامنے ظاہر کرتے نہیں تھے؛ اس لیے کہ ظاہر کرنے میں غلط فہمی پھیلتی کہ پورے عرب میں جو ایک بات مشہور تھی کہ متبنّٰی بیٹے کی بیوی سے نکاح نہیں ہو سکتا تو لوگ نبی کو برا بھلا کہیں گے کہ: اپنے متبنّٰی کی بیوی کے ساتھ نکاح کر لیا؛ اسی لیے حضور ﷺ اس بات کو چھپا چھپا کر رکھتے تھے۔

شریعت کا کوئی مقصد فوت نہ ہو تو کسی بات کا چھپانا جائز ہے

یاد رکھو! جب کوئی غلط فہمی پیدا ہوئی ہو اور لوگ طعنہ دیتے ہوں تو ایسے موقع پر طعنے سے بچنے کے لیے ہم کسی بات کو چھپاوے تو جائز ہے؛ لیکن یہ اسی وقت جائز ہے جب شریعت کا کوئی مقصد فوت نہ ہوتا ہو، اگر شریعت کا کوئی قانون چھوٹ جاتا ہو تو پھر اس بات کو چھپانا نہیں چاہیے، چاہے لوگ طعنہ دیں؛ لیکن اس کے باوجود بھی شریعت پر عمل کرنا چاہیے، لوگوں کے طعنے سے گبھرانا نہیں چاہیے۔

ایک خاص مسئلے کی وضاحت

جس کام کے کرنے سے لوگوں میں غلط فہمی پیدا ہوتی ہو اور لوگوں کے محض طعن و تشنیع میں پڑ جانے کا خطرہ ہو تو لوگوں کے دین کی حفاظت اور ان کو طعن کے گناہ سے بچانے کی نیت سے کسی کام کو چھوڑ دینا جائز ہے، شرط صرف یہی ہے کہ وہ کام خود شرعی مقاصد میں سے نہ ہو اور کوئی دینی حکم حلال وحرام کا اس سے متعلق نہ ہو، اگرچہ وہ کام خود پسندیدہ ہو، جیسے کعبہ شریف کی تعمیر کا واقعہ کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے بنائے ابراہیمی پر تعمیر نہیں کروائی اور اپنا ارادہ موقوف رکھا۔

جب کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا والا معاملہ ایسا تھا کہ اس سے شرعی

مقصد متعلق تھا، جاہلیت کی بری رسم اور باطل خیال کی عملی تردید خود نبیٔ کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس سے کروانی تھی۔

دوسری طرف لگتا ایسا ہے کہ خود نبیٔ کریم ﷺ نے اس حکم کی قولی تبلیغ جو سورۂ احزاب کی شروع کی آیات میں ہو چکی تھی اس کو کافی سمجھا تھا اور عملی طور پر اظہار کی طرف توجہ مبارک بھی نہیں گئی؛ اس لیے باوجود علم وارادے کے اس بات کو چھپانا خود مناسب سمجھا؛ اس لیے آیتِ کریمہ میں آپ ﷺ کو فرمایا گیا کہ آپ کی ذات سے عملی اعلان کروانا ہے۔

عملی طور پر غلط رسم کا ازالہ

اللہ تعالیٰ نبیٔ کریم ﷺ کے ذریعے عملی (precticali) طور پر ظاہر کروانا چاہتے تھے کہ متبنّٰی جب اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو نکاح ہو سکتا ہے اور یہ ہونے والا ہے، نبیٔ کریم ﷺ نے لوگوں کے طعنے سے بچنے کے لیے اس بات کو چھپایا۔

خیر! ایک دن حضرت زید رضی اللہ عنہ آئے اور نبیٔ کریم ﷺ کو کہا کہ: حضور! آج میں نے اپنی بیوی زینب کو طلاق دے دی، بہت صبر کیا، اب مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔

حضور ﷺ کا پیغامِ نکاح خود زید رضی اللہ عنہ لے کر گئے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب طلاق کے بعد عدت پوری ہو گئی تو نبیٔ کریم ﷺ نے خود حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کہا کہ: تم زینب کے پاس جاؤ اور میری طرف سے میرے ساتھ نکاح کا پیغام دو۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اس لیے بھیجا؛ تاکہ لوگوں کے سامنے یہ واضح ہو جائے کہ زید نے یہ طلاق اپنی خوشی سے دی ہے، کوئی زبردستی طلاق دلوا کر یہ نکاح نہیں ہوا ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا کمالِ تقویٰ

حضرت زید رضی اللہ عنہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے شادی کا پیغام لے کر زینب رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچے، دیکھا تو زینب آٹا گونڈھ رہی تھیں، حضرت زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: جب میری نظر زینب رضی اللہ عنہا پر پڑی تو میرے دل میں ان کی عظمت اس قدر آئی کہ میں ان کی طرف نظر نہ کرسکا، اور گھر کے دروازے کی طرف پیٹھ کرکھڑے ہوگیا۔

کیسی تقویٰ کی بات کہ ان کے دروازے کی طرف پیٹھ کی؛ تاکہ منہ آمنے سامنے نہ ہو؛ حالاں کہ ابھی پردے کا حکم نہیں آیا تھا، یہ ان کے کامل تقویٰ کی بات ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جاکر زینب رضی اللہ عنہا سے کہا کہ: میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمھاری شادی کا پیغام لے کر آیا ہوں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا عجیب جواب: میں استخارہ کروں گی

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے جیسے ہی یہ پیغام سنا تو کیا جواب دیا؟ دینی بہنو! عجیب سننے کے لائق جواب ہے، آپ اندازہ لگاؤ کہ اتنا اچھا پیغام آیا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم شادی کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا کہ: میں ابھی کوئی جواب نہیں دیتی، میں اپنے اللہ سے مشورہ کروں گی یعنی استخارہ کروں گی اور استخارہ کرکے میں جواب دوں گی۔

ہر کام میں پہلے استخارہ کرلینا چاہیے

دینی بہنو! یہی ترتیب ہے کہ کوئی بھی شادی کا پیغام آوے، کتنا ہی اچھا لڑکا

ہو؛ لیکن پہلے استخارہ کرو، قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ (البقرۃ)

ترجمہ: اور ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک چیز کو تم پسند نہ کرو؛ حالاں کہ وہ چیز تمھارے لیے اچھی ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو؛ حالاں کہ وہ چیز تمھارے لیے بری ہو، اور (ہر چیز کی حقیقت) اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم لوگ جانتے نہیں ہو۔

اس لیے استخارہ کر کے ہی جواب دینا چاہیے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ: میں استخارہ کروں گی اس کے بعد جواب دوں گی، چنانچہ ان کے گھر میں ایک چھوٹی سی مسجد تھی یعنی نماز پڑھنے کی جگہ وہاں گئی اور استخارہ کیا۔

استخارہ کرنے کا انعام: خود اللہ نے آسمانوں پر نکاح کروایا

اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا تھا، اللہ کو ان کا یہ جواب بہت پسند آیا کہ: میں اپنے ماں باپ سے نہیں پوچھوں گی، بھائی بہن سے نہیں پوچھوں گی، کسی سے نہیں پوچھوں گی؛ چوں کہ پہلی مرتبہ بھائی کو پوچھا تھا، اس نے منع کیا تھا، خود بھی منع کر رہی تھی؛ اس لیے اب صرف اللہ تعالیٰ ہی سے استخارہ کرنا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود آسمانوں پر فرشتوں کی حاضری میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح کرا دیا، کتنی خوش نصیب عورت ہے!!!

اور یہ بات خود اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمائی:

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۳۷﴾

پھر جب زید نے اس عورت سے اپنی حاجت پوری کر لی تو ہم نے اس سے تمھارا نکاح کرا دیا؛ تا کہ ایمان والوں کے لیے اپنے منہ بولے (یعنی لے پالک) بیٹوں کی بیویوں سے نکاح کرنے میں کوئی تنگی (یعنی گناہ، حرج) نہ رہے، جب کہ ان لے پالکوں نے ان سے (طلاق دے کر) تعلق ختم کر دیا ہو اور اللہ تعالیٰ کا حکم تو پورا ہو کر ہی رہنے والا تھا۔

پھر بعد میں دنیا میں اعلان کرنے کے واسطے بھی نکاح ہوا؛ چنانچہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بھائی ابو احمد ابن جحش کی حاضری میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمین پر بھی نکاح ہوا؛ تا کہ سب لوگوں میں اعلان ہو جائے اور اس نکاح میں چار سو درہم مہر طے کیا گیا۔

اس نکاح کے وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عمر تقریباً پینتیس سال کی تھی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا سجدۂ شکر

چنانچہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو خبر پہونچی کہ میرا نکاح نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو گیا تو فوراً زمین پر گر گئی اور اللہ کے سامنے شکریہ کا سجدہ کیا، اللہ اکبر!

اللہ کوئی بھی نعمت عطا کرے، اچھی جگہ رشتہ کرا دے، اچھی جگہ شادی کرا دے تو اس پر بھی شکریہ کی نماز پڑھنی چاہیے، شکرانے کا صدقہ کرنا چاہیے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نام بدلنا

اس کے بعد نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصتی ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے

پاس پہونچے تو سب سے پہلے حضور ﷺ نے زینب رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ: تمھارا نام کیا؟

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا: برّہ۔

اس وقت ان کا نام ''برّہ'' تھا، برّہ کا معنیٰ: جو گناہ سے بالکل پاک صاف ہو۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ: یہ نام ٹھیک نہیں ہے اور حضور ﷺ نے ان کا نام بدل دیا اور کہا کہ: آج سے تمھارا نام برّہ نہیں ہوگا، آج سے تمھارا نام زینب ہوگا۔

حضور ﷺ کی مبارک بیویوں میں، امت کی ماؤں میں دو زینب ہیں:

ایک حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا جو حضور ﷺ کی سگی پھوپھی کی بہن تھی۔

دوسری حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا۔

شوہر اپنی بیوی کے برے نام کو بدل سکتا ہے اور نیا لقب بھی دے سکتا ہے

خیر! حضور ﷺ نے ان کا نام مبارک بدل دیا، اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ شوہر اپنی بیوی کے لیے پرانے نام میں اگر کوئی خرابی دیکھے تو اس کو بدل کر کوئی اچھا نام طے کر سکتا ہے۔

نام کے علاوہ کوئی محبت بھرا لقب بھی شوہر اپنی بیوی کے لیے رکھ سکتا ہے، جیسے کہ حدیث میں آتا ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ''حمیراء'' فرمایا کرتے تھے، نام تو عائشہ ہی رہنے دیا؛ چوں کہ اچھا نام تھا؛ لیکن ایک محبت بھرا نام حضور ﷺ نے دوسرا بنالیا جس کو لقب کہتے ہیں اور حضور ﷺ حضرت عائشہ کو حمیراء کہہ کر پکارا کرتے تھے، یہ پیار محبت کی بات ہے۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا سب سے بڑا ولیمہ

نبیٔ کریم ﷺ نے رخصتی کے بعد ایک ولیمہ بھی کیا۔

دینی بہنو! رمضان کی آج کی اس مبارک محفل میں آپ کو میں بتلاتا ہوں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضور ﷺ کا نکاح ہوا، اس نکاح میں حضور ﷺ نے سب سے بڑا ولیمہ کیا، حضور ﷺ کی اتنی ساری شادیاں ہوئیں؛ لیکن اتنا بڑا ولیمہ حضور ﷺ نے کبھی نہیں کیا جتنا بڑا ولیمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح میں کیا تھا۔

ذرا دل کھول کر ہمت اور عمل کی نیت سے سنو! حضور ﷺ نے ایک بکری ذبح فرمائی، یہ اللہ کے نبی ﷺ کے گھر کا سب سے بڑا ولیمہ تھا۔

ذرا سوچو! ایک بکری میں کتنے لوگ کھا سکتے ہیں؟

بعض روایتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ سو آدمیوں نے کھانا کھایا ہوگا۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا سب سے چھوٹا ولیمہ

آگے سنو! حضور ﷺ کی ایک ہی کنواری بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں، ان کے ساتھ جب نکاح ہوا تو ولیمے میں صرف ایک دودھ کا پیالہ تھا، ایک انصاری کے گھر سے دودھ کا پیالہ آیا اور وہی حضور ﷺ نے سب کو پلا دیا، یہ ہمارے نبی کا ولیمہ ہے، یہ سب سے چھوٹا ولیمہ ہے۔

اب نیت کر کے اٹھو کہ ان شاء اللہ! ہمارے گھر میں سب سے بڑے ولیمے میں زیادہ سے زیادہ ایک بکری کٹے گی، اس سے زیادہ نہیں، اللہ ہم کو سادگی کے ساتھ

نکاح کی اور چھوٹے چھوٹے ولیموں کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

دوسرے بعض نبوی ولیمے

① حضرت ام سلمہ کے ولیمے میں دو سیر (تقریباً دو کلو) جَو کھانا تھا۔

② حضرت صفیہ کے ولیمے میں جو کچھ صحابہ کے پاس حاضر تھا سب جمع کر لیا گیا اور سب نے ایک ساتھ بیٹھ کر کھا لیا، جس میں کچھ کھجور اور کچھ پنیر اور مکھن تھا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا تین باتوں پر فخر

حضرت زینب رضی اللہ عنہا دوسری تمام ازواجِ مطہرات پر فخر کر کے کہا کرتی تھی کہ: تمھارا نکاح تو تمھارے ماں باپ نے کرایا؛ لیکن میرا نکاح تو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر خود کرایا۔

ایک مرتبہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہنے لگی کہ: میں تین وجہ سے آپ پر ناز کرتی ہوں:

① میں آپ کی پھوپھی کی لڑکی ہوں۔

② اللہ تعالیٰ نے میرا نکاح آپ کے ساتھ آسمان پر کرایا۔

③ میرا نکاح کرانے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کوشش کی تھی۔

زینب رضی اللہ عنہا کی خوبیاں عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی

حضرت زینب رضی اللہ عنہا اتنی عجیب وغریب عورت تھی کہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ جو ان کی سوکن ہوتی ہے۔ کہتی ہے کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہی

اکیلی تھی جو کچھ مجھ سے ٹکر لے سکتی تھی؛ چوں کہ وہ بھی خوب صورت اور حضور ﷺ کی پھوپھی کی لڑکی تھی؛ لیکن ماں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ:

زینب سے زیادہ میں نے کسی کو دین دار نہیں دیکھا:

بہت زیادہ اللہ سے ڈرنے والی تھی۔ بہت زیادہ سچ بولنے والی تھی۔

بہت زیادہ رشتے داروں سے صلہ رحمی کرنے والی تھی۔

بہت زیادہ صدقہ خیرات کرنے والی تھی۔

بہت زیادہ اللہ کا قرب حاصل کرنے والی عورت تھی۔

دینی بہنو! حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہہ رہی ہے جو سوکن ہے۔

آج ہمارا حال

اللہ بھی ہم کو ایسا صاف دل عطا فرمائے، آج ہم کو کسی سے ذرا ناراضگی ہو جاتی ہے، کوئی دوسری بہن سے ذرا بھی جھگڑا ہو جائے تو ہم اس کی کوئی خوبی اور تعریف کی بات بولنا تو کیا، سننا بھی پسند نہیں کرتے، یہ جذبہ اور سوچ ہرگز مناسب نہیں ہے۔

خدا کی قسم! میں نے عائشہ میں بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جب تہمت لگی، جس کا تفصیلی قصہ اس کتاب میں موجود ہے، اس موقع پر حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ: اے زینب! بتاؤ عائشہ پر جو تہمت لگی ہے اس کے بارے میں تم کیا کہتی ہو؟ کیا تم کو اس بارے میں کچھ معلوم ہے؟

دیکھو! دونوں آپس میں کیسی رہتی تھیں، ادھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی تعریف کر رہی ہے اور آج موقع آیا اور حضور ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ: عائشہ کے بارے میں تم کیا کہتی ہو؟ یہ موقع (چانس) تھا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کچھ غلط بات کہہ دیتی؛ لیکن حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا:

واللّٰہ ما علمت فیھا الا خیرا۔

اللہ کی قسم! میں عائشہ میں خیر اور بھلائی ہی دیکھتی ہوں۔

کیسی نیک عورت تھی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے قسم کھا کر کہہ رہی ہے۔

حضرت زیب رضی اللہ عنہا کی سگی بہن حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں میں ہوگئی اور تہمت لگانے کی وجہ بھی شاید یہ تھی کہ وہ میری بہن کی سوکن ہے۔

تقویٰ کی برکت سے فتنے سے حفاظت

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ صحیح بخاری میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زینب کو اس کے تقویٰ اور اس کی پرہیزگاری کی وجہ سے فتنے سے بچالیا۔

میری دینی بہنو! دل میں جو تقویٰ ہوتا ہے اس کی برکت سے فتنے سے حفاظت ہوتی ہے، ان کی بہن فتنے میں پڑی اور خود حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے تقویٰ کی برکت سے فتنے سے بچ گئی۔

اللہ کی طرف بہت زیادہ رجوع کرنے والی

حضرت زیب رضی اللہ عنہا بہت عبادت کرنے والی اور بہت رونے والی عورت

تھی، اللہ کے سامنے دعا میں خوب روتی تھی۔

ایک مرتبہ نبیٔ کریم ﷺ گھر میں آئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے، حضرت زینب رضی اللہ عنہا نماز میں اور دعا میں تھی، نبیٔ کریم ﷺ نے خود ارشاد فرمایا:

إنها لأواهة.

زینب اللہ کے سامنے بہت رونے والی، اللہ کی طرف رجوع کرنے والی ہے۔

اللہ ہم سب کو بھی اللہ کے سامنے رونے والا بنادے، آمین۔

زینب رضی اللہ عنہا کی خوبیاں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی زبانی

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی سوکن ہوتی ہے، وہ کہتی ہے کہ: حضرت زینب رضی اللہ عنہا بڑی نیک تھی، بہت روزے رکھنے والی، بہت تہجد پڑھنے والی تھی اور حلال کمائی کر کے مسکینوں کو صدقہ کرنے والی تھی۔

سارا مال اللہ کی راہ میں صدقہ کردیا

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں ان کے لیے ایک بہت بڑی رقم بھیجی تو کہنے لگی: اے اللہ! یہ مال آئندہ میرے پاس نہ آوے، یہ تو بڑا فتنہ ہے، بارہ ہزار درہم تھے، حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے پورا مال اللہ کے نام پر صدقہ کردیا، ایسی صدقہ کرنے والی یہ عورت تھی۔

لمبے ہاتھ والی

ان کے بارے میں آتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ حدیث نقل کرتی ہے کہ

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ایک دن اپنی بیویوں سے یہ ارشاد فرمایا: میرے انتقال کے بعد تم میں سے یعنی ازواجِ مطہرات میں سے سب سے پہلے میرے پاس وہ آئے گی جس کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا ہوگا۔

جب حضور ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی تو تمام بیویاں اپنا ہاتھ ناپ رہی ہیں کہ کس کا ہاتھ سب سے لمبا ہے؟ جس کا ہاتھ لمبا وہ پہلے انتقال کرے گی اور پہلے حضور ﷺ کے پاس پہنچے گی، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی لمبائی زیادہ نہیں تھی، وہ تھوڑی چھوٹے قد کی تھی؛ اسی لیے ان کا ہاتھ بھی چھوٹا ہوگا؛ لیکن دنیا نے دیکھا کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے انتقال کے بعد حضور ﷺ کی بیویوں میں سب سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا، تب لوگوں کی سمجھ میں آیا کہ ہاتھ لمبا ہونے کا مطلب یہ تھا کہ ''جو زیادہ صدقہ کرنے والی ہو'' چاہے ہاتھ کی سائز چھوٹی ہو، کتنی خوش نصیب بیوی تھی!!!

اپنا کفن خود تیار کرایا

انھوں نے اپنا کفن بھی خود تیار کر رکھا تھا، ان کے انتقال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود کفن تیار کروایا، پانچ کپڑے کفن کے اور اس میں خوشبو لگوائی اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے لیے کفن بھیجا؛ لیکن حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے وصیت کی تھی کہ مجھے اپنا کفن ہی پہنایا جائے، چنانچہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنی زندگی میں جو اپنا کفن تیار کیا تھا وہی کفن ان کو پہنایا گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو کفن بھیجا تھا وہ ان کی بہن حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا نے اللہ کے نام پر صدقہ کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی جنازے کی نماز پڑھائی، مدینۂ منورہ میں سن ہجری ۲۰ میں ان کا انتقال ہوا۔

ایک عجیب نکتہ

جس وقت ان کا انتقال ہوا پچاس یا ترپن سال کی ان کی عمر تھی، عجیب بات پینتیس (۳۵) سال کی عمر میں ان کا نکاح حضور ﷺ کے ساتھ ہوا اور پینتیس (۳۵) کو الٹا کرو تو ترپن (۵۳) ہوتا ہے۔

وفات کے دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا افسوس

جس دن حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا اس دن ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگی: افسوس! آج ایسی عورت کا انتقال ہوگیا جو بڑی پسندیدہ تھی، بہت اچھی خوبیوں والی تھی، بڑی عبادت کرنے والی تھی اور یتیموں اور بیواؤں کی مدد کرنے والی تھی۔

میری دینی بہنو! دنیا سے جانا تو ہر ایک کو ہے؛ لیکن کسی کے انتقال کے وقت کوئی دو اچھی بات کہہ دیوے یہ ہے خوبی اور کمال کی بات، اپنی زندگی میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا والی خوبیاں اپناؤ۔

روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ

عن أنس رضی اللہ عنہ قال: مَرُّوْا بِجَنَازَةٍ فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْراً، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: وَجَبَتْ. ثُمَّ مَرُّوْا بِأُخْرىٰ فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرّاً فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: وَجَبَتْ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ: مَاوَجَبَتْ؟ فَقَالَ: هٰذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْراً فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَهٰذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرّاً فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ، أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِيْ الْأَرْضِ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: لوگ ایک جنازہ کو لے کر گزرے،

اس جنازے کو دیکھ کر نبیٔ کریم ﷺ کی مجلس میں جو لوگ موجود تھے انھوں نے اس جنازے والے کے متعلق اچھی بات کہی اور اس کی تعریف کی کہ: بہت اچھا آدمی تھا، نیک وصالح تھا۔

حضورِ اکرم ﷺ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا: اس کے لیے واجب ہوگئی۔

اس کے بعد ایک دوسرا جنازہ وہاں سے گزرا، اس کو دیکھ کر وہاں موجود لوگوں نے اس کی برائی کی کہ: بہت برا آدمی تھا۔

حضورِ اکرم ﷺ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا: اس کے لیے بھی واجب ہوگئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو اس مجلس میں موجود تھے انھوں نے عرض کیا کہ: اے اللہ کے رسول! کیا چیز واجب ہوگئی؟

نبیٔ کریم ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا: پہلا آدمی جس کے متعلق تم لوگوں نے اچھی بات کہی تھی اور اس کی تعریفیں کی تھیں، اس کے لیے جنت واجب ہوگئی اور دوسرا آدمی جس کے متعلق تم نے برے کلمات کہے تھے اس کے لیے جہنم واجب ہوگئی؛ تم لوگ روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا اہلِ ایمان کے دلوں میں مرنے والے کے متعلق اچھائی ڈالنا اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے جنت کا فیصلہ ہوا ہے۔

(حدیث کے اصلاحی مضامین: ۱۰/۳۶۴)

بہر حال: حضرت زینب رضی اللہ عنہا بہت زیادہ صدقہ کرنے والی تھی، اللہ ہماری دینی بہنوں کو زیادہ صدقہ کرنے والی بنادیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بہت زیادہ تہجد پڑھنے والی تھی، اللہ مجھے اور آپ کو کثرت سے تہجد پڑھنے کی توفیق عطا فرماوے۔

بیواؤں اور یتیموں کا بڑا خیال رکھنے والی تھی، اللہ ہم کو بھی بیواؤں اور یتیموں کی مدد کرنے کی اور ان کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرماوے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بہت زیادہ نفل روزے بھی رکھتی تھی، اللہ ہمیں بھی زیادہ سے زیادہ نفل روزے رکھنے کی توفیق عطا فرماوے۔

ایسی نیک اور پارسا عورت جن کے دو نکاح ہوئے: پہلا نکاح حضرت زید رضی اللہ عنہ سے ہوا، وہ نکاح ٹوٹ گیا، پھر حضرت نبیٔ کریم سے نکاح ہوا، ان کے دونوں نکاح کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ذکر فرمایا، وہ واقعہ میں نے آپ کے سامنے ذکر کیا اور خاص طور پر میری دینی بہنوں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کے وقت جو سب سے بڑا ولیمہ ہوا تھا، جس میں ایک بکری کٹی تھی، سو دو سو آدمیوں نے کھایا ہوگا، اللہ ایسا ولیمہ ہم سب کو سادہ چھوٹا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی
پاک دامنی
اور منافقین کا الزام
(قسط اول)

مختصر تعارف

نام: عائشہ۔ عائشہ کا معنی ہوتا ہے اچھی اور بہتر حالت والی عورت۔

والد کی طرف سے نسب نامہ: عائشہ بنت ابوبکر بن ابی قحافہ القرشیہ۔

والدہ کی طرف سے نسب نامہ: عائشہ بنت ام رومان بنت عامر بن عویمر۔

القاب: صدیقہ، حمیراء، موفقہ، عائش۔

کنیت: ام عبداللہ۔

پیدائش: رمضان المبارک یا شوال میں نبوت کے چوتھے (۴) سال مکہ میں ہوئی۔

نکاح: چھ (۶) سال کی عمر میں، نبوت کے دسویں دس (۱۰) آپ ﷺ سے مکہ مکرمہ میں نکاح ہوا۔

رخصتی: مدینہ منورہ میں ہجرت کے پہلے سال یعنی نبوت کے چودہویں سال ماہِ شوال میں ۹ سال کی عمر میں آپ کی رخصتی ہوئی۔

مہر: ۴۰۰ درہم۔

رفاقت: آپ ﷺ کے ساتھ رہنے کی مدت ۹ سال ۵ مہینے اور ۱۲ دن تقریبا۔

وفات: ۶۷ سال کی عمر پاکر رمضان، ۵۸ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اخیری دورِ خلافت میں انتقال فرمایا۔

مدینہ منورہ کے مشہور قبرستان بقیع میں مدفون ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰه نَحْمَدُه وَنَسْتَعِيْنُه وَنَسْتَغْفِرُه وَنُؤْمِنُ بِه وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْه وَ نَعُوْذُ بِاللّٰه مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ يَّهدِهِ اللّٰهُ فَلَامُضِلَّ لَه وَمَنْ يُّضْلِلْه فَلَاهادِىَ لَه وَنَشْهدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَه لَاشَرِيْكَ لَه وَ نَشْهدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ شَفِيْعَنَا وَ حَبِيْبَنَا وَ اِمَامَنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُه وَ رَسُوْلُه،صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْه وَ عَلٰى اٰلِه وَاَصْحَابِه وَذُرِّيَّاتِه وَ اَهلِ بَيْتِه وَاَهلِ طَاعَتِه، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْراً اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ٥بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ٥

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾ (النور)

ترجمہ: گندی عورتیں گندے مردوں کے لیے مناسب ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے مناسب ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے مناسب ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے مناسب ہیں، جو (تہمت کی) بات وہ (منافق) لوگ کہتے ہیں وہ (نیک مرد اور عورتیں) اس سے بالکل بری (یعنی بےتعلق) ہیں، ان کے لیے (آخرت میں) مغفرت ہے اور عزت کی روزی ہے۔

ہر قوم نے اپنے نبی کو ستایا

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار یا دو لاکھ چوبیس ہزار نبیوں

کو اپنے دین کی دعوت کے لیے بھیجا، اللہ تعالیٰ کی جانب سے جب بھی نبیوں کو ان کی قوم کی طرف دین کی دعوت اور اللہ کا دین سمجھانے کے لیے بھیجا گیا تو ہر زمانے میں ہر قوم کی طرف سے ہر نبی کو ستایا اور پریشان کیا گیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی بہت ستایا گیا

انبیا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا درجہ بہت اونچا ہے، آپ پیغمبروں میں دوسرے نمبر کے نبی ہیں، آپ پر بھی بہت پریشانیاں آئیں اور آپ کا بھی امتحان لیا گیا۔

آپ ﷺ کا ستایا جانا

تمام پیغمبروں کے سردار ہمارے آقا تاج دارِ مدینہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ پر تمام نبیوں سے زیادہ تکلیفیں آئیں، لوگوں نے سب سے زیادہ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کو ستایا، آپ ﷺ علی الاعلان نبی بنائے جانے کے بعد تیرہ (۱۳) سال مکہ میں مقیم رہے، اسی دوران طائف تشریف لے گئے، دونوں جگہ؛ یعنی مکہ اور طائف کے ظالموں نے آپ ﷺ کو پریشان کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔

آپ ﷺ کی مدنی زندگی

جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینۂ منورہ تشریف لے گئے، اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک ترپن (۵۳) سال کی تھی، مدینہ میں آپ کو یہودیوں نے ستایا اور مدینہ میں منافقین کی ایک جماعت تھی وہ بھی آپ کو ہر وقت پریشان کیا کرتے تھے۔

منافق کا مطلب

منافق کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو اوپر اوپر سے اپنے آپ کو مسلمان بتائے، کہ ہم مسلمان ہیں، ایمان والے ہیں، کلمہ پڑھنے والے ہیں؛ لیکن ان کے دلوں میں ایمان نہیں ہوتا ہے، حقیقت میں کافر ہوتے ہیں۔

مدینہ کے منافق اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے، کلمہ پڑھتے تھے، مسجد میں آکر نماز بھی پڑھ لیا کرتے تھے، حضور ﷺ کی مجلس میں آکر دین کی باتیں بھی سن لیا کرتے تھے؛ لیکن ان کے دلوں میں ایمان نہیں تھا، وہ لوگ حقیقت میں کافر اور مشرک اور یہودی تھے، زبان پر ایمان اور دل میں کفر تھا۔

منافقوں کے بارے میں قرآن میں بڑی سخت وعید آئی ہے:

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾ (النساء)

ترجمہ: یقینی بات ہے کہ منافق لوگ آگ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے اور تم ان کے لیے ہرگز کوئی مدد کرنے والا نہیں پاؤ گے۔

یعنی منافق کو کافروں سے بھی زیادہ سخت عذاب دیا جائے گا، اللہ تعالیٰ نفاق سے اور نفاق کے تمام شعبوں سے ہم تمام کی حفاظت فرمائیں، آمین۔

دو قسم کا نفاق

نفاق دو طرح کا ہوتا ہے: (۱) عقیدہ کا نفاق۔ (۲) عمل کا نفاق۔

عقیدے کے اعتبار سے کون منافق ہے وہ تو اِس دور میں پتہ لگانا مشکل ہے، البتہ نفاق کی دوسری صورت عمل کے اعتبار سے منافق ہونا وہ عام ہے؛ یعنی جو آدمی منافقوں جیسے کام کرتا ہے، جیسے وعدہ خلافی کرنا، جھوٹ بولنا، امانت میں خیانت کرنا وغیرہ، یہ عمل کے اعتبار سے نفاق قیامت تک دنیا میں رہے گا۔

منافقوں کا آپ ﷺ کو ستانا

مدینہ میں ان منافقوں نے آپ ﷺ کو بہت ہی ستایا، ان کی بہت بڑی جماعت تھی اور اس جماعت کا لیڈر عبدؔاللہ ابن ابی ابن سلول تھا، نام تو عبداللہ تھا؛ لیکن بڑا اکڑّ منافق تھا اور حضور ﷺ کو ستانے میں سب سے آگے آگے تھا، اس کے نام میں ایک بات یہ ہے کہ عربوں کے یہاں جیسا کہ عادت ہے کہ پہلے اپنا نام پھر باپ کا نام پھر دادا کا نام اس طرح بولتے ہیں، ہمارے یہاں بھی کچھ ایسا رواج ہے؛ لیکن اس کے نام میں اس کے باپ کے نام کے بعد اس کی ماں کا نام ہے، ''اُبی'' اس کے باپ کا نام ہے اور ''سلول'' اس کی ماں کا نام ہے، یہ بھی ایک عجیب نسبت ہے۔ (حاشیہ جلالین: ۱/ ۱۶۴)

اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت

اللہ تعالیٰ کی شان اور قدرت دیکھو! اِس عبداللہ ابن ابی منافق کے بیٹے کا نام بھی عبداللہ تھا؛ لیکن وہ پکے مؤمن اور مخلص صحابی تھے۔

غیر مناسب نام بدل دینا چاہیے

اس زمانے میں ایسا ہوتا تھا کہ جو نام باپ کا ہوتا تھا وہی نام بیٹے کا ہوا کرتا تھا،

جیسے امام ابن جریر طبریؒ نے لکھا ہے: اس منافق عبداللہ کے بیٹے کا نام ''حباب'' تھا، جب یہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ ﷺ نے پوچھا: تمھارا نام کیا ہے؟

انھوں نے عرض کیا کہ: میرا نام حباب ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تو شیطان کا نام ہے، اس کو بدل دو۔ پھر ان کا نام عبد اللہ رکھا گیا، اس طرح عبداللہ بن عبداللہ بن گئے۔

حضرت نبی کریم ﷺ کی یہ عادتِ شریفہ تھی کہ کسی کا نامناسب نام سنتے تو بدل دیتے تھے؛ اس لیے اگر کسی کا غیر مناسب نام رکھا ہو تو علمائے کرام سے تحقیق کر کے اس کو بدل دینا چاہیے۔

باپ بیٹے کا ایک ہی نام ہو سکتا ہے

آج بھی بعض لوگ ایسا کرتے ہیں اور یہ کوئی عیب کی چیز نہیں ہے، دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث اور میرے استاذِ محترم حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہم کے ایک بیٹے کا نام بھی سعید احمد ہے، وہ سورت میں ایک مدرسے کے مدرس ہیں۔

بہر حال! یہ بھی ایک عجیب بات تھی کہ عبداللہ ابن اُبی کٹّر منافق اور اس کے بیٹے حضرت عبداللہ پکے صحابی اور حضور ﷺ کے وفادار تھے۔

کوئی صرف نام سے مسلمان نہیں ہوتا

مسلمان جیسے نام ہونے سے کوئی مسلمان نہیں ہو جاتا، اس سے ایک حقیقت یہ بھی سمجھ میں آئی کہ کوئی اپنا نام عبداللہ، عبدالرحمن رکھ لیوے، اس سے وہ مسلمان نہیں

ہوجاتا، بہت سے لوگ مسلمانوں جیسے نام رکھتے ہیں اس سے مسلمان نہیں ہوجاتے، انتخاب کے لیے رائے دینے والوں کی جوفہرست بنی ہے، اسی طرح سرکاری دفاتر میں کسی کا نام مسلمان جیسا ہوتو اس سے وہ مسلمان نہیں ہوجاتا، دل میں ایمان ہواور زندگی اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری اور حضور ﷺ کے طریقے کے مطابق ہو وہ مسلمان کہلاتا ہے، بہت سے یہود، نصاری، مجوسی، پارسی لوگوں کے نام بھی مسلمانوں جیسے ہوتے ہیں یا مسلمانوں کے نام ان کے جیسے ہوتے ہیں، تو صرف نام سے کوئی مسلمان نہیں ہوجاتا، ہاں! اسلامی نام اسلامی شناخت کا ذریعہ بنتے ہیں۔

اِس دور میں ایک غلط فہمی

آج کے دور میں لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ جو گوشت کھاوے وہ مسلمان ہے، خود مسلمان اپنے اسلام کی علامت صرف گوشت کھانا سمجھتے ہیں؛ حالاں کہ یہ غلط ہے، ہر گوشت کھانے والا مسلمان نہیں اور ہر مسلمان گوشت کھاتا ہو یہ ضروری نہیں۔

راستے میں چلتے ہوئے پانچ روپیے کی ٹوپی خرید لی، سر پر رکھ لی، اس سے کوئی واقعی مسلمان نہیں ہوجاتا، بعض لوگ جو اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرتے ہیں وہ اس طرح ظاہری اسلامی ہیئت اختیار کر کے لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں، لوگوں کو پریشان کرتے ہیں اور نام مسلمانوں کا بدنام کرتے ہیں؛ حالاں کہ وہ حقیقی مسلمان نہیں۔

منافقوں کی طرف سے تکلیف پہنچانے کی انتہا

ان منافقوں نے مدینہ میں آپ ﷺ کو اس قدر ستایا کہ پوری امت کی ماں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر نعوذ باللہ! زنا کی تہمت اور الزام لگایا، یہ بہت بڑی تکلیف

ان منافقین اور یہودیوں نے پہنچائی، اس تہمت کی وجہ سے آپ ﷺ تقریباً ایک ماہ تک بہت پریشان رہے اور آپ کو اس کا بہت رنج ہوا اور آپ کی پریشانی کی وجہ سے مدینہ کے تمام کے تمام مسلمان پریشان تھے، پورے مدینہ میں غم کا ماحول چھایا ہوا تھا، تمام حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا کسی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا۔

حضور ﷺ کو آخری روحانی تکلیف

خلاصہ یہ ہوا کہ دشمنوں نے نبیٔ کریم ﷺ کو پریشان کرنے کی ساری تدبیریں خرچ کر ڈالی، آپ ﷺ کو تکلیف پہنچانے کی جو صورت بھی جس کسی کے ذہن میں آئی، وہ سبھی جمع کر کے استعمال کی گئی، دشمنوں نے جو تکلیفیں آپ ﷺ کو پہنچائیں اس میں آخری یہ سب سے بڑی روحانی تکلیف تھی۔

ایک طرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی ایک نیک، مقدس، عالمہ، فاضلہ عورت پر تہمت۔ دوسری طرف ایک، نیک، مقدس صحابی حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کی طرف غلط نسبت۔

غلط نسبت

حاصل کلام یہ کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام غلط طریقہ سے جوڑ دیا، وہ صحابی حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ تھے، جو بڑے نیک اور پرہیزگار تھے؛ لیکن ان منافقوں نے ان کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام جوڑ دیا اور ان پر نعوذ باللہ! زنا کی تہمت لگائی، آپ ﷺ پریشان، حضرت صفوان بھی پریشان اور سب سے زیادہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی نیک صالحہ اور پاک دامن عورت بھی پریشان، تقریباً

پورا ایک مہینہ مدینہ میں غم کا ماحول رہا، یہ پوری سازش اور پلان منافقوں اور یہودیوں کا سردار اور ان کا لیڈر عبد اللہ ابن ابی کا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خوبیاں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بہت ہی نیک صالحہ اور پاک دامن عورت تھیں، ہم سب دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری تمام بہنوں کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی پاکیزہ زندگی عطا فرمائے اور جنت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ داخل ہونا نصیب فرمائے، آمین۔

ان کو اللہ تعالیٰ نے بڑی فضیلتیں عطا فرمائی تھیں اور ایسی ایسی خوبیاں دی تھیں کہ دنیا کی تمام عورتوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک خاص امتیازی درجہ رکھتی ہیں، حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر قیامت تک آنے والی پوری دنیا کی تمام عورتوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اللہ کی طرف سے بعض وہ خوبیاں دی گئیں کہ ویسی خوبی کسی عورت کو نصیب نہیں ہوئی، ان کی بعض خوبیاں میں آپ کو بتا دیتا ہوں، اس سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقام کتنا اونچا ہے!!!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پہلی خوبی

ان کی ایک خوبی یہ تھی کہ ان کی شادی سے پہلے اللہ کے فرشتے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام ایک دن ان کی تصویر ایک ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ: اے اللہ کے نبی! یہ عورت آپ کی بیوی بنے گی۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنی ہتھیلی میں ان کی

تصویر لے کر آئے تھے۔

ظاہر بات ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام جو کام کریں گے اللہ کے حکم کے مطابق کریں گے؛ گویا کہ اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شادی سے پہلے ہی ان کی تصویر بتادی تھی۔

شادی سے پہلے شادی کی نیت سے عورت کو ایک مرتبہ دیکھنا جائز ہے

اس سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ شادی کی نیت سے اگر عورت کو دیکھنا چاہیں تو دیکھنا جائز ہے؛ لیکن اس میں یہ خیال رہے کہ جو لڑکا ارادہ رکھتا ہے وہ دیکھے، اس کے والد، بھائی، چچا، ماموں، دوست وغیرہ کو دیکھنے کی اجازت نہیں، پھر دیکھنا بھی ایسا ہو کہ اس میں حد سے آگے نہ بڑھے، بعض جگہ لڑکی دیکھنے کے لیے لڑکا اپنے دوست کے ساتھ جاتا ہے، والد اور بھائی کو بھی لے کر جاتا ہے، سب مل کر دیکھتے ہیں، یہ غلط طریقہ ہے، اسی طرح بعض جگہ لڑکے لڑکی کو تنہائی میں ملنے بھی دیا جاتا ہے، طویل تفصیلی گفتگو اور خلوت کا موقع دیا جاتا ہے، یہ بھی غلط ہے، بس! شادی کرنے والا لڑکا دیکھ لیوے وہ کافی ہے، حدیث شریف میں ہے کہ:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے جب شادی کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ! اور اس عورت کو (جس سے نکاح کا ارادہ ہے) دیکھ لو۔ (مسند احمد بحوالۂ بدائع الصنائع)

مظاہرِ حق میں اسی طرح کی ایک حدیث شریف کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اپنی مخطوبہ کو دیکھ لینا ممکن نہ ہو تو پھر یہ مستحب ہے کہ کسی معتمد عورت کو بھیج دیا جائے تاکہ وہ اس مخطوبہ کو دیکھ کر مرد کو اس کے حالات بتاوے۔

دیکھنے میں ایک بے احتیاطی

جب لڑکی کو دیکھنے جاویں تب دونوں ایک دوسرے کے سامنے اپنے گزرے ہوئے دور کی تاریخ کھول کر بیٹھ جاتے ہیں، اس کے نتیجے میں دیکھنے ہی کے مرحلے سے بدگمانی کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، جس کے نتیجے میں بہت سی مرتبہ رشتہ بھی طے نہیں ہو پاتا، ان غلط طریقوں کو بند کرنا چاہیے۔

آج کے کہے جانے والے ترقی یافتہ دور میں بعض والدین تو اس مرحلے میں لڑکے لڑکی کو کچھ ایام، کچھ مہینے باقاعدہ ربط میں رہنے کی، ساتھ میں گھومنے پھرنے کی اجازت دیتے ہیں اور یوں کہتے ہیں: پہلے ایک دوسرے کو سمجھ لو، اچھی طرح جانچ لو کہ نباہ ہوگا کہ نہیں؛ تاکہ آگے کوئی مسئلہ کھڑا نہ ہو، یہ سب غلط اور ناجائز کام ہے، اس طرح غیر شرعی، غیر اسلامی طرز سے دیکھنے ملنے سے کبھی کوئی کام بنتا نہیں؛ بلکہ بگڑتا ہے۔

یہ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خوبی کی بات ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ان کی تصویر لے کر آئے اور حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی تھی اور ظاہر بات ہے اس زمانے میں کوئی کیمرا، ویڈیو وغیرہ نہیں تھا، وہ کوئی روحانی، غیبی، مثالی اور قدرتی چیز تھی کہ جس سے ان کی تصوری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی گئی، اس کو کوئی تصویر کے جائز ہونے کی دلیل نہیں بنا سکتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دوسری خوبی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دوسری خوبی یہ ہے کہ سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے بھی نکاح کیے وہ تمام کے تمام بیوہ اور مطلقہ عورتوں سے

کیے، کسی کے شوہر کی وفات ہوگئی تھی یا کسی کو ان کے شوہر نے طلاق دے دی تھی، ایسی مطلقہ بیوہ عورتوں سے آپ ﷺ نے شادی فرمالی، صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ سے شادی کرتے وقت کنواری تھیں۔

بیوہ اور مطلقہ عورت کو دوسری شادی کرلینی چاہیے

یہاں ایک دوسری بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ کوئی عورت بیوہ ہوجائے یا جس عورت کو طلاق ہوجائے تو شریعت کی تعلیم ہے کہ ایسی عورت کو کوئی مناسب رشتہ تلاش کر کے شادی کرلینا چاہیے، اس کو اپنے گھر میں بیٹھے نہ رہنا چاہیے، خاص طور پر جب کہ وہ جوان اور تندرست ہو، اور ایسی لڑکیوں اور عورتوں کے والیوں کو بھی چاہیے کہ شادی کرانے کی خاص فکر کریں، اسی طرح جس مرد کی بیوی کا انتقال ہوجاوے یا بیوی ایسی بیمار ہوجاوے کہ جسمانی ضرورت کی تکمیل کے قابل نہ رہی یا بیوی سے طلاق ہوگئی تو مرد کو بھی شادی کرلینی چاہیے۔

بیوہ کا نکاح کرانا کوئی عیب نہیں ؛ بلکہ اچھی بات ہے

اس طرح کی شادی کو معیوب نہ سمجھیں، بعض جگہ نہایت خطرناک حال ہے، بیوی بیمار رہے، شوہر تندرست ہے، شوہر زنا میں مبتلا ہے پھر بھی دوسرا نکاح نہیں کرتا ہے یا اس کو کرنے نہیں دیا جاتا، روکا جاتا ہے، خود بیوی شوہر زنا کرے اس کے اسباب مہیا کرتی ہے؛ لیکن نکاح نہیں کرنے دیتی۔

اسی طرح بیوی کی وفات کے بعد شوہر کو ضرورت ہے پھر بھی دوسرا نکاح نہیں

کرتا یا بچے اس کو دوسرا نکاح نہیں کرنے دیتے، ڈر یہ ہے کہ دوسری آنے والی عورت میراث میں شریک ہوگی اور ہمارا حق کم کروادے گی، خوب سمجھ لو! جو رشتے دار رُکاوٹ بنیں گے اور گناہ کا ذریعہ بنیں گے وہ بھی گنہ گار ہوں گے اور اس طرح کرنے والا بھی گنہگار ہوگا، اولاد کو یہ سوچنا چاہیے کہ- خدا حفاظت میں رکھے- والد صاحب بڑے ضعیف، صاحبِ فراش ہو گئے، قضائے حاجت، استنجا، غسل سے بھی معذور ہو گئے، کسی کی مدد کی ضرورت ہے تو کیا اولاد، بیٹی، بہو اس طرح کی جسمانی خدمت- جن میں ستر دیکھنا ہو- کر سکے گی؟ پھر کیوں رکاوٹ بنیں؟

بلکہ خود تعاون کر کے نکاح کروادو؛ تاکہ سہولت رہے، قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَاءِكُمْ.

ترجمہ: تم میں سے جن (آزاد مردوں اور عورتوں) کا نکاح نہ ہو ان کا نکاح کراؤ اور تمھارے غلاموں اور باندیوں میں سے جو نیک ہوں ان کا بھی (نکاح کراؤ)۔ (النور)

اس آیت سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ جس کی شادی نہ ہوئی ہو یا وہ طلاق والی یا بیوہ ہوگئی ہو ایسی عورت کی شادی کرادینی چاہیے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عکاف رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال فرمایا: تمھاری بیوی ہے؟ انھوں نے عرض کیا: نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال فرمایا: کوئی شرعی باندی ہے؟ انھوں نے عرض کیا۔ نہیں۔ پھر سوال فرمایا: تمھارے پاس گنجائش ہے کہ نہیں؛ یعنی بیوی کے ضروری خرچہ کا انتظام کر سکتے ہو؟ انھوں نے عرض کیا کہ: ہاں! تو

اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر تو تم شیطان کے بھائی ہو، ہماری سنت نکاح کرنا ہے، جو بغیر نکاح کے ہو وہ تم میں بدترین آدمی ہے، اور جو بے نکاح مر گیا وہ سب سے رذیل ہے۔ یہ شریعت کا حکم بھی ہے اور اللہ کے نبی کی سنت بھی ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے بانی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کا اتباعِ سنت کا عجیب واقعہ

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ نے ایک واقعہ لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ دیوبند کے محلہ دیوان میں وعظ فرما رہے تھے، وعظ کا موضوع تھا ''بیوہ عورتوں کا نکاح''۔ اتفاق کی بات تھی کہ انہی دنوں میں حضرت نانوتویؒ کی بہن بیوہ ہوئی تھی اور ابھی تک اس کا دوسرا نکاح نہیں ہوا تھا۔ دورانِ بیان دیوبند کے معزز شیوخ حضرات میں سے ایک صاحب کھڑے ہوئے، حضرت مجھے کچھ عرض کرنا ہے، حضرت نانوتویؒ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی فراست سے سمجھ گئے کہ بیوہ بہن کا اب تک جو نکاح نہیں ہوا اس کے متعلق یہ اعتراض کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت نے مجمع سے فرمایا: ذرا ٹھہریے مجھے ایک ضرورت پیش آئی ہے، میں ابھی حاضر ہوتا ہوں، یہ فرما کر حضرت اسٹیج سے نیچے اتر کر گھر تشریف لے گئے، مجلس اپنی جگہ جمی رہی، بیوہ بہن عمر میں آپ سے بڑی تھی، کافی ضعیف بھی ہو چکی تھی، ان کی اولاد بھی نہیں تھی، حضرت نے اپنی بہن کے پیر پکڑ کر بہت عاجزی کرتے ہوئے عرض کیا: بہن! آپ کی ایک ہمت سے آپ ﷺ کی ایک سنت زندہ ہو سکتی ہے اور میں سنت

زندہ کرنے کے قابل ہوسکتا ہوں۔

بہن گھبرا گئی اور کہا کہ: ایسی کیا بات ہے، میں اس قابل کہاں ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت زندہ ہونے کا سبب بن سکوں؟ حضرت نے عرض کیا! بہن آپ نکاح کر لیجیے۔ بہن نے عرض کرلیا کہ: بھائی! تم دیکھ رہے ہو، میں ضعیف ہوچکی ہوں، سر کے بال سفید ہو چکے ہیں، یہ عمر نکاح کرنے کی نہیں ہے۔ حضرت نے عرض کیا: یہ سب کچھ صحیح ہے؛ لیکن یہ نکاح کسی ضرورت کی وجہ سے نہیں ہے، محض بیواؤں کے نکاح کی سنت کو زندہ کرنے کے لیے ہے۔

وہ بہن بھی حضرت نانوتویؒ کی بہن تھی، سنت کا نام سن کر نکاح کے لیے تیار ہو گئی، حضرت نے اسی وقت گھر میں نکاح پڑھا دیا، حضرت باہر تشریف لائے، مجمع اسی طرح جم کر بیٹھا ہوا تھا، کسی کو کچھ معلوم نہیں کہ کیا ہوگیا اور آگے وعظ شروع فرمایا۔

وہ اعتراض کرنے والے صاحب دوبارہ کھڑے ہوکر کہنے لگے: آپ تو بیواؤں کے نکاح کا وعظ فرما رہے ہیں اور آپ کے گھر میں آپ کی بیوہ بہن بیٹھی ہوئی ہے۔

حضرتؒ نے جواب میں ارشاد فرمایا: کون کہتا ہے کہ وہ بیٹھی ہوئی ہے، اس کا نکاح تو ہو چکا ہے اور نکاح کے گواہ اسی مجلس میں موجود ہے، اسی وقت نکاح کے گواہوں نے کھڑے ہوکر گواہی دی کہ نکاح ہماری حاضری میں ہوا ہے، اس بات کو سن کر پورا مجمع متأثر ہوگیا اور اسی مجلس میں ساٹھ (۶۰) بیوہ عورتوں کے نکاح ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کا مجھ پر فضل

اللہ کا فضل وکرم ہے میرے پر کہ اللہ نے مجھے بھی اس سنت کو ادا کرنے کا

موقع دیا (۵۸/۵۹) سال کی ہماری بیوہ بہن انگلینڈ میں کئی سالوں سے رہتی تھی، میرے والدِ مرحوم اپنی حیات میں ان کی شادی کے لیے بڑے فکرمند رہے، دعا بھی کرتے رہے اور کوشش بھی کرتے رہے؛ لیکن نہ ہوسکا، اِسی سال اللہ تعالیٰ نے ان کا نکاح کرانے کا مجھے موقع دیا اور صرف اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرنے کی نیت سے میں نے تین دن کے لیے بمبئی سے لندن کا سفر کیا اور بہن کا نکاح کرایا، لندن کی مدینہ مسجد میں ایک بڑے مجمع کے سامنے نکاحِ بیوگان پر تفصیلی خطاب کیا اور اس کے بعد خود ولی بالنکاح بن کر نکاح کرایا۔

صبر کرنے والی عورت کی فضیلت

جس عورت کے شوہر کا انتقال ہوجائے؛ لیکن محض وہ اپنے چھوٹے بچوں کے خاطر صبر کرے اور عفت و پاک دامنی سے زندگی گذارے، اس کے متعلق حدیث شریف میں فضلیت وارد ہوئی ہے، حدیث شریف میں ہے کہ: اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کا ثواب ملے گا۔

اس لیے کہ بہت سی مرتبہ اس عورت نے جس شوہر سے دوسرا نکاح کیا وہ اس کے اگلے شوہر سے ہونے والے بچوں کے متعلق خیر خواہ نہیں ہوا کرتا، جس کی وجہ سے بچوں کی صحیح تعلیم وتربیت نہیں ہو پاتی؛ بلکہ بعض مرتبہ بچے ظلم کے شکار بنتے ہیں، اس لیے جس عورت کو گناہ کا غالب خطرہ ہو وہ تو دوسرا نکاح ضرور کرلے؛ لیکن اگر اپنی ذات پر اطمینان ہے اور گناہ سے حفاظت کی پوری امید ہے اور چھوٹی چھوٹی اولاد کی تعلیم وتربیت کا بھی مسئلہ ہے اور دوسرے نکاح کی صورت میں بچوں پر ظلم وزیادتی کا خطرہ

ہے اور ضروری اخراجات کی جائز شکلیں بھی موجود ہیں تو اس عورت کو تو صبر کر کے زندگی گذارنی چاہیے اور اپنے بچوں پر محنت کر کے گھر بیٹھے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کی فضیلت حاصل کرنی چاہیے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تیسری خوبی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تیسری خوش قسمتی یہ ہے کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات بھی ان کی گود میں ہوئی، حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری دن اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا دن تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سینہ پر رکھا ہوا تھا اور اسی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا، یہ ان کی بڑی خوش قسمتی کی بات ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی چوتھی خوبی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی چوتھی خوش قسمتی کہ جس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا وہ کمرہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تھا، ایسے حیاتِ طیبہ کے آخری دنوں میں مرض کی شدت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواجِ مطہرات سے اجازت لے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں قیام فرمایا تھا؛ لیکن قدرتی بات کہ وفات کے دن باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی تھی؛ گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چاہتِ مبارکہ یہ تھی کہ آخری ایام بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں قیام ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب ازواجِ مطہرات کے الگ الگ کمرے بنائے تھے۔

مکانات کی وسعت بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے

میری بہنو! اللہ نے ہم کو بڑی نعمتوں سے نوازا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب

ازواجِ مطہرات کے الگ الگ کمرے بنائے تھے، جو بہت ہی چھوٹے چھوٹے تھے، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ تمام کو مدینہ شریف بار بار لے جائے، جب آپ مدینہ جاؤ تو جو وقت عورتوں کا سلام پڑھنے کا ہوتا ہے وہاں جاکر دیکھنا کہ تمام کے جو کمرے تھے، وہ جگہ کتنی چھوٹی ہے، مسجدِ نبوی میں جو جالی مبارکہ کا احاطہ ہے، جہاں ہم سلام پیش کرتے ہے، تقریباً بس اتنے ہی احاطے میں یا اس سے کم جگہ میں تمام امہات المؤمنین کے حجرات تھے۔

بعض احادیث میں ہے کہ جب آپ ﷺ تہجد کی نماز ادا فرماتے اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہاں آرام کرتی ہوتی اور جب آپ ﷺ سجدے میں جاتے تو وہ پاؤں سمیٹ لیتی تھیں، تب حضور ﷺ سجدہ کر سکتے، اتنے چھوٹے چھوٹے کمرے تھے کہ اطمینان سے ایک سوئے اور دوسرا نماز پڑھ سکے اتنی بھی جگہ نہیں ہوتی تھی، اللہ نے مجھے اور آپ کو مکان کی وسعت کی بڑی دولت سے نوازا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پانچویں خوبی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پانچوی خوبی: حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی قبر مبارک کسی قبرستان میں نہیں بنی؛ بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمرے میں بنی؛ اس لیے کہ جس جگہ نبی کی وفات ہوتی ہے اسی جگہ ان کی قبر بنائی جاتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی چھٹی خوبی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی چھٹی خوبی: یہ کہ جب حضور ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

دونوں ایک ہی لحاف میں سوئے ہوئے ہوتے اسی حالت میں اللہ کی طرف سے قرآن نازل ہوتا تھا، اللہ اکبر! کیسی پاکیزہ زندگی تھی، یہ خوش نصیبی کسی اور بیوی کو نصیب نہیں ہوئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ساتویں خوبی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ساتویں خوبی یہ ہے کہ وہ ایسے باپ کی بیٹی ہیں جو تمام نبیوں کے بعد پہلے نمبر کے انسان ہیں؛ یعنی تمام پیغمبروں اور انسانوں کے بعد سب سے اونچا درجہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے؛ اس لیے ان کا لقب کتنا مبارک ہو گیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لقب صدیق اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا لقب صدیقہ، عائشہ نام اور صدیقہ ان کا سیکنڈ نام، صدیقہ بنت صدیق۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آٹھویں خوبی

میری بہنو! اور تو کیا خوش قسمتی ان کی بتاؤں! ایک عجیب خوش نصیبی جو دنیا میں کسی عورت کو نصیب نہیں ہو سکتی کہ جب اللہ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام پر زلیخا نے تہمت لگائی کہ یوسف نے میرے ساتھ غلط کام کرنے کا پلان کیا تھا؛ حالاں کہ حضرت یوسف علیہ السلام پاک اور معصوم ہے، اس بات کو بتلانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک دودھ پیتے بچے کو بولتے سکھایا، اس بچے نے گواہی دی اور اعلان کیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام پاک ہے اور زلیخا جھوٹی ہے۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو لوگوں نے حضرت مریم پر تہمت لگائی: اے مریم! شادی سے پہلے یہ بچہ کیسے آ گیا؟ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچپن

میں اپنی زبان سے بلوایا، جس وقت وہ اپنی ماں کے گود میں تھے، دودھ پی رہے تھے:

انی عبداللہ. (مریم: ۳۰) ترجمہ: میں اللہ کا بندہ ہوں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور بولے کہ: میری ماں مریم پاک ہے، میری ماں نے کوئی غلط کام نہیں کیا۔

میری بہنو! اللہ کی قدرت دیکھو کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت لگی تو ایک بچے نے ان کو پاک بتایا اور حضرت مریمؑ پر جب تہمت لگی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دودھ پیتے پیتے اپنی ماں کو پاک بتایا، خوش نصیب ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ ان پر جب منافقوں نے زنا کی تہمت لگائی تو اللہ نے آسمان سے خود اعلان فرمایا اور اللہ نے قرآنِ پاک میں ان کی پاک دامنی پر تقریباً ۲۰ آیتیں پورے دو رکوع نازل فرمائے، اللہ اللہ! کیسی خوش نصیب عورت کہ اللہ نے خود ہی ان کے پاک ہونے کا اعلان فرما دیا، اتنی بڑی خوش نصیبی کسی عورت کو نصیب نہیں ہوئی، اسی کے ساتھ اللہ نے دنیا ہی میں ان کے لیے مغفرت کا اعلان فرمایا:

اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ، لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ۝۲۶ (النور: ۲۶)

ترجمہ: جو (تہمت کی) بات وہ (منافق) لوگ کہتے ہیں وہ (نیک مرد اور عورتیں) اس سے بالکل بری (یعنی بے تعلق) ہیں، ان کے لیے (آخرت میں) مغفرت ہے اور عزت کی روزی ہے۔

اللہ تعالیٰ ماں عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی پاکیزہ زندگی ہماری تمام بہنوں کو عطا فرماویں اور جنت میں ان کے ساتھ جانا نصیب فرمائیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک بڑی برکت: امت کو تیمم کی نعمت نصیب ہوئی

اسی غزوۂ بنی مصطلق میں اور کسی دوسرے سفر کے موقع پر بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہوگیا۔ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہار تلاش کرنے کا حکم دیا، بعض حضرات پچھلی منزل تک ہار تلاش کرنے گئے، اس طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور پورا مجمع ٹھہرا ہوا ہے، صبح ہونے آئی، فجر کا وقت ہوگیا، جس جگہ قیام تھا وہاں پانی نہیں تھا اور نماز کے لیے پانی کی ضرورت تھی۔

مجمع میں سے بعض حضرات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، اور صاحب زادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق باتیں کہنے لگے کہ: عائشہ نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو روکا، پورے مجمع کو روکا اور ایسی جگہ روکا ہے جہاں لوگوں کے لیے پانی کا انتظام نہیں ہے، اس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طبیعت پر بھی اثر ہوا، وہ اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ران پر سر رکھ کر آرام فرما رہے ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پورے مجمع کی تکلیف کے خیال سے اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ڈانٹنا شروع کیا اور ساتھ ہی اپنی انگلی سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کمر (کوکھ) پر کچوکے مارنے لگے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تکلیف تو ہوئی کہ ابا جان ڈانٹ بھی رہے ہیں؛ لیکن وہ ذرہ بھی نہیں ہلی، برداشت کرتی رہی؛ اس لیے کہ اگر وہ ہلتی تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند مبارک میں خلل واقع ہوتا، کیسی محبت تھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ تکلیف برداشت کر کے آرام دے رہی ہے!!!

خیر! جب صبح ہوئی اور نماز کا وقت آیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ: پانی نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت تیمم والی آیت اتاری اور تیمم کرنے کی اجازت مل گئی۔

اس پر حضرت اسید بن حضیر انصاری رضی اللہ عنہ خوشی سے کہنے لگے: جب بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خاندان میں کوئی ناگوار بات ہوئی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے خاندان کے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے برکت عطا فرمائی ہے؛ یعنی کوئی بھی ایسی بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے جس میں مسلمانوں کا فائدہ ہی ہوا ہے۔

دیکھیے! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگی، وہ تکلیف کی چیز تھی؛ لیکن اس کی برکت سے براءت کی آیات نازل ہوئیں، جو قیامت تک پڑھی جائے گی، کتنی بڑی برکت!!! اور ہار گم ہونے کی وجہ سے رکنا پڑا، نماز کا وقت آیا تو پانی نہیں تھا تو تیمم کی نعمت امت کو مل گئی، کتنی بڑی نعمت مل گئی!!!

تیمم کا مطلب

جب پانی نہ ملے، قریب میں بھی نہ ہو، یا بیماری کی وجہ سے پانی استعمال نہ کر سکے تو مٹی وغیرہ سے تیمم کرلو، تیمم کی نیت کر کے دونوں ہتھیلی مٹی پر مار کر پورے چہرے پر پھراؤ، پھر دوسری مرتبہ مٹی پر دونوں ہتھیلی مار کر دونوں ہاتھوں پر کہنی سمیت پھرا دو، تیمم ہو گیا، کتنی آسانی ہو گئی۔ غسل اور وضو دونوں میں اس طرح کر سکتے ہیں۔

واقعۂ اِفک کی تفصیل

اب یہاں سے پوری بات بتا دوں کہ ان پر تہمت کیسے لگی اور اللہ نے ان کی

پاک دامنی کا کیسے اعلان کیا، یہ پورا قصہ بڑا عجیب وغریب ہے، اس کی ایک ایک بات پر دھیان دینے کی ضرورت ہے، قرآنِ مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہ واقعہ بیان فرمایا اور بخاری شریف میں تقریباً اٹھارہ (۱۸) جگہ پر یہ واقعہ آیا ہے، تین جگہ تفصیل سے ہے، باقی جگہ اجمالاً ذکر کیا ہے۔

جب حضور ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو ہجرت کے پانچویں سال (ابھی ۱۴۳۱ھ چل رہا ہے) اور میں ہجرت کے چھٹے سال کی بات کرتا ہوں، ہم کو اسلامی تاریخ اور سال بھی یاد ہونا چاہیے۔

سنہ ۵ھ میں عرب میں ''بنی مصطلق'' نام کا ایک خاندان تھا، یہ پورا خاندان غیر مسلموں کا تھا، مدینہ منورہ سے کچھ فاصلہ پر مریسع نامی ایک جگہ پر یہ لوگ رہتے تھے، اس خاندان کے لوگوں نے مدینۂ منورہ پر حملہ کرنے کی تیاری کی، جب آپ ﷺ کو پتہ چلا تو خود حضور ﷺ اس خاندان کے لوگوں کو ایمان کی دعوت دینے کے لیے تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ بہت بڑی جماعت تھی، باقاعدہ غزوہ ہوا۔

حضور ﷺ کا مثالی انصاف

آں حضرت ﷺ سفر کے موقع پر ازواجِ مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی کرتے، اور چٹھی میں جس کا نام نکلتا اس کو سفر میں ساتھ لے جاتے؛ حالاں کہ آپ کے لیے اس طرح کرنا کوئی ضروری نہیں تھا؛ لیکن اپنی بیویوں میں ناراضگی نہ ہو، ان کی دل جوئی ہو اس لیے چٹھی ڈال دی جاتی، اس مرتبہ چٹھی میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام نکلا تو حضور ﷺ نے ان کو ساتھ لے لیا۔

اس طرح چٹھی ڈالنے کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ کسی کو کسی کے متعلق ناانصافی کرنے کا گمان نہ رہے؛ بلکہ وہ خود اپنی قسمت پر روئے کہ میری قسمت میں نہ تھا اس لیے میرا نام نہیں نکلا، دل جوئی کرنے کا یہ بہترین طریقہ ہے۔

اس سفر میں منافقین بھی شریک ہوئے؛ چونکہ وہ جانتے تھے کہ مسلمانوں کو فتح ملنے ہی والی ہے، غنیمت کا مال ملے گا، اور منافقین تو مال کی لالچ میں رہتے تھے۔

اپنی بہن سے زیور عاریت کے طور پر لینا

سفر میں جانے کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کوئی زیور نہیں تھے؛ کیوں کہ اس زمانے میں غربت بہت تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بڑی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس سے گلے میں پہننے کے لیے عاریت کے طور پر ہار طلب کیا، یہ ہار یمن میں ''ظفار'' نامی ایک جگہ کا بنا ہوا تھا، جو دانے (મણકા) سے بنایا گیا تھا، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اظفار – ایک جمی ہوئی خوشبو – کے دانے سے بنا ہوا تھا۔

اس واقعہ پر میرے استاد حضرت مولانا سلیمان صاحب چوکسی سبق میں سنایا کرتے تھے کہ: یہ ہماری بہنوں کی پرانی عادت ہے کہ سفر میں جانے کے لیے اگر اپنے پاس کوئی زیور نہ ہو تو دوسرے کسی سے بھی لے کر پہن کر جاتی ہیں؛ لیکن بغیر زیور سفر کرنا ان کو عار معلوم ہوتا ہے۔ الحمد للہ! آپ کو تو اللہ نے ایسی چیزوں سے خوب نوازا ہے، جہاں غربت ہوتی ہے وہاں ایسے واقعات پیش آتے ہیں۔

بہر حال! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی بہن کا زیور لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کے لیے روانہ ہوگئیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بہت دبلی پتلی تھیں؛ کیوں کہ بہت ہی چھوٹی

عمر میں ان کا نکاح ہوا تھا، حضور ﷺ نے ان کے لیے یہ انتظام کیا کہ اونٹ پر بیٹھنے کے لیے لکڑی کا ایک کجاوہ بندھوا دیا، جو اس زمانے میں ایک خاص طریقے سے بنایا جاتا تھا، جس کے چاروں طرف پردے لگاتے تھے، اس کو ہودج کہتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس ہودج میں بیٹھ جاتی اور جہاں کہیں اترنا ہوتا تو اونٹ کو نیچے بٹھا کر اوپر سے وہ ہودج اتار دیا جاتا تھا، پھر جب سفر شروع ہوتا تو ہودج کو واپس اس پر رکھ دیا جاتا اور پردے ڈال دیے جاتے اور اونٹ کی رسی آگے سے کوئی پکڑتا اور لے کر چلتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس طرح حضور ﷺ کے ساتھ سفر میں روانہ ہوگئی، جب غزوہ مکمل ہوا اور آپ ﷺ واپس مدینہ تشریف لا رہے تھے، تو سفر کرتے کرتے رات ہوگئی، ایک جگہ جنگل میں حضور ﷺ اور تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے قیام فرمالیا، پھر جب آدھی یا پونی رات گزر گئی تو آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ: چلو! اب آگے سفر کرنا ہے۔

اس دور میں رات کے آخری حصے میں سفر کیا جاتا تھا، اور حضور ﷺ سب کو ایسے موقع پر وقت دیتے تھے کہ سفر میں آگے بڑھنے سے پہلے جس کو استنجا وغیرہ کا تقاضا ہو وہ فارغ ہوجائے اور سواری کے جانور کو تیار کرلے، آج کل کی طرح نہیں تھا کہ سفر شروع کرو؛ یعنی گاڑی شروع (Start) کی اور چل دو، اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تقاضا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رات کی اندھیری میں دور کسی جگہ استنجا کے لیے چلی گئی، جب استنجا کر کے واپس آئی تو پتہ چلا کہ گلے کا ہار غائب ہے تو واپس اس ہار کو تلاش کرنے کے لیے گئی اور تلاش کرنے میں دیر لگ گئی۔

جس جگہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم ٹھہرے ہوئے تھے، وہاں حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا والا ہودج رکھا ہوا تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہودج پر چاروں طرف سے پردے لگے تھے اور ہودج کے اٹھانے والے جو صحابہ تھے انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہودج اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا؛ چوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وزن میں بہت ہی ہلکی تھی، جس کی وجہ سے صحابہ کو پتہ نہ چل سکا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہودج میں بیٹھی ہیں یا نہیں اور جلدی جلدی میں ہودج اٹھانے والے صحابہ یہ سمجھے کہ ماں عائشہ رضی اللہ عنہا ہودج میں بیٹھی ہوئی ہیں اور پورا قافلہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوگیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ سمجھ رہے تھے کہ عائشہ ہودج میں بیٹھی ہوئی ہے؛ چوں کہ اندھیری رات تھی، کچھ پتہ نہ چلا؛ حالاں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جنگل میں ہی تھیں اور اپنا ہار تلاش کرنے میں مشغول تھیں۔

اس دور میں دبلی پتلی عورتیں، اور آج کا زمانہ

بخاری شریف میں خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ اس دور میں عورتیں عام طور پر دبلی پتلی، ہلکے بدن کی ہوا کرتی تھیں، ان کے بدن پر زیادہ گوشت نہیں ہوتا تھا، کھانا معمولی اور اپنے ہاتھ سے گھر کے تمام کام کرنے ہوتے جس کی وجہ سے بدن موٹا نہیں ہوتا تھا۔

بخاری شریف کی ایک حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ خیبر کے فتح ہونے تک پیٹ بھر کر کھجوریں بھی کھانے کو نہیں ملیں؛ حالاں کہ کھجور مدینہ کی سب سے بڑی پیداوار ہے تو پھر دوسری چیزیں تو پیٹ بھر کر کیسے ملتی ہوگی؟ آج تو ہماری بہنیں Dieting کرتی ہیں اور خود کو دبلا پتلا رکھنے کی محنتیں

کرتی ہیں، اس کے لیے دوا کرتی ہیں، باقاعدہ وزن کم کرنے کی دوا کے لیے اشتہارات آپ کو دیکھنے کو ملیں گے، دبلا پتلا رکھنے کا مقصد خود کو حسین دکھانا ہے؛ چوں کہ پتلا جسم (Single body) اِس دور کا ایک فیشن ہے، اس غلط مقصد سے عورتیں دوا کا سہارا لیتی ہیں، اس لیے ایک اچھی صفت؛ یعنی دبلا پتلا ہونا اس دور میں غلط نیت کی وجہ سے بہت سی خرابیوں کا ذریعہ بن گیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی واپسی اور حیرانی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا واپس آئی تو دیکھا کہ حضور ﷺ اور تمام صحابہ جا چکے ہیں، وہ پریشان ہوگئی، اکیلی نوجوان عورت، راستہ بھی معلوم نہیں، اور اس زمانے میں اونٹوں اور گھوڑوں کا بڑا مشکل سفر ہوتا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عقل مندی

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب واپس آئیں اور دیکھا کہ قافلہ روانہ ہو چکا ہے اور کوئی نہیں ہے، تو ادھر اُدھر نہیں دوڑی، اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی عقل وفہم سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فیصلہ کیا کہ میں اسی جگہ بیٹھ جاتی ہوں، اور خیال کیا کہ جب حضور ﷺ کو معلوم ہوگا کہ میں ہودج میں نہیں ہوں تو مجھے تلاش کرنے یہاں پہنچیں گے، میں ادھر اُدھر گئی تو ان کو تلاش میں مشکلی ہوگی؛ اس لیے اپنی جگہ چادر لپیٹ کر بیٹھ گئی، رات کا آخری وقت تھا، نیند کا غلبہ ہوا؛ اس لیے آنکھ لگ گئی، عام طور پر ایسے موقع پر عورتیں ڈر جاتی ہیں، گھبرا جاتی ہیں؛ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہمت اور عقل مندی کی بات ہے کہ وہ اسی جگہ بیٹھ گئیں گھبرا کر ادھر اُدھر نہیں گئیں۔

قافلہ کی روانگی کے وقت آپ ﷺ کا معمول مبارک

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے روانگی کے وقت ایک صحابی کو پیچھے چھوڑ دیا کہ قافلہ روانہ ہونے کے بعد صبح کے وقت پیچھے پیچھے آئے؛ تاکہ کسی صحابی کی کوئی چیز اگر گرگئی ہو تو وہ اس کو لے کر محفوظ کرلے، اس موقع پر حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے اس کام کے لیے حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کو منتخب فرمایا تھا، وہ اس جگہ رکے ہوئے تھے، ان کو معلوم نہیں تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس جگہ پر ہیں؛ کیوں کہ رات کا اندھیرا تھا۔

جب صبح کی تھوڑی روشنی ہوئی تو ان کو دور سے کسی انسان کے ہونے کا اندازہ ہوا، وہ قریب گئے تو دیکھا کہ یہ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں، پردے کا حکم آنے سے پہلے انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا تھا؛ اس لیے پہچان گئے۔

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ تعجب میں پڑ گئے اور انھوں نے زور سے ''إنّا للّٰه و إنّا إليه راجعون'' پڑھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نیند میں تھیں، جب حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کے منہ سے ''إنّا للّٰه و إنّا إليه راجعون'' نکلا تو اس کی آواز سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ کھل گئی اور جلدی سے چادر لپیٹ لی اور اپنا منہ ڈھانپ لیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمل ہمارے لیے ایک سبق

بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان منقول ہے، خوب دھیان دینے کی ایک بات ہے، جب پرائے مرد کی نظر پڑی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فوراً بیدار ہوتے ہی اپنا منہ ڈھانپ لیا، کیسی پاک دامن، حیا اور شرم والی عورت ہوگی!!!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قسم کھا کر بیان فرما رہی ہیں کہ: میں نے حضرت صفوان رضی اللہ عنہ سے ایک لفظ بھی نہیں سنا، صرف ''إنا للّٰہ وإنّا إلیہ راجعون'' جو پڑھا تھا وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا، اس کے سوا کوئی بات خود حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے بھی نہیں کی، یہ ہم سب کے لیے ایک مثالی سبق ہے۔

آج تو ایسا موقع کسی کو مل گیا تو بس بات کیسے لمبی لمبی ہو جاتی ہے، مضامین بھی ذہن میں برابر آتے چلے جاویں گے اور مدد کے عنوان سے نئے تعلقات پیدا ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں ان واقعات سے نصیحت حاصل کر کے عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ اس موقع سے جو ضروری کام تھا صرف وہ کیا؛ یعنی اپنا اونٹ لائے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے بٹھا دیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس پر سوار ہوگئی، حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے اونٹ کی رسی پکڑ لی اور خود پیدل چلنے لگے، ان صحابی نے پورے سفر کے درمیان نہ کوئی بات کی، نہ ان کو ہاتھ لگایا، بس! چلتے گئے یہاں تک کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ جہاں تھے وہاں پہنچ گئے، قافلہ دوپہر کی سخت گرمی کے وقت کسی جگہ ٹھہرا ہوا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا دیا، بس قصہ تو یہ ہو گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر عبد اللہ ابن اُبی کا تہمت لگانا

منافقوں کے سردار عبد اللہ ابن ابی کو جب اس بات کا پتہ چلا تو اس ظالم اور بد بخت نے لوگوں کے درمیان اس بات کو اس طرح مشہور کر دیا کہ نعوذ باللہ! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کے ساتھ غلط کام کیا اور اس وقت جتنے بھی منافق تھے ان لوگوں نے اس ظالم بد بخت کا تہمت پھیلانے میں ساتھ دیا اور یہ خبر بہت مشہور

ہوگئی، ایسے موقع پر لوگوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ جب اس طرح کی کوئی بات کسی سے سنتے ہیں تو بلا کسی تحقیق کے اس کو پھیلا دیتے ہیں۔

دشمن ہمیشہ موقع کی تلاش میں ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ ہماری بیجا دشمنی سے حفاظت فرمائے، انسان کو جب کسی سے دشمنی ہوتی ہے تو وہ اندھا، بہرہ، گونگا ہو جاتا ہے، اپنے دشمن کے متعلق کوئی بھی موقع اس کو ملتا ہے تو وہ اس کو بدنام کرتا ہے، صحیح بات کو بھی غلط پیش کرتا ہے، ایسا نہیں ہونا چاہیے، انصاف انصاف ہے، سچائی سچائی ہے، کسی حال میں اس کو مت چھوڑو، کسی کے متعلق غلط بات مت چلاؤ، کوئی غلط بات چلتی ہو تو اس کو روکو، کسی پر غلط تہمت لگتی ہو تو اس کا دفاع کرو، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کسی کے سامنے اس کے مسلمان بھائی کی برائی بیان کی جارہی ہو اور وہ اس کی مدد کرنے پر (یعنی اس کی طرف سے اس غلط بات کے دفاع کرنے کی) قدرت رکھتا ہو اور اس کی مدد کی تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی مدد فرماویں گے اور اگر مدد کی قدرت کے باوجود اس کی مدد نہیں کی تو اللہ تعالیٰ دنیا آخرت میں اس سے بدلہ لیں گے۔

یہاں دشمن منافقین کو ایک موقع مل گیا اور انھوں نے افواہ پھیلانا، تہمت لگانا شروع کر دیا۔

واقعہ سے عبرت: ایک نصیحت

میری بہنو! یہ قصہ صرف سنانے کی غرض سے بیان نہیں کرتا ہوں؛ بلکہ اس میں بہت بڑی نصیحت ہے، اس میں سے پہلی نصیحت آپ کو بتلا دوں کہ: جب بھی کوئی بات

سنو تو فوراً اس کو آگے مت چلاؤ؛ بلکہ پہلے اس بات کی پوری تحقیق کرو کہ حقیقت کیا ہے، مسلم شریف میں روایت ہے:

كَفٰى بِالْمَرْأِ كَذِباً أَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَاسَمِعَ.

یعنی وہ انسان جھوٹا ہے جو ہر سنی ہوئی بات دوسروں کے سامنے بیان کردے۔ اس لیے پہلے بات کی تحقیق کرلے اور وہ بھی اس وقت جب کہ اس بات کی کوئی ضرورت ہو، اس سے خود آپ کا یا اپنے متعلقین کا کوئی معاملہ وابستہ ہو؛ ورنہ بلا کسی غرض اور مطلب کے ایسی باتوں میں نہ پڑنا چاہیے، اپنا کام بھلا اور اپنی آخرت کا فکر، اپنی زندگی، اپنی قبر، اپنی آخرت کا فکر کرو، دوسروں کی باتوں میں جانے کی ضرورت کیا ہے؟ میری دینی بہنو! غلط باتوں کا چرچا کرنا، اس کو پھیلانا یہ گناہِ کبیرہ میں شامل ہے، یہ ہماری شریعت میں حرام ہے، یہ عادت ہماری بہت ساری بہنوں اور بھائیوں میں ہیں۔

تہمت میں چند بھولے بھالے مسلمانوں کا شریک ہونا

بہرحال! جب یہ بات منافقوں نے پھیلائی اور مسلمانوں کے کانوں میں پہنچی تو بعض بھولے بھالے مسلمان بھی اس میں شامل ہوگئے، دوصحابی مرد: حضرت مسطح رضی اللہ عنہ اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ اور ایک صحابی عورت حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا اس بات کو مان لینے میں شامل ہوگئے، ان میں حضرت مسطح رضی اللہ عنہ اور حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا مہاجر ہیں اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ قبیلۂ خزرج سے یعنی انصاری ہے۔

پورے مدینے میں ماحول گرم ہوگیا، منافق لوگ جہاں بھی ہوتے بس اسی بات کا چرچہ کرتے تھے، خاص کر عبداللہ بن ابی اس بات کو خوب پھیلاتا، جان بجھ کر

لوگوں سے اس واقعے کے بارے میں سوال کرتا؛ تاکہ سوال وجواب کے ذریعہ بات کو خوب پھیلاوے۔

سوال کا غلط استعمال

کچھ فتنہ کرنے والے انسان ہوتے ہیں جو دوسروں سے کسی بات کا سوال کرتے ہیں، ان کا مقصد سوال کرنے سے کسی بات کو مشہور کرنا اور پھیلانا ہوتا ہے، آپس میں سوال کریں گے، تجھے معلوم ہوا کہ نہیں؟ پھر وہ سامنے سے پوچھے گا: کیا؟ بس پھر تفصیلات شروع ہوجاتی ہیں، اس طرح فتنہ کی نیت سے، افواہ کو پھیلانے کی نیت سے سوال کرنے سے اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرماوے، یہ گناہ کا کام ہے۔

حضور ﷺ کو جب پتہ چلا تو آپ کو بھی بہت غم ہوا کہ میری عائشہ کے بارے میں ایسی باتیں ہورہی ہیں، آپ کی طبیعت پر اس کا بہت اثر ہوا۔

منافقین کا اصل مقصد

بعض بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ: اس غلط افواہ کے پیچھے منافقین کا اصل مقصد حضرت نبی کریم ﷺ کی ذاتِ بابرکت تھی، وہ آپ ﷺ کو (نعوذ باللہ!) بدنام کرنا چاہتے تھے؛ اس لیے کہ میاں بیوی میں سے کسی پر بھی بدکرداری کا عیب آوے تو دوسرے کی شخصیت اور عزت پر بھی آنچ آتی ہے، لوگ ان کے بارے میں بھی شک میں مبتلا ہوتے ہیں، کم از کم عزت تو مجروح ہو ہی جاتی ہے اور خود وہ مرد بھی شرم محسوس کرتا ہے جس کی عورت پر تہمت لگی ہے اور وہ عورت بھی شرم محسوس کرتی ہے جس کے شوہر پر تہمت ہو۔

عورت کی پسندیدہ صفت

ادھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کچھ خبر نہیں کہ میرے بارے میں مدینہ میں یہ باتیں ہو رہی ہیں، وہ اپنے گھر کے کام کاج میں لگی ہوئی ہے، دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ Talk of the town کیا ہے، ان کو کچھ معلوم نہیں اور ایمان والی عورتوں کی یہی حالت ہوتی ہے کہ وہ اپنے کام سے کام رکھتی ہیں، قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ایسی عورتوں کا ذکر تعریف کے انداز میں فرمایا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ (النور)

ترجمہ: یقیناً جو لوگ پاک دامن، بھولی بھالی ایمان والی عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان کے لیے دنیا و آخرت میں لعنت کی جاتی ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

بہرحال! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس بات کا کچھ پتہ نہیں تھا کہ میرے بارے میں کیا چرچہ ہو رہا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غم کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیمار ہونا

جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعتِ مبارکہ پر بڑا اثر تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی بیمار ہوگئی؛ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے محبت اور لطف کے برتاؤ میں کچھ کمی آ گئی اور وہ ایسے موقع پر ہو ہی جاتی ہے، ایسے موقع پر دل پر جو صدمہ اور رنج ہوتا ہے اس سے طبیعت پر اثر ہوتا ہے جس کے نتیجے میں محبت میں کمی ہوتی ہے، بس گھر میں آتے، سلام کرتے، خیریت پوچھتے اور چلے جاتے جس کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہت ہی

صدمہ ہوا کہ حضور ﷺ مجھ سے ناراض کیوں ہے؟

مجھ سے محبت کم کیوں ہو رہی ہے؟

جو لطف و کرم پہلے تھا اس میں فرق کیوں آ گیا؟

اسی غم اور فکر میں وہ بیمار ہو گئیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس معاملے کی خبر بہت دنوں کے بعد ہوئی، اس دوران حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا غم میں گھلنے لگیں، کمزور ہو گئیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تہمت والے واقعہ کا پتہ کس طرح ہوا؟

اسی کمزوری کے زمانے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایک مرتبہ استنجا کی ضرورت پیش آئی تو ایک بڑی عمر کی صحابیہ عورت حضرت ام مسطح رضی اللہ عنہا کے ساتھ جانا ہوا، حضرت امِ مسطح رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خالہ زاد بہن ہوتی ہے؛ اس لیے رشتے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پھوپھی ہوئیں، یہ بھی کامل احتیاط کی بات ہے کہ کسی بڑی عمر والی رشتے دار، ذمے دار عورت کے ساتھ جوان عورت گھر سے باہر جاوے، اس زمانے میں استنجا خانہ گھر میں بنا ہوا نہیں ہوتا تھا۔

حضرت ام مسطح رضی اللہ عنہا کا انوکھے انداز سے خبر دینا

جب استنجا سے فراغت کے بعد دونوں واپس آ رہی تھیں تو حضرت امِ مسطح رضی اللہ عنہا کا پاؤں ان کی چادر میں پھنس گیا جس کی وجہ سے وہ گرنے کے قریب ہو گئی، اور ان کی زبان سے عرب کے محاورے کے مطابق بددعا کا ایک جملہ نکل گیا "تَعِسَ مِسْطَحْ" یعنی اپنے بیٹے کے لیے بددعا کی، میرا بیٹا مسطح برباد ہو جائے، اور ایسے غم کے موقع پر چلنے

میں بے احتیاطی، کام کاج میں بے احتیاطی ہو ہی جاتی ہے اور اسی بے احتیاطی کی وجہ سے کوئی نقصان ہو جاتا ہے، تو انسان اس غم کے سبب کی طرف دھیان کرتا ہے اور یہاں امِ مسطح رضی اللہ عنہا کے لیے بڑی غم کی بات تھی کہ ان کے بیٹے حضرت مسطح رضی اللہ عنہ بھولے پن میں ایک افواہ کی بات میں آ گئے تھے۔

اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو کہا کہ: ارے! اپنے بیٹے کے لیے بددعا کرتی ہو؟ آپ کا بیٹا تو بڑا نیک صالح ہے اور غزوۂ بدر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، ان کا شمار تو بدری صحابہ میں ہوتا ہے اور بدری صحابی کا مقام تو بڑا اونچا ہوتا ہے۔

حضرت امِ مسطح رضی اللہ عنہا کہنے لگی: اے عائشہ! تجھے معلوم نہیں ہے کہ میرا بیٹا تیرے بارے میں لوگوں کے سامنے کیا کہتا پھرتا ہے؟ حضرت ام مسطح رضی اللہ عنہا کسی بھی بہانے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہتان والے واقعے کی خبر دینا چاہتی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ: مجھے کچھ بھی معلوم نہیں ہے، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا: بتاؤ! کیا بات ہے؟

حضرت امِ مسطح رضی اللہ عنہا نے پورا قصہ ان کو سنایا کہ: عبداللہ ابن اُبی نے آپ کے لیے حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی ہے اور میرا بیٹا بھی اس تہمت کو مان لینے والوں میں شامل ہے۔

جب یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنی تو کہنے لگیں: کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سنی؟ کیا میرے ابا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی سنا؟ جب پتہ چلا کہ یہاں سب کو معلوم ہے، سب نے سنا ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اندازہ ہو گیا کہ حضرت نبیؑ

کریم ﷺ کی محبت مجھ سے کیوں کم ہوئی ہے، اب تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بیماری پہلے سے زیادہ ہوگئی؛ بلکہ دوگنی ہوگئی، ایک طرف حضور ﷺ کی توجہ مبارکہ میں کمی اور دوسری طرف اس منافق کی طرف سے خطرناک الزام۔

جب حضور ﷺ اپنی عادت کے مطابق گھر تشریف لائے اور سلام کیا، خیریت پوچھی اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے کہا کہ: اگر آپ اجازت دو تو میں اپنے امّاں ابا کے گھر چلی جاؤں؛ تاکہ اس خبر کی پوری تحقیق کروں؛ اس لیے کہ انسان کو ایسے موقع پر ایسی بھاری بات سن کر جلدی یقین نہیں آتا، جب اپنے کسی معتمد سے یا بہت سارے لوگوں سے سنے تب بات دل میں اترتی ہے، حضور ﷺ نے ان کو اجازت دی اور کہا کہ: ٹھیک ہے، تم کو اجازت ہے۔

گھروں میں بیت الخلا ہونا اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے

اُس دور میں گھروں میں بیت الخلا (Toilet) نہیں ہوتے تھے، گھر سے دور بلکہ آبادی سے باہر جانا ہوتا، خود ہمارے حضور ﷺ بھی باہر تشریف لے جاتے تھے، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، آج ہمارے لیے گھروں میں بیت الخلا کا انتظام ہے، ایک ایک مکان میں چار چار پانچ پانچ بیت الخلا، ہر کمرہ کا الگ اور وہ بھی بہت شان دار؛ بلکہ بعض لوگوں کے بیت الخلا تو اتنے شان دار اور قیمتی ہوتے ہیں کہ ہم جیسے سادہ لوگوں کو تو اس میں قضائے حاجت مشکل ہو جاتی ہے۔

اب تو بیت الخلا میں عمدہ قسم کے مخملی، نرم ملائم قالین بچھائے جاتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ بہت سے علاقوں میں اس طرح کے عمدہ قسم کے عمدہ قالین مساجد میں

بچھانے کے لیے بھی میسر نہیں ہوتے جو آپ کے یہاں بیت الخلا میں ہوتے ہیں، اب تو بیت الخلا میں خوشبو والے Spray چھڑکاؤ اور گل دستے اور سجاوٹ کی چیزیں بھی ہوتی ہے؛ یعنی ہزاروں انسانوں کو اپنے استقبالیہ کمرہ (Sitting room) کے لیے جو چیزیں میسر نہیں وہ آپ کے بیت الخلا میں ہوتی ہے، مال و دولت یہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں ان کی صحیح قدر کرو، ناشکری اور نا قدری نہ کرو۔

صحابیات کی بے مثال حیا و شرم

اس زمانے میں جب گھر سے دور آبادی سے باہر استنجا کے لیے جانا ہوتا تو مردوں کے لیے الگ جگہ متعین ہوتی اور عورتوں کے لیے الگ جگہ متعین ہوتی، جو جگہ عورتوں کے لیے متعین ہوتی اس طرف کوئی مرد جا نہیں سکتا، کسی مرد کی ہمت نہیں ہوتی تھی کہ اس طرف جاوے، اگر کوئی مرد کبھی بھولے چلا بھی گیا تو عورتیں اس کی خبر لے ڈالتی تھیں، آج بھی جن علاقوں میں استنجا کے لیے باہر جانا ہوتا ہے وہاں یہی ہوتا ہے۔

آپ ﷺ کے مبارک زمانے میں یہ جگہ بقیع قبرستان کی جانب تھی، اور قربان جاؤ اس دور کی عورتوں پر! خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے:

وَكُنَّا لَا نَخْرُجُ إِلَّا لَيْلاً إِلَى لَيْلٍ. (بخاری شریف)

کسی مرد کی نظر نہ پڑ جاوے؛ اس لیے عورتیں آج رات سے آئندہ کل رات ہی استنجا کے لیے جاتی تھیں، رات کو فارغ ہو جاتیں، دن کے اجالے میں گھر ہی میں رہتیں، کیسی عجیب شرم و حیا کی بات ہے!!!

حقیقت کچھ ایسی تھی کہ کھانا بہت کم ملتا تھا اور کھانا بھی ایسا ہوتا تھا کہ جس میں

تیل، چکنائی بہت کم ہوتی؛ اس لیے ایک رات سے دوسرے رات تک استنجا کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔

شریعت پر عمل کا مبارک جذبہ

میری دینی بہنو! اس دور کی عورتوں کا کیا مبارک جذبہ تھا، اللہ تعالیٰ مدینۂ منورہ کی بار بار زیارت ہم کو نصیب فرماوے، نبی کریم ﷺ نے جو حجرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے بنوایا تھا اس کے ٹھیک سامنے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مکان تھا، مسجدِ نبوی میں جہاں آج کل "خوخة أبي بكر صديق" لکھا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے ابا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر پانچ دس منٹ میں جا کر واپس آسکتی تھی، کوئی دوری نہیں؛ لیکن پھر بھی حضور ﷺ کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہیں گئیں؛ چوں کہ شریعت کا حکم ہے کہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ جاوے، ایسے غم کے حالات میں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بغیر اجازت گھر جانا مناسب نہ سمجھا، اجازت ملی تب ہی گھر گئیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے ابّا جان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان پر چلی گئیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نیت یہ تھی کہ گھر جا کر والدین سے اس معاملے کی تحقیق کریں۔ باقی آئندہ مجلس میں۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

نظم

(مکہ کی حاضری)

من جانب: مرتب (مفتی) محمود بارڈولی

بلدِ امین دکھایا	۱	کعبہ کا طواف کرایا
شکر ہے اللہ کا	۲	شکر ہے اللہ کا
پانی زم زم کا پلایا	۳	صفا مروہ پے چَلایا
شکر ہے اللہ کا	۴	شکر ہے اللہ کا
کہاں یہ گنہگار قدم	۵	کہاں یہ شعائر الٰہ
یہ میدان عرفات کا	۶	یہ جبل رحمت کا
یہ ہے وادیٔ منیٰ	۷	یہ ہے مشعرِ حرام
یہ سب کچھ دکھایا	۸	یہ سب کچھ دکھایا
شکر ہے اللہ کا	۹	شکر ہے اللہ کا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی
پاک دامنی
اور منافقین کا الزام

(قسط دوم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی قابلِ رشک خصوصیات

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اللہ کی طرف سے بعض وہ جو خوبیاں دی گئیں کہ ویسی خوبی کسی عورت کو نصیب نہیں ہوئی، ان کی بعض خوبیاں میں آپ کو بتا دیتا ہوں:

(۱) شادی سے پہلے اللہ کے فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان کی تصویر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی۔

(۲) سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے بھی نکاح کیے وہ تمام بیوہ اور مطلقہ تھیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کنواری تھیں۔

(۳) حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ان کی گود میں ہوئی۔

(۴) جس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا وہ کمرہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔

(۵) حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کسی قبرستان میں نہیں؛ بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمرے بنی۔

(۶) جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دونوں ایک ہی لحاف میں سوئے ہوئے ہوتے اسی حالت میں اللہ کی طرف سے قرآن نازل ہوتا تھا۔

(۷) وہ ایسے باپ کی بیٹی ہے کہ تمام نبیوں کے بعد پہلے نمبر کے انسان ہیں۔

(۸) ان پر جب منافقوں نے زنا کی تہمت لگائی تو اللہ نے خود آسمان سے ان کے پاک ہونے کا اعلان فرمایا، اسی کے ساتھ اللہ نے دنیا ہی میں ان کی لیے مغفرت کا اعلان فرمایا:

لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰه نَحْمَدُه وَنَسْتَعِيْنُه وَنَسْتَغْفِرُه وَنُؤْمِنُ بِه وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْه وَ نَعُوْذُ بِاللّٰه مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ يَّهدِهِ اللّٰهُ فَلَامُضِلَّ لَه وَمَنْ يُّضْلِلْه فَلَاهَادِيَ لَه وَنَشْهدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَه لَاشَرِيْكَ لَه وَ نَشْهدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ شَفِيْعَنَا وَ حَبِيْبَنَا وَ اِمَامَنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُه وَ رَسُوْلُه،صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْه وَ عَلٰى اٰلِه وَاَصْحَابِه وَذُرِّيَّاتِه وَ اَهلِ بَيْتِه وَاَهلِ طَاعَتِه، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْراً اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚوَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۲۶ (النور)

ترجمہ: گندی عورتیں گندے مردوں کے لیے مناسب ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے مناسب ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے مناسب ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے مناسب ہیں، جو (تہمت کی) بات وہ (منافق) لوگ کہتے ہیں وہ (نیک مرد اور عورتیں) اس سے بالکل بری (یعنی بے تعلق) ہیں، ان کے لیے (آخرت میں) مغفرت ہے اور عزت کی روزی ہے۔

اپنے آپ کو برائی سے بچانا دنیا و آخرت میں عزت کا ذریعہ ہے

گذشتہ کل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ بیان کرنا شروع کیا تھا، اس واقعہ میں خاص بات یہ ہے کہ اگر ہماری بہنیں گناہ اور بُرائی سے اپنے آپ کو بچانے کی فکر کریں،

اسی طرح بے حیائی اور بے شرمی اور ناجائز اور حرام تعلقات سے اپنے آپ کو بچائیں تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں عزت عطا فرمائے گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہلے تو اس واقعے کی خبر ہی نہیں تھی اور بہت سی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ جس کے متعلق غلط پروپیگنڈہ ہوتا ہے خود اس کو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ میرے متعلق یہ چرچے ہو رہے ہیں اور یہاں بھی ایسا ہی ہوا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنے گھر جا کر خوب رونا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب اس بات کی خبر ہوئی کہ میرے بارے میں غلط باتیں مشہور ہوئی ہیں، تو حضرت نبی کریم ﷺ کی اجازت لے کر اپنے ابّا جان کے گھر چلی گئیں، جب اپنے گھر گئیں تو بہت رو رہی تھیں، ابّا اور امّاں نے ان کے رونے کی وجہ پوچھی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کو پہلے سے معلوم ہو گیا تھا کہ ہماری بیٹی پر زنا کی تہمت لگی ہے، خود والدین بھی اس کی وجہ سے بہت پریشان تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا تسلی دینا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے گھر جا کر اپنی والدہ سے کہا کہ: میری امی جان! لوگ میرے متعلق کیا کیا باتیں کر رہے ہیں؟ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نے - جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ہیں - تسلی دی کہ میری پیاری بیٹی! صبر کرو، اطمینان سے رہو؛ کیوں کہ تم جیسی عورت پر لوگ حسد کیا کرتے ہیں، تم خوب صورت ہو، تمھارے شوہر نبی کریم ﷺ تم سے زیادہ محبت فرماتے ہیں؛ اس لیے تم جیسی عورت کو پریشان کرنے والی بہت سی

عورتیں تو ہوتی ہیں، اور یہ بھی دنیا کا عجیب معاملہ ہے، ہر خیر والے کے ساتھ حسد ہوتا ہے، جس کسی کو کچھ عزت اور ترقی ملتی ہے تو لوگ اس پر حسد کرنے لگتے ہیں، بدنام کرنے کی فکر کرنے لگتے ہیں، اس لیے بیٹی عائشہ! اس فکر میں نہ پڑو، خود بخود معاملہ صاف ہو جائے گا، اس طرح غلط بات مشہور کرنے والوں کی بات پر دھیان مت دو۔

امی جان کی تسلی والی بات پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جواب

جب ام رومان رضی اللہ عنہا نے تسلی دی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: سبحان اللہ! امی جان! لوگ مجھ پر تہمت لگا رہے ہیں، میں کب تک برداشت کروں؟ کب تک صبر کروں؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عجیب حالت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روتی رہیں، پوری رات نیند نہیں آئی، پوری رات رونے میں گزر گئی، صبح ہوئی پھر بھی رو رہی ہیں، روایت سے پتہ چلتا ہے کہ اس غم ناک تہمت کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بے ہوش ہو گئیں، ان کو کپکپی والا بخار ہو گیا، پورا دن رونے میں گزر گیا، نہ کھانے کی بات ہے اور نہ سونے کی بات ہے، آنسوں رُکنے کا نام نہیں لے رہے، ایک پاک باز عفیفہ عورت پر جب تہمت لگتی ہے تو اس کو جو غم ہوتا ہے وہ اس طرح کا ہوتا ہے۔

پھر دوسری رات آئی وہ بھی پوری رات رونے میں ہی گزر گئی، غرض دو رات اور پورا دن اس حال میں گزر گیا، نہ آرام، نہ چین بس رونا ہی رونا۔

اس سنگین موقع پر حضور ﷺ کا طرزِ عمل، مشورہ کی اہمیت

اس واقعے کی وجہ سے خود نبیٔ کریم ﷺ بھی بڑے غمگین تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی وحی بھی نازل نہیں ہو رہی تھی، جس سے حقیقت ظاہر ہو سکے؛ اس لیے حضور ﷺ نے خاص خاص حضرات سے مشورہ شروع کیا، گھر کے خاص لوگوں میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا کہ ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیے۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا جواب

سب سے پہلے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: حضور! ہمارے جانکاری کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کوئی بدگمانی نہیں، ان کی کوئی بات ایسی نہیں جس سے بدگمانی کا راستہ نکلے، آپ ان افواہ کی کوئی پرواہ نہ کریں؛ گویا انھوں نے عرض کیا کہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پاک ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عجیب حکمت بھرا جواب

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو انھوں نے عجیب انداز سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاک ہونے کو بیان کیا، اس کو ایک نفسیاتی انداز کا علاج بھی کہا جا سکتا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سمجھتے تھے کہ اگر میں بھی وہ بات کہوں جو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہی تو بات وہی کی وہی ہو گی؛ اس لیے انھوں نے حضور ﷺ کے سامنے بات کا انداز بدل دیا، غم اور بوجھ ہلکا کرنے کے لیے عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے شادی کے لیے آپ ﷺ کے لیے کوئی تنگی نہیں رکھی ہے، اگر افواہ کی وجہ سے آپ کی مبارک طبیعت پر اثر ہے تو دوسری

بہت ساری عورتیں ہیں یعنی دوسری عورت سے آپ شادی کر سکتے ہیں اور اخیر میں ایک بہت اہم بات کہی کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا جو گھر میں خدمت کرنے کے لیے آیا کرتی ہیں، گھر کے حالات سے اچھی طرح باخبر ہیں، ان سے حقیقت معلوم کرلو، وہ صحیح بات بتاویں گی؛ گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے پوچھ کر جو بات وہ بتاوے وہ ماننے کے لیے تیار کرلیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اندازہ تھا کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے صحیح رپورٹ دیں گی، اس بات کو بتا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کا بوجھ ہلکا کر دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بڑی عمدہ تدبیر اختیار کی، حکمت بھرا طریقہ اپنایا۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے معاملے میں سلامت رکھا اور آپ نے تہمت پھیلانے میں کوئی حصہ نہیں لیا، گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ سمجھتے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی ایسی چیز ہے جو کسی دلیل کی محتاج نہیں ہے، وہ کھلی ہوئی حقیقت ہے۔

گھر میں خدمت کرنے آنے والوں کا حال

اس سے یہ بھی سمجھ میں آیا کہ گھر کی خادمہ گھروں کے رازوں کو جاننے والیاں ہوتی ہیں، ان سے حقائق معلوم کیے جا سکتے ہیں اور یہ بھی کہ گھریلو باتیں خادماؤں اور خادموں کے ذریعہ پھیلتی ہیں؛ اس لیے ان سے بہت احتیاط برتنا چاہیے، دشمن لوگ، پیچھے پڑنے والے لوگ ان کے ذریعہ جاسوسی بھی کرواتے ہیں؛ اس لیے ان پر اندھا اعتماد کرنے کے بجائے چوکنّا رہنے کی بہت ضرورت ہے۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے سوال

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مشورہ بہت پسند آیا اور حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلوایا اور سوال فرمایا:

بریرہ! بتاؤ تم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں کوئی بات کبھی ایسی نظر آئی جس کی وجہ سے تم کو ان کے متعلق کسی برے کام کا شک بھی ہو؟

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا جواب

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ دنیا میں بھیجا! میں نے کبھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جس کی وجہ سے ان پر کوئی عیب لگایا جا سکے؛ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نیک، پاک دامن، بھولی بھالی، سیدھی سادی عورت ہیں، ہاں! کم عمری اور بھولے پن کی وجہ سے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ روٹی بنانے کے لیے آٹا گوندھ کر رکھ دیتی ہیں اور ان کو نیند آجاتی ہے تو سو جاتی ہیں تو کوئی بکری آ کر آٹا کھا جاتی ہے؛ گویا حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے قسم کے ساتھ بتا دیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پاک دامن ہیں۔

جو بات صحیح ہو وہ ظاہر کرو

کتنی سچی بات حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہہ دی۔ میری بہنو! یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ کوئی کچھ بھی کہے، کسی کی بات چاہے کیسی ہی چل پڑے؛ لیکن جو بات صحیح اور سچی ہو اسی کو ظاہر کرنا ہمارا کام ہے، حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے سچی بات بیان کر دی، اللہ تعالیٰ

ہمیں بھی ایسی نیک توفیق عطا فرمائے۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو پورا یقین اور اطمینان تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بالکل پاک ہیں؛ اسی لیے صحابہ کی ایک مجلس میں نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا عَلِمْتُ عَلىٰ أهلي إلاَّ خَيْراً.

ترجمہ: میں میرے گھر والوں کے لیے خیر اور بھلائی جانتا ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حالت

اس طرف نبیٔ کریم ﷺ مشورہ فرمارہے ہیں اور دوسری طرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ابھی تک غم میں ہیں، امّاں کے گھر ان کی نیند حرام ہوگئی تھی، کھانا بھی بند ہوگیا تھا، بس مسلسل رو رہی ہیں، اس رونے کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کو خطرہ ہوا کہ کہیں کلیجہ پھٹ نہ جائے؛ چوں کہ رونے کی اسی حالت میں دو راتیں گزر گئی تھیں۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا منبر پر کھڑے ہو کر خطاب

جب حضور ﷺ ان مشوروں سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے ایک خطبہ دیا؛ یعنی بیان فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ خطبہ کھڑے کھڑے ہی دینا چاہیے، یہ افضل طریقہ ہے، اگرچہ بیٹھ کر خطبہ دینے سے بھی خطبہ ادا ہو جاتا ہے، حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ نکاح کا خطبہ بھی کھڑے ہو کر پڑھتے تھے۔

آپ ﷺ کے ارشادات کا خلاصہ

① اگر میں تہمت لگانے والے کو اس تہمت والے واقعے کی وجہ سے سزا دوں

تو مجھے معذور سمجھنا؛ یعنی سزا دی جاوے تو سمجھنا کہ یہ ضروری تھا؛ چوں کہ معاملہ تہمت کا ہے جو سنگین جرم ہے؛ لیکن قربان جاؤں نبیٔ کریم ﷺ پر آپ نے اس طرح تہمت لگانے والے سب سے بڑے منافق کا نام اپنے بیان میں نہیں لیا، نام لیے بغیر سزا کی بات ارشاد فرمائی۔

(۲) آپ ﷺ کو اس تہمت والے واقعہ سے تکلیف ہوئی ہے۔

(۳) مجھ میں اور میرے گھر والوں میں خاص کر عائشہ میں خیر ہی خیر ہے۔

(۴) جس مرد صحابی کی طرف غلط کام کی نسبت ہوئی ہے یعنی حضرت صفوان رضی اللہ عنہ وہ بھی نیک ہیں، بھلائی والے ہیں۔

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کی سعادت

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ پر تہمت تو لگی، ان کو تکلیف تو ہوئی؛ لیکن یہ بھی ان کی سعادت کی بات ہے کہ مسجدِ نبوی کے منبر مبارک سے ان کے نیک ہونے کا خود نبیٔ کریم ﷺ اعلان فرمارہے ہیں۔

خطبۂ مبارکہ کا باقی مضمون

(۵) آپ ﷺ کے فرمان میں یہ بات بھی تھی کہ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کبھی اکیلے میرے گھر نہیں آئے، کبھی کسی ضرورت کی وجہ سے آئے تو بھی میرے ساتھ اور وہ بھی ظاہری بات ہے پردہ کے تمام ضوابط کے ساتھ۔

آپ ﷺ نے اپنے بیان مبارک سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بھی اپنا خیال بتلادیا کہ وہ تو خیر پر ہی ہیں۔

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کا حال

دوسری طرف جس نیک صحابی حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف غلط نسبت کی جارہی تھی، ان کو جب اس تہمت کا پتہ چلا تو ان کی طبیعت پر بڑا اثر ہوا، ان کی تو ابھی تک شادی بھی نہیں ہوئی تھی، اس بات کو سن کر کہنے لگے: اس ذات (اللہ تعالیٰ) کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، آج تک میں نے کسی عورت کا ستر نہیں کھولا، غرض حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے بھی قسم کھا کر اپنی پاک دامنی کا اعلان کر دیا۔

تسلی دینے کا ایک اور طریقہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ام رومان رضی اللہ عنہا دونوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور تسلی دے رہے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رونا جاری ہی تھا، اسی دوران انصار کی ایک عورت گھر آئی اور گھر میں آنے کی اجازت مانگی اور اجازت ملنے پر گھر میں داخل ہوئی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھ گئی اور اس عورت نے بھی رونا شروع کر دیا؛ گویا یہ رونا بھی اس عورت کی طرف سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے تسلی تھی، یہ بھی تسلی دینے کا ایک انداز ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مثالی خوش قسمتی

اس دوران- کہ یہ چاروں یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا، اور وہ انصاری عورت بیٹھے ہوئے تھے- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے، یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے

کتنی خوش قسمتی کی بات ہے کہ لوگ حضور ﷺ کو ملنے کے لیے آپ کے گھر جاتے ہیں؛ لیکن یہاں حضور ﷺ خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔

جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مکہ سے ہجرت کا حکم ہوا اس وقت بھی حضور ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر پر تشریف لے گئے تھے اور وہاں سے ہجرت کے لیے روانہ ہوئے تھے اور ایسی خوش نصیبی مدینہ میں بھی نصیب ہوئی کہ مدینہ میں بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر پر نبیٔ کریم ﷺ تشریف لائے۔

خوخةُ ابي بكر رضی اللہ عنہ

مسجدِ نبوی میں آج بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان کی جگہ متعین ہے، وہاں عربی میں لکھا ہوا ہے "هذه خوخة سيدنا أبي بكر الصديق رضی اللہ عنہ" اس جگہ پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جھونپڑا تھا۔

آپ ﷺ کا عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک مہینہ کے بعد بیٹھنا

بہر حال! حضرت نبیٔ کریم ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھ گئے، عجیب بات کہ تقریباً ایک ماہ ہو گیا تھا، جب سے تہمت والی بات چل رہی تھی حضور ﷺ کی طبیعت پر اتنا اثر تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس نہیں بیٹھے تھے، صرف سلام اور مختصر خیر خیریت پوچھ کر تشریف لے جاتے، اس وقت حضور ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی وغیرہ سب بیٹھ گئے۔

حضرت نبی کریم ﷺ کی عائشہ رضی اللہ عنہا سے خاص انداز سے بات چیت

پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پاس بیٹھ کر حضور ﷺ نے پہلے خطبہ پڑھا، اس سے سیکھنے کو ملا کہ ہر اہم کام کے موقع پر خطبہ یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد و تعریف اور صلاۃ و سلام پڑھنا چاہیے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے عائشہ! مجھے آپ کے بارے میں اس طرح کی خبر ملی ہے، سنو! اگر تم پاک ہو اور تم نے یہ کام نہیں کیا ہے تو اللہ تعالیٰ تم کو ضرور بری کرے گا، اور تمھاری پاک دامنی کا اعلان کرے گا۔

پھر آگے فرمایا: اے عائشہ! اگر تم سے غلطی ہو گئی ہے تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لو؛ اس لیے کہ جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو معاف کر دیتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ سنا تو ان کے آنسو بند ہو گئے، اور ایسا ہوتا ہے کہ جب انتہائی درجے کا غم ہوتا ہے تب آنسوں بھی رک جاتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ابا جان سے درخواست

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی بات سن کر فوراً اپنے ابا جان حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کہنے لگی کہ: ابا جان! حضور کی بات کا جواب دو۔

ابا جان نے کہا کہ: بیٹی! میں کیسے جواب دوں؟ خدا کی قسم! کیا جواب دینا میں نہیں جانتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی امی جان سے درخواست

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پھر اپنی امی جان سے کہا کہ: امی جان! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بات پیش فرمائی ہے اس کا آپ جواب دو۔

امی جان نے بھی کہا کہ: اللہ تعالیٰ کی قسم! کیا جواب دینا میں بھی نہیں جانتی۔

جب ابا اور امی دونوں نے جواب دینے سے معذرت کر دی تو اب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خود جواب دینا ہے۔

والدین نے جواب کیوں نہیں دیا؟

اس جگہ ایک سوچنے کی بات ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نے جواب کیوں نہیں دیا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا درخواست کر رہی ہیں پھر بھی دونوں نے جواب دینے سے معذرت کر دی، ایسا کیوں ہوا؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مقام اور درجہ صدیقیت کا ہے، اس مقام کے تقاضے سے آپ نے جواب نہیں دیا، دونوں اپنی بیٹی کو پاک دامن مانتے ہیں، پاک دامنی کا یقین ہے؛ لیکن دونوں ظاہری حالات کے اعتبار سے جواب دیں گے۔

کوئی بھی انسان جب کسی دوسرے کی تعریف کرتا ہے، تو اپنے گمان اور خیال کے مطابق کرتا ہے، حقیقت تو ہر ایک کی اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے اور کسی بھی انسان کے اندرون کا حال تو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جواب دیتے تو اپنے خیال، گمان اور جان کاری کے مطابق جواب دیتے؛ اس لیے آپ نے جواب

دینا مناسب نہ سمجھا۔

اس میں یہ بھی ہوسکتا تھا کہ کوئی یہ سمجھے کہ اپنی بیٹی کی طرف داری کررہے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں ایسی بات کہوں جو میں نہیں جانتا تو کونسا آسمان مجھ پر سایہ کرتا اور کونسی زمین مجھ کو پناہ دیتی۔

ایک خاص نصیحت

ہم کو اس سے ایک بات سیکھنے کو ملی کہ جب ہم کسی کی تعریف کریں تو یوں کہیں کہ میرے خیال کے مطابق اس میں یہ خوبی ہے، پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ کوئی تعریف کی بات نہ کریں؛ اس لیے کہ دل کی بات تو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی غم کے وقت حکمت اور عقل بھری بات

اب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو کم عمر لڑکی تھیں، جواب دینے کے لیے پہلے سے کوئی تیاری بھی نہیں کی ہے، اس وقت تک انھوں نے قرآن بھی زیادہ نہیں پڑھا تھا، اپنے غم کو قابو میں کرکے جواب دینا شروع کیا اور بہت ہی فصیح وبلیغ اور بڑا پیارا جواب دیا:

حضور! آپ نے میرے بارے میں ایک بات سنی ہے اور وہ بات سنتے سنتے آپ کے دل میں بیٹھ گئی ہے اور آپ نے اس بات کو سچ بھی مان لیا ہے۔

یعنی جیسے کسی کی بات مان لی جاوے اور اس کے ساتھ جو برتاؤ ہوتا ہے وہ ہو رہا ہے؛ یعنی عملی طور پر مان لیا ہے؛ اس لیے کہ تہمت کو جھوٹا سمجھتے تو تہمت لگانے والوں کی جھٹلاتے۔

اور اگر میں انکار کردوں کہ میں نے برا کام نہیں کیا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے، تو آپ میری بات نہیں مانو گے۔

اور اگر میں کہہ دوں کہ: مجھ سے غلطی ہوئی تھی تو آپ میری بات مان لو گے، جب کہ میرا خدا جانتا ہے کہ میں نے یہ کام نہیں کیا ہے، بس! اس وقت میری مثال وہ ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے ابا جان کی تھی کہ انھوں نے اپنے بیٹوں سے جھوٹی بات سنی تھی کہ دس بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کو جنگل میں لے گئے اور سب نے مل کر حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈال دیا اور اپنے ابا کی نظروں سے ان کو دور کردیا اور آ کر جھوٹی بات باپ کے سامنے بیان کردی:

وَجَاءُوْا اَبَاهُمْ عِشَاءً يَّبْكُوْنَ ﴿۱۶﴾ قَالُوْا يٰۤاَبَانَاۤ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَاۤ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾

ترجمہ: اور (کنویں میں ڈالنے کی کارروائی کرکے) وہ رات کو روتے روتے اپنے ابا کے پاس آئے ﴿۱۶﴾ وہ (بھائی) کہنے لگے: اے ہمارے ابا! ہم سب دوڑ نے کا مقابلہ کرنے چلے گئے تھے اور ہم نے یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا تھا، سو بھیڑیا (اکیلے پن اور بچپن کی کمزوری کا فائدہ اٹھا کر) اس (یوسف) کو کھا گیا اور ہم بالکل سچے ہیں پھر بھی آپ ہماری بات نہیں مانیں گے ﴿۱۷﴾

جب یہ جھوٹی بات بھائیوں نے کہی تو اس کے جواب میں حضرت یوسف علیہ السلام کے ابا جان نے فرمایا: ﴿فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ﴾

ترجمہ: میں صبر کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتا ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: جو بات حضرت یوسف علیہ السلام کے ابا جان نے فرمائی وہ بات میں کہتی ہوں کہ:

میں صبر کرتی ہوں اور میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتی ہوں۔ اتنا کہہ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مجلس سے چلی گئیں اور بستر پر جا کر سو گئیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر اس وقت ایسا غم تھا کہ ان کو حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام بھی یاد نہیں آیا؛ اس لیے ''حضرت یوسف علیہ السلام کے ابا جان'' ایسا کہا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: خدا کی قسم میں پاک دامن ہوں اور مجھے یقین تھا کہ میرے پاک دامن ہونے کا اللہ تعالیٰ اعلان فرماویں گے، مجھے یہ اندازہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب وغیرہ کے ذریعہ بتا دیا جاوے گا کہ میں پاک دامن ہوں۔

صبرِ جمیل

اِس آیت میں صبرِ جمیل کا لفظ آیا ہے، یہ ایسا صبر ہے کہ مصیبت پر کسی کے سامنے شکایت فریاد نہ کرے، جس کی طرف سے تکلیف پہنچی اس سے بدلہ لینے کے چکر میں نہ رہے، اس کو معاف کر دیوے، مصیبت کو بڑھا چڑھا کر لوگوں کے سامنے بیان نہ کرے، مصیبت پر لوگوں کے سامنے بلا وجہ شور وغل نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ کی نوازش بندے کے گمان سے بڑھ کر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اللہ تعالیٰ کی قسم مجھے یہ یقین نہیں تھا کہ میرے

بارے میں وحی نازل ہوگی، قرآن میں آیتیں اتریں گی، میں اپنے آپ کو بہت کم درجہ سمجھتی تھی؛ لیکن اللہ تعالیٰ کی قسم! ابھی تو حضور ﷺ اپنی جگہ سے ہٹے بھی نہیں، اور گھر میں جتنے لوگ تھے ان میں سے کوئی بھی گھر سے نکلا نہیں اور قرآن اترنا شروع ہوا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی بذریعۂ وحی

اسی وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو قرآنِ مجید کی آیتوں کو لے کر حضور ﷺ کے پاس بھیجا اور برأت کی آیتیں حضور کو سنائی، سخت سردی کے موسم میں حضور ﷺ کی پیشانی پر پسینے کے قطرے ٹپکنے لگے اور جب بھی حضرت جبرئیل علیہ السلام قرآن لے کر تشریف لاتے تھے تو حضور ﷺ کی بدن کی کیفیت عجیب ہوجاتی تھی، گرمی ہونے لگتی اور چہرہ مبارک پسینے اور پانی کے قطروں سے بھر جاتا تھا، اور ایسے موقع پر عام طور سے حضور ﷺ اپنے چہرے مبارک پر کپڑا ڈال لیا کرتے تھے۔

بہرحال! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں اللہ تعالیٰ نے کئی آیتیں اتاری:

اِنَّ الَّذِيْنَ جَاءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ط لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ط بَلْ هُوَخَيْرٌ لَّكُمْ ط لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ج وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱﴾ (النور)

(ترجمہ) یقیناً جن لوگوں نے (عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر جھوٹی تہمت لگا کر) یہ طوفان کھڑا کیا ہے وہ تمھارے ہی اندر کا ایک ٹولہ ہے، تم اس بات کو تمھارے لیے برا مت سمجھو؛ بلکہ وہ تو تمھارے حق میں بہت بہتر ہے، ان میں سے ہر ایک شخص نے جتنا کیا اتنا گناہ اس کے حصے میں آیا، اور جس شخص نے ان میں سے اس (طوفان) میں

سب سے بڑا حصہ لیا اس کو بڑا عذاب ہوگا۔

یہاں سے آیت نمبر چھبیس ختم تک:

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۗ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾ (النور)

ترجمہ: گندی عورتیں گندے مردوں کے لیے مناسب ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے مناسب ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے مناسب ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے مناسب ہیں، جو (تہمت کی) بات وہ (منافق) لوگ کہتے ہیں وہ (نیک مرد اور عورتیں) اس سے بالکل بری (یعنی بے تعلق) ہیں، ان کے لیے (آخرت میں) مغفرت ہے اور عزت کی روزی ہے۔

نورانی چہرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت

وحی کے اتر چکنے کے بعد حضور ﷺ جب اپنے چہرۂ مبارک سے کپڑا ہٹاتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کالے بادلوں کے بیچ میں سے چودھویں رات کا چاند نکل کر سامنے آیا ہو، پھر حضور ﷺ نے مسکراتے ہوئے خوش خبری دی اور پہلی بات جو نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمائی وہ یہ تھی:

أَبْشِرِيْ يا عائشةُ! أَمَا اللهُ تعالٰى فَقَدْ أَبْرَأَكِ.

اے عائشہ! خوش ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ نے تیرے پاک ہونے کا اعلان فرما دیا۔

جب یہ خبر اللہ تعالیٰ کے رسول نے سنائی تو خوشی کا ایک ماحول بن گیا، ابا جان

اور امی نے کہا: بیٹی عائشہ! کھڑی ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے نبی کا شکریہ ادا کرو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ: اللہ قسم! میں اس معاملے میں کسی کو کچھ نہیں کہوں گی، میں صرف میرے اللہ تعالیٰ کا احسان مانتی ہوں اور اسی کا شکر ادا کرتی ہوں کہ میرے اللہ نے میرے لیے میرے پاک ہونے کا اعلان قرآن میں فرما دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے بڑی سعادت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: مجھے یقین تھا کہ میں پاک ہوں اور میں نے کوئی گناہ نہیں کیا اور میرا خدا میرے پاک ہونے کا اعلان ضرور کرے گا؛ لیکن مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ مجھے اتنا بڑا درجہ ملے گا، اتنی ساری آیتیں اللہ تعالیٰ میرے پاک ہونے کے بارے میں قرآن میں نازل کرے گا اور اس کو لوگ قیامت تک پڑھتے رہیں گے اور مجھ پر تہمت لگانے والوں کو لوگ قیامت تک ناراضگی سے یاد کرتے رہیں گے، اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ کتنا بڑا مقام عطا فرما دیا!!!

پاک دامن عورت پر اللہ تعالیٰ کی غیبی نصرت ہوتی ہے

میری بہنو! ایک عورت ذات جب اپنے آپ کو گناہ سے بچائے تو اللہ تعالیٰ اپنے غیبی طاقت سے اس کی نصرت اور مدد فرماتے ہیں۔

تہمت لگانے والوں کی اسلام میں سزا

براءت کی آیتوں کے اترنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تہمت کی سزا جاری فرمائی، جس میں عبداللہ ابن ابی جو تہمت لگانے میں سب سے آگے تھا اور اصل وہی تہمت کو

گھڑنے والا تھا، حضور ﷺ نے اس پر تہمت کی سزا لگوائی۔

ہمارے مذہب میں کسی پاک دامن عورت پر تہمت لگانے کی بہت خطرناک سزا آئی ہے: اگر کوئی کسی پر تہمت لگائے اور اس کے پاس چار گواہ نہ ہو تو اس طرح تہمت لگانے والے کو اسّی (۸۰) کوڑے مارے جاتے ہیں، یہ قرآن کا اعلان ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۴

ترجمہ: اور وہ لوگ جو پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، پھر (زنا کو ثابت کرنے پر) چار گواہ نہیں لاتے، سو تم ان کو اَسّی کوڑے مارو اور کبھی بھی ان لوگوں کی گواہی تم قبول مت کرو اور یہی لوگ خود نافرمان ہیں۔

بہر حال! حضور ﷺ نے عبداللہ ابن ابی منافق کو ڈبل سزا لگائی؛ اس لیے کہ وہ شروعات کرنے والا تھا، اس کے علاوہ دو مسلمان صحابی: حضرت حسان رضی اللہ عنہ اور حضرت مسطح رضی اللہ عنہ، اسی طرح ایک صحابی عورت: حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا ان تینوں کو بھی حضور ﷺ نے تہمت کی سزا میں اسّی اسّی (۸۰) کوڑے لگوائے، اگرچہ وہ مسلمان تھے پھر بھی ان کو کوڑے لگائے گئے، اب پورے مدینہ میں اس بات کا اعلان ہو گیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پاک دامن ہیں اور تہمت لگانے والے سراسر جھوٹے ہیں۔

چند اہم ہدایات

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ جَاءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ۭ لَا

تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَخَيْرٌ لَّكُمْ﴾

ترجمہ: یقیناً جن لوگوں نے (عائشہ رضی اللہ عنہا پر جھوٹی تہمت لگا کر) یہ طوفان کھڑا کیا ہے وہ تمھارے ہی اندر کی ایک جماعت ہے، تم اس بات کو تمھارے لیے برا مت سمجھو؛ بلکہ وہ تو تمھارے حق میں بہت بہتر ہے۔

یعنی یہ تو تمھارے لیے بڑی اچھائی کی بات ہوگئی کہ جس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقام و مرتبہ بلند ہوگیا اور ان کی اس پاک دامنی کو لوگ قیامت تک قرآن میں پڑھتے رہیں گے۔

پھر آگے فرمایا:﴿ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾

ترجمہ: ان میں سے ہر ایک شخص نے جتنا کیا اتنا گناہ اس کے حصے میں آیا، اور جس شخص نے ان میں سے اس میں سب سے بڑا حصہ لیا اس کو بڑا عذاب ہوگا۔

یعنی جن لوگوں نے اس بہتان میں جتنا حصہ لیا اتنا اس کو تہمت میں حصہ لینے کا گناہ ہوگا۔

کُل چار طرح کے لوگ تھے

① جس نے تہمت گھڑی اور اس کو لوگوں میں پھیلایا اس کو سب سے زیادہ عذاب:﴿وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ کہ جس ظالم (عبداللہ ابن ابی) نے اس تہمت کی شروعات کی تھی اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے دنیا اور آخرت میں کہ آخرت میں جہنم کی سزا ہے۔

۲ جنھوں نے اس تہمت کو سن کر اس کو مان لیا، ان کا دوسرے نمبر کا گناہ۔

۳ جو لوگ اس تہمت کو سن کر خاموش رہے، ان کا تیسرے نمبر کا گناہ۔

۴ اور جنھوں نے اس تہمت کو سن کر صاف کہہ دیا کہ: یہ خبر جھوٹی ہے، وہ اچھے لوگ ہیں، یہ خوش نصیب افراد ہیں۔

ایک خاص نصیحت

اس کے بعد آگے مسلمان مردوں اور عورتوں کو ایک خاص نصیحت ہے جو ہم سب کو دھیان رکھنے کی ہے، وہ نصیحت یہ ہے:

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۲

(ترجمہ) جب تم لوگوں نے اس (طوفان) کی خبر سنی تو ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں نے اپنے لوگوں کے ساتھ اچھا خیال کیوں نہیں کیا؟ اور (تہمت سنتے ہی) ایسا کیوں نہ کہا: یہ کھلی تہمت ہے۔

قاعدے کی بات بتادی کہ جب تم نے ایسی تہمت والی بات سنی تو فوراً یہ کہہ دینا چاہیے تھا کہ: یہ بات جھوٹی ہے؛ اس لیے میری بہنو! اس طرح کی کوئی بھی تہمت کی بات تم سنو تو بات کو رد کرنا اور جھٹلانا ضروری ہے۔

دوسرے پر تہمت لگانا اپنے پر تہمت لگانا ہے

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آگے کتنی پیاری بات فرمائی: ﴿بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا﴾

اس میں یہ نصیحت فرمائی ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر تہمت لگائے تو وہ کسی دوسرے پر تہمت نہیں ہے؛ بلکہ وہ تو اپنی ذات پر ہی تہمت ہے، تمام مسلمان مرد وعورت آپس میں بھائی بہن ہیں، اگر ایک بہن نے دوسری بہن پر تہمت لگائی تو وہ گویا اس نے اپنی ہی ذات پر تہمت لگائی اور وہ یہ سمجھتی ہے کہ میں نے دوسری عورت پر تہمت لگا کر اس کو ذلیل ورسوا کر دیا ایسا نہیں ہے، اس نے خود کو ذلیل اور رسوا کر دیا۔

بہت ضروری بات

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے متعلق نیک اور اچھا گمان رکھے، بدگمانی نہ کرے؛ بلکہ کوئی دوسرا انسان ہمارے مسلمان بھائی پر تہمت لگاوے اور تہمت لگانے والے کے پاس کوئی شرعی ثبوت نہ ہو تو اس کی تہمت اور الزام والی بات کو رد کر دیوے اور کہہ دیوے کہ تو جھوٹ بولتا ہے، وہ مسلمان ایسا نہیں ہے، یہ ہمارے ایمان کا تقاضا ہے، ایک مسلمان کو بدنامی اور رسوائی سے بچانا یہ بھی ہمارے لیے ضروری ہے۔

چار گواہ کی حکمت

﴿لَوْلَا جَاءُوْ عَلَیْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ﴾

وہ (بہتان لگانے والے) اس (بات) پر چار گواہ کیوں نہیں لائے؟

یعنی جب تہمت لگانے والوں نے غلط بات پھیلائی تو مسلمانوں کو ضروری تھا کہ ان سے گواہ مانگتے، شریعت کا قانون ہے کہ کسی معاملے کو ثابت کرنے کے لیے دو گواہ چاہیے؛ لیکن زنا کے ثابت کرنے کے لیے چار گواہ۔ حکمت یہ سمجھ میں آتی ہے کہ

اس میں ایک مرد اور ایک عورت ہوتی ہے؛ اس لیے ہر ایک کی طرف سے دو دو ملا کر کل چار گواہ ہونا ضروری ہے۔

تہمت لگانے والے تین صحابہ پر اللہ تعالیٰ کا فضل

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾

ترجمہ: اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر دنیا اور آخرت میں نہ ہوتی تو جس (چرچے) میں تم پڑے ہوئے تھے اس کی وجہ سے تم پر بڑا عذاب آ پڑتا۔

یہ تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہوگئی کہ جو مسلمان بھولے پن میں اس تہمت پھیلانے میں شامل ہو گئے تھے اللہ تعالیٰ نے مہربانی اور فضل فرمایا اور ان کو صرف اسّی اسّی کوڑے مارے گئے اور ان کو معاف کر دیا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: اگر اللہ تعالیٰ ان کو معاف نہ کرتا تو ان کو بھی بہت بڑا عذاب آ کر پکڑ لیتا اور خدا کے عذاب کی پکڑ میں وہ لوگ بھی پھنس جاتے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ جو مسلمان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت میں شریک ہو گئے ان کو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ: تمھارا گناہ بہت بڑا تھا، دنیا و آخرت میں سزا اور عذاب آ سکتا تھا؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے مہربانی اور فضل فرمایا، ایمان کی برکت، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہونے کی برکت سے تم کو سچی توبہ کی توفیق ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے تمھاری توبہ قبول فرما لی اور مغفرت کا وعدہ فرمایا۔

اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کبھی بھول سے کسی بھی مسلمان پر تہمت لگا دی

تو اللہ تعالیٰ سے بھی معافی مانگ لو اور اس مسلمان سے بھی معافی مانگ کر بات کو صاف کرلو۔

اپنی پاکی اور بزرگی جتانے کی چیز نہیں

میری بہنو! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَلاَ تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى.(النجم:۳۲)

ترجمہ: تم اپنے آپ کو پاکیزہ نہ ٹھہراؤ، وہ خوب جانتا ہے کہ کون متقی ہے۔

ہمیشہ اس آیت کو سامنے رکھنا، ہماری بہت ساری بہنیں اپنی نیکی، اپنی عبادت دوسروں کے سامنے فخر کے ساتھ بتلاتی ہیں، اللہ تعالیٰ کی نعمت کے خاطر ذکر کرنا الگ بات ہے اور فخر سے بتلانا کہ میں اتنی نیک ہوں اور اتنی ساری عبادت کرتی ہوں وغیرہ، یہ اللہ تعالیٰ کو بالکل پسند نہیں ہے۔

جس بات کی حقیقت معلوم نہ ہو اس کو کبھی بولنا نہیں چاہیے

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّالَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهُ هَيِّناً وَهُوَ عِنْدَ اللهِ عَظِيْمٌ.(النور)

ترجمہ: جب کہ تم اپنی زبانوں سے اس (تہمت) کو ایک دوسرے کے سامنے نقل کر رہے تھے اور تم اپنے منہ سے ایک ایسی بات کہہ رہے تھے جس کی خبر تم کو بالکل نہیں تھی اور تم اس (تہمت والی بات) کو معمولی سمجھ رہے تھے؛ حالاں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت بڑی (گناہ کی) بات تھی۔

آج بہت سے گناہ ایسے ہیں کہ ہم نے ان کو ہلکا اور آسان سمجھ رکھا ہے، اس لیے کسی بھی گناہ کو ہلکا نہ سمجھو، خاص کر جس کے ذریعہ دوسرے مسلمان کی آبرو برباد ہو رہی ہو، اس سے خود کو بچاؤ، جس بات کی حقیقت ہم کو معلوم نہ ہو ایسی بات کبھی بھی اپنی زبان سے مت نکالو۔

آج ہم کتنی باتیں بلا تحقیق بول دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ایسی باتوں سے ہماری حفاظت فرمائے، ایسی باتیں زبان سے بولنا یہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت خطرناک ہے، اس کا بہت گناہ ہے؛ بلکہ میں تو آپ سے کہتا ہوں کہ: اگر کوئی گندی چیز یا ایسی بات اپنی آنکھ سے دیکھ بھی لو تب بھی یہ سوچو کہ میری آنکھ غلط دیکھ رہی ہے، میری مسلمان بہن یا میرا بھائی یہ غلط کام نہیں کرسکتا۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کی بات اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آئی

آگے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا،سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ.(النور:١٦)

اور جب تم نے (اول) یہ (بہتان) سنا تو اسی وقت تم نے ایسا کیوں نہیں کہا کہ: ہم کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ایسی بات ہم منہ سے نکالیں، اللہ تعالیٰ تو پاک ہیں (معاذ اللہ!) یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی تک جب یہ بات پہنچی تو ان دونوں نے سب کے سامنے کہہ دیا کہ یہ بات غلط ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ کام ہو ہی نہیں

سکتا ہے، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کی یہ بات بہت ہی اچھی رہی، اور ایسے بھی یہ دونوں میاں بیوی بہت خوش نصیب تھے کہ وہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے مدینہ میں میزبان تھے۔ آگے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یَعِظُکُمُ اللّٰہُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ.(النور:۱۷)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت کرتے ہیں کہ اگر تم واقعی ایمان والے ہو تو آئندہ ایسی بات کبھی مت کرنا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت صاف لفظوں میں فرمادیا کہ: اب نبی کی بیوی پر اس طرح کی تہمت ہرگز نہ لگانا؛ بلکہ کسی بھی مسلمان عورت پر اس طرح کی تہمت مت لگانا۔

غلط باتوں کے چرچہ کی وجہ سے دردناک عذاب

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِي الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ، وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ.(النور:۱۹)

ترجمہ: یقیناً جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی پھیلے ان کے لیے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ تو جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے ہو۔

فائدہ: اہلِ ایمان کا معاشرہ بے حیائی والے کاموں اور باتوں سے پاک رہنا چاہیے، غلط باتوں کا چرچہ اور اس کو سیکھنا سکھانا اس کے نت نئے طریقے بتانا یہ سب اس میں شامل ہیں، اس دور میں میڈیا کے ذریعہ بہت بے حیائی کی اشاعت کا کام ہو رہا ہے

جو ہر گز مناسب نہیں ہے۔ (از تیسیر القرآن)

بری خبروں کو مشہور کرنا بھی برا ہے

آج بہت سے لوگوں نے اپنی زندگی کا کام یہ بنالیا ہے کہ وہ غلط باتوں کو پھیلاتے رہتے ہیں، گندی اور برائی کی خبروں کو مشہور نہ کرنا چاہیے، آج اخبارات اور ٹی-وی چینل اور انٹرنیٹ پر زنا یا زنا بالجبر، قتل، حملہ، ڈاکہ زنی کی خبریں روزانہ مشہور کی جاتی ہیں؛ بلکہ بعض لوگوں کے ناجائز تعلقات کو خاص انداز میں مشہور کیا جاتا ہے، جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ نوجوان لڑکے لڑکیاں اس کو پڑھتے ہیں، دیکھتے ہیں، سنتے ہیں تو وہ گندی چیزیں ان کے دل ودماغ میں بیٹھ جاتی ہیں اور برا کام ان کی سوچ میں ہلکا اور معمولی ہوجاتا ہے اور نفس میں ہیجان اور شہوت پیدا کرنے کا ذریعہ بنتا ہے اور گناہ اور برائیاں اس سے بڑھتی ہیں؛ اس لیے اس قسم کی خبروں کو نہ پھیلایا جائے، اس میں پورے معاشرے کی بھلائی ہے۔

گندی خبروں کے لیے احتیاط

آج ہمارا حال یہ ہے کہ اس طرح بری بات سن کر خاموش رہتے ہیں اور دل میں بدگمانی کرنے لگتے ہیں کہ: فلانی نے ایسا کیا وغیرہ وغیرہ۔

اس طرح بدگمانی کرنا بھی سنگین گناہ ہے، اس کو گناہِ کبیرہ بتایا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ ، اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ﴾ (الحجرات:۱۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! بہت گمان کرنے سے بچو؛ کیوں کہ بعض گمان گناہ

ہوا کرتے ہیں۔

بدگمانی شیطانی چکّر ہے

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ سب شیطانی چکّر تھا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ، وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ.(النور:۲۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم شیطان کے قدموں پر مت چلو اور جو بھی شیطان کے قدموں پر چلتا ہے تو یقیناً وہ تو بے حیائی اور برائی کے کام کرنے کے لیے کہے گا۔

پاک دامن عورت پر تہمت لگانے والے ملعون ہیں

آگے اللہ تعالیٰ نے لعنت کی بات ارشاد فرمائی:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ، وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ.(النور:۲۳)

ترجمہ: یقیناً جو لوگ پاک دامن، بھولی بھالی (یعنی برے کاموں اور اس کے ارادے سے بے خبر) ایمان والی عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان کے لیے دنیا و آخرت میں لعنت کی جاتی ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کیسی خطرناک بات بیان فرمادی، میری بہنو! اللہ تعالیٰ ایسی لعنت سے ہماری حفاظت فرمائے، لعنت جس پر آتی ہے وہ دنیا و آخرت میں برباد ہوجاتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق پاک دامنی کا اعلان ہوجانے کے بعد بھی جو لوگ ـــــ ابھی تک تہمت کو سچا مانتے ہیں، حقیقتاً وہ منافق ہی ہیں، ان کے لیے دنیا و آخرت میں لعنت

ہے، آج بھی جو لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کو سچا مانتے ہیں وہ کافر ہیں، اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

ایمان والی عورتوں کی ایک خوبی

اِس آیت میں ایمان والی عورت کی ایک خوبی ''غافلات'' بتائی گئی ہے؛ یعنی جو مسلمان عورتیں زنا کے کام سے اور اس کے ارادے سے بھی بے خبر ہیں، دور ہیں، خود کو بچائے ہوئے ہیں، وہ اچھی عورتیں ہیں، پہلے حدیث میں بھی سن لیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھولی بھالی عورت کہا گیا۔

ایک مؤمنہ عورت سیدھی سادی، بھولی بھالی ہوتی ہے، میرے مرشدِ ثانی شیخ الحدیث حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہ العالی بخاری شریف کے درس میں فرماتے ہیں کہ: جو عورتیں زنا وغیرہ کے کام میں مبتلا ہوتی ہیں، وہ بہت ચંચળ ہوتی ہیں، اس طرح کے گندے کام اور اس کے لوازمات، مقدمات، مبادیات (یعنی زنا کی شروعات جن چیزوں سے ہوتی ہیں) یہ ایک مؤمنہ عورت کو زیبا نہیں دیتے، یہ جتنی بھی آیتیں بتائی گئیں اس میں اللہ تعالیٰ نے خاص خاص نصیحتیں بیان فرمائی ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے، اب ہمیں ان پر عمل کرنا چاہیے۔

لوگوں کے گناہوں کو مت اچھالو

میری بہنو! آج ہم دوسرے لوگوں کے گناہوں کو دیکھ کر اس کو بہت اُچھالتے ہیں، یہ بہت بری بات ہے، اپنی فکر کرو، خود کو گناہوں سے بچانے کی فکر کرو اور دوسروں

کو بھی سمجھا کر گناہ سے بچانے کی فکر کرو۔

آپ ﷺ کا حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے سوال کرنا

بخاری شریف کی ایک حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے اپنی بیویوں میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے بھی سوال کیا کہ: عائشہ کے متعلق ان باتوں میں تم کیا جانتی ہو؟ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے قسم کھا کر جواب دیا کہ: اللہ کی قسم! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں خیر ہی خیر ہے۔

بڑی نصیحت کی بات

حضور ﷺ کی بیویوں میں ایک حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہی ایسی ہیں جن کے متعلق خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: مجھ سے برابری کرسکتی ہیں؛ اس لیے کہ وہ حضور ﷺ ہی کے خاندان سے تھیں، پھوپھی زاد بہن تھیں، اور خوب صورت بھی تھیں؛ لیکن انھوں نے صحیح اور سچی بات کہہ دی، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ، حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے بھی صحیح اور سچی بات کہہ دی، اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا اپنی بہن کے خاطر تہمت والے معاملے میں آ گئیں۔

دو خاص باتیں

یہاں دو باتیں خاص سمجھ کر عمل کرنے کی ہیں، کسی بہن کے متعلق ہم جانتے ہیں کہ وہ سچی ہے تو محض دشمنی نکالنے کے لیے صحیح اور حق بات کو غلط نہیں بتانا چاہیے، بعض لوگ دشمنی نکالنے کے موقع کی تلاش میں رہتے ہیں اور سامنے والے کے متعلق کوئی

موقع ملتا ہے تو غلط باتیں پھیلانے میں لگ جاتے ہیں، ایسا نہیں ہونا چاہیے، کسی انسان سے کسی وجہ سے ناراضگی ہو جاوے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم اس کی دشمنی میں اندھے ہو کر غلط باتیں پھیلانے لگیں، قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ، وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَـنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓي اَلَّا تَعْدِلُوْا، اِعْدِلُوْا، هُوَاَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ، وَاتَّقُوا اللّٰهَ ، اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ.(المائدة:۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ (کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنے) کے لیے ہر وقت تیار رہو (اور) انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بنو، اور کسی قوم کے ساتھ دشمنی تم کو اس بات کے لیے نہ ابھارے کہ تم انصاف کرنا چھوڑ دو (بلکہ) تم انصاف کرو، وہ تقویٰ کے زیادہ نزدیک ہے اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو، یقینی بات ہے کہ جو کچھ (اعمال) تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو اس کی پوری خبر ہے۔

نوٹ: محبت کے جذبات میں مغلوب ہو کر بے جا طرف داری نہ کرنا اور عداوت کے غلبے میں بے انصافی نہ کرنا یہ تقویٰ حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ (از تیسیر القرآن)

دوسروں کے خاطر خود کی آخرت کو برباد نہ کریں

بعض مرتبہ لوگ دوسروں کے لیے اپنی آخرت برباد کرتے ہیں، کوئی اپنا بڑا ہے تو اس کو راضی کرنے کے لیے دوسروں پر ظلم و زیادتی کر کے خود کی آخرت برباد کرتے ہیں، ایسا نہیں ہونا چاہیے، بعض مرتبہ کسی امیر یا بڑے ذمے دار کے ماتحت لوگ اپنے بڑے کو راضی کرنے کے لیے دوسروں کی برائی کرنے لگتے ہیں، دوسروں پر

ظلم کرنے لگتے ہیں؛ حالاں کہ بہت سی مرتبہ وہ بڑا خود ان سے شفقت ونرمی اور محبت کرتا ہے؛ لیکن نیچے کے لوگ دوسروں سے بدسلوکی کرنے لگتے ہیں، یہ غلط طریقہ ہے۔

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کا حسنِ خاتمہ

بخاری شریف کی حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے حسنِ خاتمہ کی دولت سے نوازا، ایک قول کے مطابق ۱۹ رہجری میں آرمینیہ میں اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے، ان کی اللہ تعالیٰ کے راستے کی اچھی موت یہ بھی ایک علامت ہے کہ وہ نیک اور پاک دامن تھے؛ اس لیے کہ کوئی آدمی کوئی غلط کام کرتا ہو تو اس کو کبھی حسنِ خاتمہ اور شہادت جیسی نعمت نصیب نہیں ہوسکتی، اچھی زندگی گزارنے والوں کو اچھی موت نصیب ہوتی ہے، اللّٰھم ارزقنا منہ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے اپنے وقت پر ایمان پر حسنِ خاتمہ نصیب فرمائے، آمین۔

یہ بہترین قصہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ ہم کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اس کی اور دو آیتیں باقی ہیں جس میں خاص نصیحت ہے، اس کو ان شاء اللہ! آئندہ کل بیان کریں گے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

❁❁❁

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی
پاک دامنی
اور منافقین کا الزام
(قسط سوم)

اس بیان کے چنندہ جواہر پارے

میں عام طور پر ساسوؤں کو کہا کرتا ہوں کہ: اللہ کے واسطے بہو کو تکلیف مت دو، آج تم بہو؛ یعنی دوسرے کی بیٹی کو تکلیف دوگی، پریشان کروگی تو کل تمھاری بیٹی بھی کسی کے یہاں بہو بن کر جائے گی اس دن کو سوچو!

اگر تم کسی کی بیٹی کو اچھی طرح رکھو گے تو تمھاری بیٹی بھی جب بہو بن کر جائے گی تو اس کو بھی اچھی طرح رکھا جاوے گا، بہو کو نوکرانی نہیں سمجھنا چاہیے؛ بلکہ اس کو اپنی بیٹی سمجھ کر اس کے ساتھ اچھا معاملہ کرنا چاہیے، ہماری شریعت میں کسی کو بلا وجہ تکلیف دینا حرام ہے۔

اسی طرح بہو کو بھی چاہیے کہ وہ بھی ساس کو نہ ستائے، وہ اس کو اپنی ماں سمجھے اور اس کی خدمت کرے تو ان شاء اللہ! ان کی زندگی خوشی اور محبت کے ساتھ گزرے گی، غرض یہ کہ ساس بہو کو بیٹی سمجھ کر اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرے، اور بہو ساس کو اپنی ماں سمجھ کر اس کی خدمت کرے۔

ایک حدیث بتا دوں، حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: جس کا حاصل یہ ہے کہ: جس قوم میں ایک مرد یا ایک عورت ایسی ہو جو قطع رحمی کرے؛ یعنی جو رشتے داری کے تعلق کو کاٹنے والے ہوں تو اللہ تعالیٰ اس قوم کو رحمت کی نظر سے نہیں دیکھتا ہے، پوری قوم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو جاتی ہے۔

صرف ایک آدمی کی وجہ سے بھی پوری قوم رحمت سے محروم ہو جاتی ہے اور آج تو گھر گھر میں رشتے کٹے ہوئے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہم پر کیسے آئے گی؟ اس لیے ہم اس گناہ کو چھوڑ دیں پھر دیکھیں! اللہ تعالیٰ آپس میں کیسی محبت عطا کرتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ یَّھدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَ نَشْھدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَ حَبِیْبَنَا وَ اِمَامَنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ،صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَ اَھلِ بَیْتِہٖ وَاَھلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ ۚ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِکَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ ؕ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ ﴿۲۶﴾ (النور)

ترجمہ: گندی عورتیں گندے مردوں کے لیے مناسب ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے مناسب ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے مناسب ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے مناسب ہیں، جو (تہمت کی) بات وہ (منافق) لوگ کہتے ہیں وہ (نیک مرد اور عورتیں) اس سے بالکل بری (یعنی بے تعلق) ہیں، ان کے لیے (آخرت میں) مغفرت ہے اور عزت کی روزی ہے۔

مزاج اور طبیعت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق بات چل رہی تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا پورا

واقعہ آپ کو سنایا گیا اوران کے متعلق جو آیتیں قرآن میں اتاری گئی وہ بھی سنائی گئی، میری بہنو! ان آیتوں میں ہمارے لیے چند عبرت کی باتیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں، میں اس کو بیان کردوں، بہت ہی زبردست اور ایک فطری قانون اللہ تعالیٰ نے اس میں بیان فرمایا ہے، اس کا خلاصہ عرض کرتا ہوں۔

اگر کسی بہن کی زندگی میں نیکی اور اچھائی ہوتی ہے اور شریعت کے حکم پر وہ چلنے والی ہوتی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے قانون کو پورا کرنے والی ہوتی ہے، تو اس کا ذہن اور اس کی سوچ بھی پاکیزہ ہو جاتی ہے تو وہ فطری طور پر اپنے ہی جیسے نیک اور شریعت کے پابند مرد سے شادی کرنا پسند کرتی ہے، اگر کسی بہن کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہوتی ہے تو وہ بہن بھی شادی کے لیے اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے مرد کو پسند کرتی ہے، اسی طرح اگر وہ بہن اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی سنتوں سے محبت کرتی ہے، تو وہ سنتوں کے پابند مرد کے ساتھ شادی کرنا پسند کرے گی، اگر کسی بہن کا (character) اچھا اور پاکیزہ ہوتا ہے تو وہ بھی ایسے ہی اچھے 'کیریکٹر' اور اچھے اخلاق والے مرد سے شادی کرنا پسند کرے گی۔

اسی طرح اگر کسی بہن نے اپنی زندگی کو بدفعلی اور زناکاری سے بچایا ہو اور اپنے آپ کو گناہ سے بچایا ہو تو شادی بھی ایسے مرد کے ساتھ پسند کرے گی جس نے اپنے آپ کو گناہوں سے بچایا ہو۔

لیکن اگر کسی بہن کی زندگی اور لائن خراب ہے تو وہ بہن ایسے ہی گندے اور گناہ کرنے والے مرد کو پسند کرتی ہے، اس کا دل اور اس کی طبیعت ایسے ہی مرد کے

ساتھ لگتی ہے۔

ایک عجیب فطری قانون

بہرحال! اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایک عجیب فطری قانون بیان فرمایا ہے کہ انسان کی رغبت اور اس کی پسند (Choice) بھی اپنے جیسے کی طرح ہوتی ہے، اگر خود اچھی ہے تو پھر اس کی پسند بھی اچھی اور نیک ہوتی ہے اور اگر وہ خراب ہے تو اس کی پسند بھی ایسے ہی خراب مردوں کی طرف ہوگی۔

پھر عجیب بات یہ ہے کہ جیسی تلاش ہوتی ہے ویسا ہی ملتا ہے، اس آیت میں ہمارے لیے ایک بہت بڑا سبق اور نصیحت ہے۔

میری بہنو! اللہ نہ کرے اگر ہمارے اخلاق و عادات خراب ہو گئے تو پھر ہمارا دل یہ چاہے گا کہ ایسے ہی مرد کے ساتھ شادی کریں۔

اس لیے جن بہنوں کی زندگی میں نماز، پردہ اور دین داری ہے وہ ایسے ہی دین دار شوہر کو تلاش کرتی ہیں، جو بہن اللہ تعالیٰ کو راضی کر کے زندگی گزارتی ہے وہ ایسا ہی چاہتی ہے کہ مجھے بھی ایسا شوہر ملے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرتا ہو اور جس عورت کی زندگی فیشن والی اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والی ہوتی ہے، وہ ایسا ہی فیشن پرست، آوارہ اور آزاد شوہر تلاش کرتی ہے۔

اسی طرح جس کی زندگی میں پردہ نہیں ہے، وہ ایسا ہی سوچتی ہے کہ مجھے ایسا شوہر ملے کہ اس کے چہرے پر شرعی ڈاڑھی نہ ہو، شریعت کے قانون کے خلاف لباس پہننے والا ہو۔

جوڑا بھی چاہت کے مطابق ملتا ہے

اس لیے جیسی تمھاری چاہت ہوگی ویسی ہی تمھاری زندگی ہوگی اور اسی کے مطابق Life partner جوڑا تلاش کیا جاتا ہے، اور ویسا ملتا بھی ہے۔

ہم رات دن دنیا میں دیکھتے ہیں اور ایسے قصے سامنے آتے رہتے ہیں، ہماری بہت ساری بہنیں ڈاڑھی والا شوہر دیکھ کر اس سے شادی کرنے سے انکار کرتی ہیں، اسی طرح اگر کوئی دین دار ہے، کُرتا، اِزار، اسلامی لباس پہنا ہوا ہوتا ہے تو ہماری بہن یہ سوچ کر شادی سے انکار کرتی ہے کہ اگر اس کے ساتھ میں شادی کروں گی تو مجھے بھی دین دار بننا پڑے گا، پردہ کرنا پڑے گا، یہ خیال کر کے شادی کرنے سے انکار کر دیتی ہے؛ کیوں کہ بہت ساری ہماری بہنیں شریعت پر عمل کرنے کو قید خانہ سمجھتی ہیں، ہم کو تو ایسا شوہر چاہیے جو ہم کو فیشن والی زندگی گزارنے دے، بغیر پردے ہم کو تفریح میں لے جائے اور ہمارے لیے ٹی وی اور انٹرنیٹ وغیرہ خرید کر لا کر دیوے۔

جو شوہر اللہ تعالیٰ کو راضی نہ کرے وہ تم کو کیسے راضی کرے گا

میری بہنو! جیسی سوچ ایسی پسند؛ لیکن ایک بات قاعدے کی یاد رکھو! بہت کام آئے گی، یہ بات خاص کر میں اپنی کنواری بہنوں کو کہتا ہوں کہ: اگر تم نے ایسا فیشن پرست شوہر پسند کیا کہ جس کی زندگی بے کار گزر رہی ہو اور اس کے چہرے پر ڈاڑھی نہ ہو، وہ آوارہ پھرتا ہو، آزاد زندگی گزارتا ہو، شریعت کے قانون پر عمل نہ کرے تو:

وہ شوہر جو اللہ تعالیٰ کو راضی نہیں کرتا وہ بیوی کو کیسے راضی کرے گا؟

جو اپنے پیدا کرنے والے کو راضی نہیں کرتا وہ ہونے والی بیوی کو کیسے راضی رکھ سکتا ہے؟

جو اللہ تعالیٰ کی بات نہیں مانتا ہے وہ اپنی بیوی کا کیا حق ادا کرے گا؟

یہ بہت بڑا Point آپ کو سوچنے کے لیے دیا ہے، اس کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھنا کہ جو شوہر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا غدار ہے، وہ کبھی بھی بیوی کا وفادار نہیں ہوسکتا۔

جو رزق دینے والے اللہ تعالیٰ سے وفاداری نہیں کرسکتا وہ اپنی بیوی سے بھی وفاداری نہیں کرسکتا ہے، چاہے شادی سے پہلے کتنے ہی بناوٹی اور دھوکے کے جھوٹے وعدے پھنسانے کے لیے کر گیا ہو۔

شادی سے پہلے ہونے والے وعدوں پر ایک لطیفہ

بعض نوجوان شادی سے قبل لڑکیوں سے ناجائز تعلقات قائم کرتے ہیں، اس وقت وہ لڑکا اس لڑکی کو پھنسانے کے لیے عجیب عجیب ناممکن چیزوں تک کے وعدے کرتا ہے، بعض مرتبہ کہتا ہے: تیرے لیے تو میں آسمان کے تارے توڑ کر لاؤں گا وغیرہ۔

میں اس پر کہتا ہوں کہ شادی کے بعد تارے کی ضرورت نہیں، تیل کا ڈبہ وقت پر لاتے رہنا تو کافی ہے۔

کوئی کہتا ہے: تیرے لیے تاج محل بناؤں گا۔

ارے بھائی! شادی کے بعد ایک سیدھا سادہ فلیٹ یا مکان کا انتظام کر دینا بیوی کے لیے کافی ہو جائے گا۔

ناجائز تعلقات (Love) پر ایک نکتہ

ہمارے نوجوان بھائی، بہن شادی سے پہلے کسی اجنبی مرد، عورت سے ناجائز محبت کرتے ہیں، اور جیسا آپ کو معلوم ہے کہ منگنی ہو جاوے، رشتہ طے ہو جاوے، پھر بھی نکاح سے پہلے تو وہ لڑکی پرائی ہی ہے، اس سے تعلق رکھنا گناہ ہے، ایک مرتبہ میں نے عرض کیا کہ:

No Love Before Marriage But Love After Marriage

یعنی محبت شادی سے پہلے نہیں، شادی کے بعد ہونی چاہیے، ان شاء اللہ! شادی کے بعد والی محبت میں ثواب بھی ملے گا۔

پسندیدگی دین داری کی وجہ سے ہونی چاہیے

ہمیشہ اپنی پسند دین دار شوہر کے لیے ہونی چاہیے؛ اس لیے کہ دین دار مرد سے اگر آپ کا نکاح ہوگا تو کبھی بھی وہ آپ پر ظلم نہیں کرے گا؛ بلکہ وہ حقوق اچھی طرح ادا کرے گا اور اگر کسی نامناسب مرد کے ساتھ تمھارا رشتہ ہو گیا ہے تو اس کے حق میں دعا کرو اور شادی کے بعد اس پر محنت کرو کہ وہ بھی دین دار بن جائے، اس کے چہرے پر ڈاڑھی آ جائے، سنت کے مطابق لباس پہننے والا بن جائے، جب وہ اللہ کا فرماں بردار بن جائے گا تو پھر وہ آپ کے حقوق کو بھی اچھی طرح ادا کرے گا، کبھی تکلیف نہیں دے گا۔

ناجائز تعلق گناہ ہے

میری بہنو! معافی کے ساتھ میں ایک بات آپ کو بتادوں کہ بہت ساری ہماری

بہنیں شادی سے پہلے ناجائز تعلق میں ملوّث ہو جاتی ہیں، یہ حرام اور گناہِ کبیرہ ہے اور یہ بہت ہی بے حیائی اور بے شرمی کی بات ہے، اس بات کو سمجھ لو کہ جولڑکا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے کسی سے غلط تعلق قائم کرے، کیا وہ کبھی اس کو راحت اور آرام دے سکتا ہے؟ کبھی نہیں، وہ اس کو پریشان ہی کرے گا۔

اجنبی عورتوں کے ساتھ حرام چیزیں

شریعت میں کسی پرائی عورت کو دیکھنا، اس سے ملنا، اس سے بات کرنا، اس کی طرف چل کر جانا، اس کے ساتھ فون پر بات کرنا، ''ای میل'' سے اس کے ساتھ تعلق میں رہنا، اسی طرح ''ٹیکس میسیج'' (sms) بھیجنا، انٹرنیٹ پر اس سے چیٹینگ کرنا، اور ایک پرائی لڑکی سے کسی طرح کا بھی رابطہ اور تعلق رکھنا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے، اس سے اللہ تعالیٰ بہت ناراض ہوتے ہیں۔

میری بہنو! اللہ تعالیٰ کے واسطے ایسے گناہوں سے اپنے آپ کو بچاؤ، یہ بہت ہی بے حیائی کا کام ہے، اگر کسی سے ایسا گناہ ہو گیا ہو، تو دو رکعت توبہ کی نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لیوے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے خوب روئے۔

ایک اور حرام چیز

اسی کے ساتھ اور ایک بات آپ کو بتا دوں کہ ہماری بہت ساری بہنیں منگنی کے بعد اپنے مستقبل (Future) میں ہونے والے شوہر کے ساتھ بات چیت شروع کر دیتی ہیں، میری بہنو! یہ بھی حرام اور کبیرہ گناہ ہے؛ اس لیے کہ منگنی کوئی حقیقت نہیں

رکھتی ہے؛ لیکن لوگ منگنی کو آدھا نکاح (Half marriage) سمجھتے ہیں، یہ بالکل غلط ہے؛ اس لیے کہ منگنی یہ تو نکاح کا ایک وعدہ ہے، شریعت میں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے؛ اس لیے منگنی کے بعد بات چیت وغیرہ کرنا سب حرام ہے۔

اللہ کو ناراض کر کے سکون نہیں مل سکتا

اگر کسی میں یہ عادت ہو تو اس کو چھوڑ دے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے، تو پھر ان شاء اللہ! شادی کے بعد دونوں میں اللہ تعالیٰ محبت، چین، سکون عطا فرمائے گا، دنیا میں کوئی بھی آدمی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ناراض کر کے چین سکون کی زندگی نہیں گزار سکتا۔

قرآنِ کریم کی ایک عجیب بات

قرآنِ مجید میں آئی ہوئی یہ عجیب بات ہے، جس کا نتیجہ میں عرض کرتا ہوں کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والو! عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے سے پہلے سوچ لو کہ ان کے شوہر کون ہیں؟ ہم نے ان کی شادی کس کے ساتھ کرائی ہے؟ جس عائشہ کے شوہر حضرت نبیٔ کریم ﷺ جیسے معصوم اور پاک انسان ہوں، تو وہ عائشہ بھی کیسی پاک ہوگی!!!

شادی کے بعد عورت کا سب سے پہلا کام

شادی کے بعد سب سے پہلا کام یہ ہونا چاہیے کہ بیوی اپنے شوہر کی نیک کام کرنے میں مدد کرے اور گناہ سے بچانے میں بھی اس کی مدد کرے، اپنے شوہر کو سمجھا

کر کسی بھی طرح نمازی بنانے کی کوشش کرے، اسی طرح اس کو اسلامی لباس، شرعی ڈاڑھی رکھنے اور اچھی عادتیں اپنانے کے لیے سمجھاوے اور حرام کام کو چھوڑنے اور فلم وغیرہ کی عادت چُھڑوانے کی بھی کوشش کرے، اللہ تعالیٰ نے عورت کی بات میں یہ تاثیر رکھی ہے کہ وہ شوہر کو سمجھائے تو وہ مان لیتا ہے۔

ساتھ ہی شوہر کے حق میں دعا بھی کرو، شوہر نیک بن جاوے گا، اور دینی محنت کرنے کا بہت بڑا ثواب ان شاء اللہ! آپ کو ملے گا۔

نبی کی بیوی کافرہ ہوسکتی ہے، زناکار نہیں ہوسکتی

اللہ تعالیٰ کے ایک نبی حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کافرہ تھیں، ایمان نہیں لائی تھیں اور اُس زمانے میں یہ بات جائز تھی کہ کافر عورت کے ساتھ کوئی نکاح کرنا چاہے تو کر سکتا تھا؛ لیکن ہماری شریعت میں اب اس طرح نکاح کرنا حرام ہوگیا ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس کو بیان کیا ہے: ﴿وَلَا تَنْكِحُ الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ کسی کافرہ کے ساتھ نکاح مت کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آوے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی اگرچہ کافرہ تھی؛ لیکن بہت سارے سیرت لکھنے والے محدثین، مفسرین فرماتے ہیں کہ: نبی کی بیوی کافرہ تو ہوئی ہے؛ لیکن کسی بھی نبی کی بیوی زناکار نہیں ہوئی ہے؛ کیوں کہ زنا ایسی چیز ہے کہ اس سے نسب اور خاندان یہ سب برباد ہوجاتا ہے۔

پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے

میں رات دن یہ دیکھتا رہتا ہوں کہ ہمارے یہاں انڈیا میں جب کوئی لڑکا باہر

کے ملک سے شادی کے لیے آتا ہے تو اگر وہ آوٹ لائن لڑکا ہوتا ہے، تو وہ ایسی ہی فیشن پرست اور آوٹ لائن لڑکی کی تلاش کرتا ہے، اس کو دین دار اور پردے میں رہنے والی لڑکی پسند نہیں آتی، اسی طرح لڑکی کا حال ہے اگر وہ آوٹ لائن ہے، ٹی شرٹ، جنس پینٹ پہننے والی ہوتی ہے تو ایسا ہی شوہر تلاش کرتی ہے، یہ سب اس فطری قانون کا نظارہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان کیا ہے، اللہ تعالیٰ ہماری سوچ اور ہماری زندگیوں کو نیک اور اچھا بنادے، آمین۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عجیب واقعہ

ایک دوسری بہت بڑی بات اسی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوْا أُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲﴾

ترجمہ: اور جو لوگ تم میں بڑے درجے والے ہیں اور مال میں وسعت والے ہیں وہ ایسی قسم نہ کھالیویں کہ وہ رشتہ داروں کو اور محتاجوں کو اور اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والوں کو (کچھ) نہیں دیں گے؛ بلکہ (ایسے لوگوں کا) قصور معاف کردیں اور ان کو جانے دیں، کیا تم کو یہ پسند نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے گناہوں کو معاف کردے؟ اور اللہ تو بہت معاف کرنے والے، بڑے رحم کرنے والے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قصہ بیان ہو گیا اور ان کے پاک ہونے کا اعلان بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمادیا؛ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ابا جان حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ کے دل کو بہت رنج ہوا، باپ کا دل بیٹی کی تکلیف کو دیکھ کر بے چین ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کے دل میں بیٹی کی عجیب محبت رکھی ہے۔

ساسوؤں کو ایک نصیحت

میں عام طور پر ساسوؤں کو کہا کرتا ہوں کہ: اللہ کے واسطے بہو کو تکلیف مت دو، آج تم بہو؛ یعنی دوسرے کی بیٹی کو تکلیف دوگی، پریشان کروگی تو کل تمھاری بیٹی بھی کسی کے یہاں بہو بن کر جائے گی اس دن کو سوچو!

اگر تم کسی کی بیٹی کو اچھی طرح رکھو گے تو تمھاری بیٹی بھی جب بہو بن کر جائے گی تو اس کو بھی اچھی طرح رکھا جاوے گا، بہو کو نوکرانی نہیں سمجھنا چاہیے؛ بلکہ اس کو اپنی بیٹی سمجھ کر اس کے ساتھ اچھا معاملہ کرنا چاہیے، ہماری شریعت میں کسی کو بلا وجہ تکلیف دینا حرام ہے۔

بہو کو ایک نصیحت

اسی طرح بہو کو بھی چاہیے کہ وہ بھی ساس کو نہ ستائے، وہ اس کو اپنی ماں سمجھے اور اس کی خدمت کرے تو ان شاء اللہ! ان کی زندگی خوشی اور محبت کے ساتھ گزرے گی، غرض یہ کہ ساس بہو کو بیٹی سمجھ کر اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرے، اور بہو ساس کو اپنی ماں سمجھ کر اس کی خدمت کرے۔

شادی کے بعد فوری الگ ہونے کا مزاج

آج کل ایک بڑی بلا چل پڑی ہے کہ ابھی شادی ہوئی ہے اور دوسری طرف

بہو کا دل یہ چاہتا ہے کہ الگ رہنے چلی جائے، اور بہت سی لڑکیاں تو شادی سے پہلے ہی الگ رہنے کی شرط لگا دیتی ہیں، یہ مناسب بات نہیں ہے، ساس خسر کے تجربات سے فائدہ اٹھاوے، ان سے کچھ سیکھے، ان کی خدمت کر کے ان کی دعائیں حاصل کرے، آج تم ان کے بڑھاپے میں ان کی خدمت کروگی تو کل تمھاری بہو تمھاری خدمت کرے گی، اور اس طرح اجتماعی طور پر ساتھ رہیں تو اس میں دیور اور جیٹھ سے پردہ کا خصوصی اہتمام کیا جائے؛ اس لیے کہ وہ دونوں غیر محرم ہیں۔

بیرون ملک کا المیہ

سنا ہے کہ انگلینڈ وغیرہ میں بعض لڑکیاں شادی سے پہلے اپنے ہونے والے شوہر پر خود سے سوال کرتی ہیں، گھر میں کتنی Dustbin ہیں: یعنی بوڑھے کتنے ہیں، بہت ہی افسوس کی بات ہے، جس اسلامی معاشرہ اور سماج کے ستون ادب، احترام اور خدمت ہیں اس پاکیزہ معاشرے میں اس طرح کہ سوال کیے جاویں، ان سے نفرت کا اظہار کریں، بس! اللہ تعالیٰ ہی حفاظت فرماوے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا رنج

بہر حال! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل کو بہت تکلیف پہنچی کہ میری بیٹی بے گناہ تھی، اس نے کوئی گناہ نہیں کیا، پھر بھی میری بیٹی پر زنا کی تہمت لگائی، باپ کے دل پر اس کا بہت اثر ہوا، اب قدرتی بات ہے کہ تہمت لگانے والوں میں جو منافق تھے ان کو چھوڑ کر تین بھولے بھالے مسلمان بھی تھے جو منافقین کی بات میں آ کر تہمت لگانے

میں شامل ہو گئے تھے، ان میں ایک حضرت مسطح رضی اللہ عنہ تھے، جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بہت قریبی رشتے دار تھے۔

رشتے دار یا ریشہ دواں

عربی میں ایک کہاوت ہے: بَعْضُ الْأَقَارِبِ كَالْعَقَارِبِ (ایک ''الف'' کے ساتھ اور ایک ''عین'' کے ساتھ) یعنی بعض رشتے دار سانپ بچھو کی طرح ہوتے ہیں، جو رشتے داری کے باوجود پریشان کرتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ایسے رشتے داروں کو صحیح سمجھ عطا فرمائے، اور ان کے شر سے ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔

غریب رشتہ داروں کی فکر کرو، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر واقعہ کا اثر

بہرحال! یہ صحابی حضرت مسطح رضی اللہ عنہ بہت ہی غریب آدمی تھے اور مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے قریبی رشتے دار تھے اس لیے ان کا پورا خیال رکھتے تھے، ان کا خرچہ پانی وغیرہ بہت پابندی کے ساتھ ان کو پہنچایا کرتے تھے، اس سے ہم کو ایک بات یہ بھی سیکھنے ملی کہ اگر ہمارے رشتے میں کوئی غریب، مسکین ہو تو اس کے خرچے کی فکر کرنی چاہیے۔

رشتے داروں کو دینے کا ڈبل ثواب

جس طرح ہم دوسرے غریبوں کو دیتے ہیں اسی طرح ہمارے رشتہ دار غریب ہوں تو اس کا زیادہ حق ہے کہ ہم اس کو نفل صدقہ، زکوٰۃ دیں؛ کیوں کہ رشتے دار کو دینے میں ڈبل ثواب ملتا ہے: ایک صدقہ دینے کا ثواب اور دوسرا رشتے داری کے حق کو

نبھانے کا؛ اس لیے اپنے چچا کے لڑکوں میں، پھوپھی کے لڑکوں میں، خالہ کی اولادمیں، بھائی بہنوں میں کوئی غریب ہو تو ان کا خیال رکھا کرو۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کے خرچ کو بند کرنا

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کو ان کا پورا پورا خرچہ دیا کرتے تھے؛ لیکن اس واقعہ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسطح رضی اللہ عنہ کو ان کا خرچہ دینا بند کردیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دو حیثیتیں

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں دو حیثیتیں تھیں:

ایک تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔

دوسرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہونے کی وجہ سے ام المؤمنین بھی ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تہمت کے معاملے میں جو حضرت مطسح رضی اللہ عنہ کا خرچہ بند کیا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ اور امت کی ماں ہونے کی وجہ سے کیا، یہ بھی ایک عشق و محبت کا حصہ ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مثالی عمل

اس میں بھی غور کرنے کا مقام ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خرچہ کب بند کیا؟ تہمت کے زمانے میں نہیں؛ بلکہ جب براءت نازل ہوگئی، فیصلہ ہوگیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بے گناہ ہیں، تب جاکر خرچہ بند کیا اور قسم کھائی کہ میں حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کو خرچہ نہیں دوں گا۔

سزا اور سفارش

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ آیت نازل فرمائی اور یہ آیت خاص حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے:

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْا أُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴿۲۲﴾

ترجمہ: اور جو لوگ تم میں بڑے درجے والے ہیں اور مال میں وسعت والے ہیں وہ ایسی قسم نہ کھالیویں کہ وہ رشتہ داروں کو اور محتاجوں کو اور اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والوں کو (کچھ) نہیں دیں گے؛ بلکہ (ایسے لوگوں کا) قصور معاف کردیں اور ان کو جانے دیں، کیا تم کو یہ پسند نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے گناہوں کو معاف کردے؟ اور اللہ تو بہت معاف کرنے والے، بڑے رحم کرنے والے ہیں۔

بزرگی کا تقاضا معاف کرنا ہے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو بڑے درجے والے اور بزرگی والے لوگ ہیں، مراد اس سے حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں، عمومی طور پر باقی نصیحت پوری امت کو ہے، اللہ تعالیٰ نے جن کو اونچا مقام دیا ہے، بزرگی دی ہے، ان کو چاہیے کہ وہ اپنے رشتے داروں کو خرچہ دیں۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنھوں نے ہجرت کی ان کو خرچہ دو اور جن لوگوں نے غلطی کی ہے ان کو معاف کردو، مثلاً حضرت مسطحؓ نے غلطی کی؛ لیکن بزرگی اور بڑے پن

کا تقاضہ یہ ہے کہ ان کو معاف کردو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت قرآن میں

اس آیت میں ”أُولوا الفضل“ سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، خود اللہ تعالیٰ جن کو فضیلت اور بزرگی والا بتادیں اس انسان کا مرتبہ کتنا اونچا ہوگا!!!

دوسری ایک آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اِذْ هُمَا فِيْ الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعْنَا.

ترجمہ: جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ: غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہیں۔

اِس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہونا صاف لفظوں میں بتا دیا گیا؛ اس لیے جو آدمی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صحابی نہ مانے وہ ایمان والا نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ کو معافی پسند ہے

﴿وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا﴾ معاف کردو اور درگزر کرو اور پھر آگے فرماتے ہیں: ﴿اَلاَ تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَاللّٰهُ لَكُمْ﴾ کیا تم کو یہ بات پسند نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو معاف کردے؟

اللہ تعالیٰ کے فرمان کا حاصل یہ ہے کہ: اے میرے پیارے ابوبکر! مسطح رضی اللہ عنہ نے تمھاری بیٹی پر تہمت لگائی ہے، امت کی ماں پر تہمت لگائی ہے اور اس کا تم کو بہت رنج ہوا ہے اور اس کی وجہ سے تم نے ان کو خرچہ نہ دینے کی قسم کھالی ہے، تم ان کو معاف کردو اور ان کا خرچہ دینا شروع کردو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قسم توڑ دی

دیکھو میری بہنو! اللہ تعالیٰ ہم کو کیسے اخلاق سکھا رہے ہیں؟

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنا تو قسم توڑ دی اور قسم کا کفارہ ادا کر دیا اور حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کا خرچہ دینا شروع کر دیا اور اپنی زبان سے کہنے لگے کہ:

بَلٰی! وَاللّٰهِ إِنِي أُحِبُّ أَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ تَعَالٰی لِي.

ہاں! قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ میں پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے گناہ کو معاف کر دے۔ ساتھ میں قسم کھالی کہ آج کے بعد کبھی خرچہ بند نہیں کروں گا۔

دو بڑی باتیں

ایک تو حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اطاعت کا جذبہ دیکھو! اللہ تعالیٰ کے حکم پر مر مٹنے کا جذبہ دیکھو! اللہ تعالیٰ نے اپنی پیاری چیز آیت کے ذریعہ بتلا دی تو فوراً قسم توڑ دی اور خرچہ جاری کر دیا، ایک مؤمن کے لیے اللہ تعالیٰ کی چاہت اور مرضی سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔

دوسری بات خود باری تعالیٰ کی اپنے بندوں کے ساتھ مہربانی دیکھو کہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ سے بھولے پن میں ایک غلطی ہوگئی تو اس کی سزا بھی آئی اور خود اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے سفارش بھی فرما دی، اور خرچہ جاری کروا دیا۔

میری بہنو! سوچو! جس رشتے دار نے ستایا اللہ تعالیٰ کا حکم آیا کہ ان کو بھی معاف کر دو، اور انھوں نے اس حکم کو پورا کر کے دکھایا اور قسم کا کفارہ بھی ادا کر دیا۔

عورتوں کے نام ایک خاص بات

میری بہنو! بہت دھیان سے اس پوائنٹ کو سمجھو کہ جس رشتے دار نے ہم کو ستایا ہم اس کو پوری زندگی دل میں لیے نہ پھریں؛ بلکہ اس کو معاف کر کے اس کے ساتھ اچھا تعلق شروع کریں، اس کے ساتھ محبت سے پیش آویں، اگر اس دوسرے سے غلطی ہو گئی ہے تو ہم کیوں غلطی کریں؟ ایک ایمان والی عورت کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کو معاف کر دے، یہ تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی چاہت ہے اور یہی اسلامی اخلاق ہیں۔

اللہ تعالیٰ معاف فرماوے! آج ہمارے سماج میں کیسی بُرائی ہے کہ کسی بہن یا رشتے دار کے ساتھ معمولی جھگڑا ہو گیا تو سالہا سال گزر جاتے ہیں ہم اس سے اپنا تعلق قائم نہیں کرتے، اور اس سے بات چیت بند کر دیتے ہیں۔

قطع رحمی کی وعید

میری بہنو! ایسی عادت اللہ تعالیٰ کو بالکل پسند نہیں ہے، میں آپ کو ایک بات بتلا دوں اس کو دل میں اتار لو، اگر آپ قطع رحمی کرو گی؛ یعنی کسی رشتے دار سے بلا وجہ تعلق توڑ دو گی تو یاد رکھو کہ اس طرح تعلق توڑنے والوں کی شبِ قدر میں بھی اللہ تعالیٰ مغفرت نہیں کرتا، ممکن ہے کہ آنے والی رات شبِ قدر ہو، ستائیسویں (۲۷) رات شبِ قدر ہو سکتی ہے۔

ایک درد بھری درخواست

میری بہنو! کیا آپ چاہتی ہو کہ اس رات میں تمھاری مغفرت ہو جائے، یقیناً

ہم سب چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کی مغفرت فرمادے اور ہمارے گناہوں کو معاف کردے، میں آپ سے دردِدل کے ساتھ ایک درخواست کرتا ہوں کہ اگر کسی رشتے دار، یا کسی بہن سے آپ کی بات چیت بند ہو، یا اس سے تعلق توڑ دیا ہے تو آج اسی مجلس سے نکلنے سے پہلے سلام کر کے بات چیت کر کے جاؤ؛ تاکہ آج کی رات اللہ تعالیٰ ہماری مغفرت فرمادے، اللہ کو خوش کرنے کے لیے اپنے آپ کو نیچا کردو۔

تواضع درجات کی بلندی کا ذریعہ ہے

جو بہن سامنے چل کر سلام اور ملاقات میں شروعات کرے گی اس کو ثواب زیادہ ملے گا، حدیث میں آتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے واسطے جُھک جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اونچا کرتا ہے۔ میری یہ چاہت ہے کہ آج آپ یہ کام کر کے جاؤ، جس اخلاص اور محبت سے ملاوی (Malawi) کے مسلمان مجھے بلاتے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی محبت کا بہترین بدلہ دنیا اور آخرت میں عطا کرے، میں چاہتا ہوں کہ یہاں رہنے والے تمام مسلمان بھائی بہن آپس میں خوب محبت سے رہیں، کوئی کسی سے ناراض نہ رہے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا درجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے

ایک بات اور بھی سنو! اِن تین بھولے بھالے مسلمانوں میں ایک حضرت حسان رضی اللہ عنہ بھی تھے، یہ بھی بڑے صحابی تھے اور شاعر تھے، انھوں نے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بہت اچھے اچھے اشعار پڑھے ہیں۔

ایسے زبردست شاعر تھے کہ جب کفار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بُرائی اور بے ادبی میں

اشعار کہتے تھے تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ ان کو زبردست اشعار سے جواب دیتے تھے، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہیتے اور لاڈلے شاعر سمجھے جاتے تھے، ان کی شاعری کتاب کی شکل میں چھپی ہوئی ہے جس کا نام ہے ''دیوانِ حسان بن ثابت'' جو عربی زبان میں ہے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے میں شامل تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جانتی بھی تھیں کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ بھی تہمت لگانے میں شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارا دل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جیسا بنا دے

لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دریا دلی دیکھو، اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ ایسا دل ہماری تمام بہنوں کا بنا دے، حضرت حسان رضی اللہ عنہ ان کے پاس ملاقات کے لیے آتے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہیں بہت عزت سے (پورے شرعی پردے کے ساتھ) گھر میں بٹھاتیں، بخاری شریف کی حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کسی نے کہا بھی کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو کیوں تمھارے پاس آنے کی اجازت دیتی ہو؟ ان کو روک دینا چاہیے۔

کہنے والے کا مقصد یہ تھا کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ تہمت والے واقعہ میں شامل تھے؛ اس لیے ان سے تعلق مت رکھو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جواب دیتی ہیں: کافر لوگ جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرتے، بُری شاعری آپ کے لیے کہتے تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ ان کی بری شاعری کا جواب دیتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دفاع (Difence) کرتے تھے۔

میری بہنو! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ عمل ہم کو دعوت دیتا ہے کہ جس نے غلطی کی ہو اور جس نے ہم کو ستایا ہو اس کو معاف کر دو اور اس کے ساتھ عزت سے پیش آؤ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اخلاقِ عالیہ

روایت میں ہے کہ اگر کوئی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی برائی کرتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس برائی کرنے کو بالکل پسند نہ کرتیں؛ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو معاف کر دیا۔

دیکھو! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا دل کیسا تھا، ان کے خلاف کسی کو بولنے بھی نہیں دیتی تھیں جب کہ حسان رضی اللہ عنہ سے بھی غلطی ہوئی تھی، اب ہم اپنے حالات کے بارے میں سوچیں کہ اگر ہم کوکسی نے ستایا ہوتو ہم اس کی بُرائی کرنے میں پہلے نمبر پر ہو جاتے ہیں، اور جب کوئی اس کی برائی ہمارے سامنے کرے گا تو ہم خوش ہوں گے، جب کہ یہ اسلامی اخلاق نہیں ہے، ہمارا کام ہے کہ ہم اس کو معاف کر دیں۔

رشتے داروں سے صلہ رحمی

ایک حدیث آپ کو بتادوں، اللہ کرے اس حدیث پر میرا اور آپ سب کا عمل ہو جائے، کوئی رشتے دار ہمارے ساتھ صلہ رحمی کرے؛ یعنی رشتے داری کو نبھائے، اس کا حق ادا کرے، وہ آپ کے ساتھ اچھا تعلق رکھے اور اس کے بدلے میں تم بھی اس کے ساتھ اچھا تعلق کرو، تو یہ کوئی اونچے کمال کی بات نہیں ہے، ایسا کرنا تو عام ہے، کمال تو یہ ہے جو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

کوئی رشتے دار ہمارے ساتھ تعلق کو توڑے، تو ہم اس کے ساتھ تعلق جوڑیں اور محبت کا معاملہ کریں، جو رشتے داری کو کاٹے ہم اس کو جوڑیں۔

میری بہنو! اپنے دلوں کو ایسی گندگی سے پاک کردو، کسی کے بارے میں کوئی بُرائی، عداوت اپنے دل میں نہ رکھو، ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑو؛ اس لیے اسی مجلس میں آپسی سلام، مصافحہ کرکے جاؤ۔

قطع رحمی کی وعید

ایک حدیث اور بتادوں، حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: جس کا حاصل یہ ہے کہ: جس قوم میں ایک مرد یا ایک عورت ایسی ہو جو قطع رحمی کرے؛ یعنی جو رشتے داری کے تعلق کو کاٹنے والی ہو تو اللہ تعالیٰ اس قوم کو رحمت کی نظر سے نہیں دیکھتا ہے، پوری قوم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہوجاتی ہے۔

صرف ایک آدمی کی وجہ سے بھی پوری قوم رحمت سے محروم ہوجاتی ہے اور آج تو گھر گھر میں رشتے کٹے ہوئے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہم پر کیسے آئے گی؟ اس لیے ہم اس گناہ کو چھوڑ دیں پھر دیکھو! اللہ تعالیٰ آپس میں کیسی محبت عطا کرتا ہے۔

عورت کیسی ہو؟

ان آیتوں میں سے ایک آیت یہ بھی تھی:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾

ترجمہ: یقیناً جو لوگ پاک دامن، بھولی بھالی، ایمان والی عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان کے لیے دنیا وآخرت میں لعنت کی جاتی ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

اِس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی تین خوبیاں، تین کمال بیان کیے ہیں:

① الْمُحْصَنٰتِ؛ یعنی پاک دامن، جس کی زندگی حرام کام، زنا سے پاک ہو۔

② الْغٰفِلٰتِ؛ یعنی جو گناہ کے ارادے سے بھی پاک ہو اور ایسے گندے کاموں کی اس کو خبر تک نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کو عورتوں کا ایسا بھولا پن پسند ہے؛ اس لیے آیت میں ''غافلات'' کا لفظ ارشاد فرمایا ہے، اس پر تھوڑی بات کر دوں کہ عورت کی یہ خوبی اللہ تعالیٰ نے پسند فرمائی ہے کہ عورت ''محصنات اور غافلات'' ہو۔

عورتوں کو زیادہ تعلیم دینا اچھا نہیں ہے

اسی آیت کے حوالے سے ایک بات اور کہہ دوں کہ: لڑکیوں کو زیادہ تعلیم (Education) دینا یہ بھی اچھی چیز نہیں ہے کہ لڑکیوں کو لوگ کالجوں میں بھیج کر ان کو ڈگریاں حاصل کرائیں؛ کیوں کہ آج کل کالج اور اسکولوں کا جو ماحول ہے اس کو آپ خوب اچھی طرح جانتی ہوں کہ بے حیائی، بے پردگی اور گناہ عام ہے، ایسے ماحول میں ایسی اونچی اونچی ڈگریاں حاصل کرنے کے لیے بھیجنا مناسب نہیں ہے۔

عورتوں کو پردے کے ساتھ تعلیم دینا درست ہے

ہاں! اگر کسی جگہ دین داری کا ماحول ہو اور پردے کا نظم ہو، اسلامی شریعت کے قوانین کا پورا لحاظ ہو تو ہم لڑکیوں کو پردے کے ساتھ 'گائینک' (Gaenik) بنائیں تو اچھی بات ہے؛ اس لیے کہ عورتوں کو عورتوں کے لائن کی بیماریاں، عورتوں کی ولادت کے مسائل وغیرہ میں مدد ہو سکے؛ اس لیے اس طرح اچھے ماحول میں ڈاکٹری کروا دیویں،

اس کے علاوہ دوسری ڈِگریاں دلوانا اور اس کے لیے کالجوں کے بے حیائی والے ماحول میں رکھ کر تعلیم حاصل کروانا، یہ ہرگز مناسب نہیں ہے۔

آگے تیسری صفت بیان فرمائی:

③ اَلْمُؤْمِنٰتِ؛ یعنی جن کے دلوں میں ایمان مضبوط ہو۔

یہ تین صفتیں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی بیان فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ اس واقعے میں جتنی نصیحتیں اور عبرت کی باتیں بیان کی ہیں اس پر ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

شیعہ کا عقیدہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ واقعہ کہ ان پر زنا کی تہمت لگائی گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے پاک ہونے کا اعلان بھی کر دیا؛ لیکن دنیا میں ایک جماعت ہے جو شیعہ کے نام سے مشہور ہے، یہ جماعت آج بھی یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نَعُوْذُ بِاللہ! غلط کام کیا۔ اللہ تعالیٰ ایسے غلط عقیدوں سے ہماری حفاظت فرمائے، وہ انسان کیسا بدبخت ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں زنا کا عقیدہ رکھے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں شیعہ لوگوں کی بدتمیزیاں

بلکہ ہم کو تو اچھی طرح معلوم ہے کہ شیعہ لوگ اپنی مجلسوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نام کے ساتھ ان پر لعنت بھیجتے ہیں، اور ان کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نفرت اتنی زیادہ ہے کہ وہ اپنی لڑکیوں کا نام عائشہ نہیں رکھتے۔

اس لیے جو جماعت ایسے گندے عقیدے والی ہو اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دشمنی رکھتی ہو تو ان کے سامنے صحیح بات رکھو، ان کو سمجھاؤ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں آپ یہ عقیدہ رکھتے ہو'' آپ کا یہ عقیدہ غلط ہے''، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو پاک اور نیک تھیں، اگر ایسا ہی گندہ عقیدہ رکھو گے تو آپ کا ایمان باقی نہیں رہے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو کامل اور مکمل ایمان نصیب فرمائے اور ایسے گندے عقیدے رکھنے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ صحیح سمجھ عطا فرمائے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کامل محبت عطا فرمائے، ان کے پاکیزہ طریقے پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، ہماری دینی بہنوں کو جنت میں ان کی معیت عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

❁❁❁

نعت

(مدینہ طیبہ کی حاضری)

من جانب: مرتب (مفتی) محمود بارڈولی

کہاں یہ شہرِ طیبہ	۱	کہاں یہ امتی عاصی
صلی اللہ علی سیدنا محمد	۲	صلی اللہ علی سیدنا محمد
کہاں یہ گنبدِ خضریٰ	۳	کہاں یہ نگاہِ عاصی
صلی اللہ علی سیدنا محمد	۴	صلی اللہ علی سیدنا محمد
دیدار ہو جو شہرِ طیبہ کا	۵	کرم ہے اس کا، فضل ہے اس کا
جس نے دیکھا شہرِ طیبہ	۶	صلی اللہ علیہ وسلم
کیا دولتِ عظمیٰ ہاتھ لگی	۷	سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات کا پاکیزہ واقعہ

اس واقعے کے وقت نو (۹) موجود ازواجِ مطہرات:

① حضرت عائشہ بنت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا۔

② حضرت حفصہ بنت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہا۔

③ حضرت ام حبیبہ بنت حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہا۔

④ حضرت ام سلمہ بنت امیہ رضی اللہ عنہا۔

⑤ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا۔

⑥ حضرت زینت بنت جحش رضی اللہ عنہا۔

⑦ حضرت میمونہ بنت حارث ہلالی رضی اللہ عنہا۔

⑧ حضرت صفیہ بنت حیی اسرائیلی رضی اللہ عنہا۔

⑨ حضرت جویریہ بنت حارث مصطلقی رضی اللہ عنہا۔

ان کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیویوں میں سے دو کا انتقال ہو چکا تھا:

① حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا۔

② حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ نَحْمَدُہ وَنَسْتَعِیْنُہ وَنَسْتَغْفِرُہ وَنُؤْمِنُ بِہ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ یَّھدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہ وَمَنْ یُّضْلِلْہ فَلَاھَادِیَ لَہ وَنَشْھدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہ لَاشَرِیْکَ لَہ وَنَشْھدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہ وَرَسُوْلُہ،صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہ وَ عَلٰی اٰلِہ وَاَصْحَابِہ وَذُرِّیَّاتِہ وَ اَھلِ بَیْتِہ وَاَھلِ طَاعَتِہ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا﴿۲۸﴾ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا﴿۲۹﴾ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ یُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا﴿۳۰﴾ (احزاب)

ترجمہ: (اے نبی!) تم اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ: اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی رونق چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو کچھ مال سامان (تحفہ میں) دے دوں اور میں تم کو اچھی طرح رخصت کر دوں ﴿۲۸﴾ اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو یقیناً اللہ نے تم میں سے نیک عورتوں کے لیے بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے ﴿۲۹﴾ اے نبی کی عورتو! جو تم میں سے کھلی بے حیائی کا کام کریں تو ایسی عورت کی سزا

بڑھا کر دو گنا عذاب کر دیا جائے گا اور ایسا کرنا تو اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان ہے۔

یہ قرآنِ مجید کی اکیسویں پارے میں سے ''سورۂ احزاب'' کی آیتیں میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہیں، ان آیتوں میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک خاص واقعہ بیان فرمایا ہے، وہ واقعہ آپ کی خدمت میں بیان کرنا ہے اور اس واقعے میں جو نصیحت اور عبرت کی باتیں ہیں اللہ تعالیٰ ان پر آج کے زمانے میں مجھے، آپ کو اور پوری دینا کے مسلمان بھائی، بہنوں کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

آج کے زمانے میں کچھ حالات مسلمانوں میں ایسے ہیں کہ جس کی وجہ سے یہ قصہ سننا اور اس میں آئی ہوئی جو نصیحت ہے اس کو زندگی میں اپنانا ہمارے لیے ضروری ہو گیا ہے، خاص طور پر آج ہمارے مسلمان مردوں میں اور ہماری دینی بہنوں میں بھی، ایک بہت بڑی فکر کی بات ہے کہ گھر کے خرچے بہت زیادہ بڑھ رہے ہیں، گھر میں پہننے اوڑھنے کا سامان، استعمال کے برتن، کپڑے، کھانے پینے کی چیزیں اس سب کے پیچھے ہمارا روپیہ بہت زیادہ خرچ ہو رہا ہے اور مال خرچ ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے پیچھے ہمارا وقت بہت زیادہ برباد اور ضائع ہوتا ہے، ساتھ ہی ساتھ ہماری دماغی صلاحیتیں: ذہن اور سوچ اس کے پیچھے لگے رہتے ہیں، گویا بے ضرورت خرچ اچھی چیز نہیں ہے۔

پانچ طرح کے بڑے نقصانات

اس میں پانچ طرح کے بڑے نقصان ہیں:

① مال و دولت، روپیہ و پیسے کا برباد ہونا۔

② اپنا وقت برباد ہونا۔

③اس کے پیچھے اپنی صلاحیت اور سوچ برباد ہونا۔ یہ تین تو بڑے خطرناک نقصان ہیں۔

④اس کی وجہ سے ہم خود کو بڑا اچھا، اونچا، مال والا سمجھتے ہیں اور دوسروں کو اس کی وجہ سے نیچا، حقیر سمجھتے ہیں۔

⑤ آج ہم نے ان چیزوں کو دکھلاوے کا ذریعہ بنا دیا۔

ان پانچ خطرناک برائی، گناہ، نقصان میں آج تقریباً پوری دنیا کے مسلمان مبتلا ہو رہے ہیں، ایسے حالات میں یہ آیت اور اس آیت میں آیا ہوا قصہ اور اس میں آئی ہوئی نصیحت سننا اور اس پر عمل کرنا ہمارے لیے بہت ضروری ہو جاتا ہے۔

ام المؤمنین؛ یعنی امت کی مائیں

یہ قصہ خود میرے اور آپ کے آقا تاج دارِ مدینہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے مبارک گھرانے کا ہے۔

حضور ﷺ کی پاک بیویوں کو ہم ''ماں'' کہتے ہیں۔ عربی میں ''أم المؤمنین'' کہتے ہیں، أم المؤمنین کا معنی ہوتا ہے: تمام مسلمان کی ماں۔ اور جب ہم جمع کا صیغہ بولتے ہیں تو کہتے ہیں: أمهات المؤمنين؛ یعنی نبئ کریم ﷺ کی عورتیں جو قیامت تک آنے والے تمام ایمان والوں کی مائیں ہیں، اللہ تعالیٰ حضورِ پاک ﷺ کی پاک بیویوں کو، ہماری ماؤں کو امت کی طرف سے بہترین جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

قصے میں بڑی حکمت ہے

یہ بات اچھی طرح ذہن میں رکھ لو کہ ان کے اس قصے ایک بڑی حکمت ہے،

ایسا سمجھو کہ ان سے یہ کروایا گیا؛ تاکہ قیامت تک آنے والے مسلمان مردوں اور عورتوں کو ایک سبق مل جائے؛ ورنہ اس دنیا میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی مبارک بیویوں جیسی کوئی عورت نہیں ہوسکتی، خود اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسۡتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ﴾

ترجمہ: اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

اِس آیت میں اللہ نے یہ بتلایا کہ: پوری دنیا کی عورتوں میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی بیویوں کا ایک خاص درجہ اور ایک خاص فضیلت ہے۔

آپ ﷺ کے گھر میں فقر وفاقہ رہتا تھا

حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے گھر میں ہمیشہ فقر وفاقہ رہتا تھا، جس کی وجہ سے گھر میں لوگوں کو بھوکا رہنا پڑتا تھا، خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے تھے:

اللّٰهم أَحۡيِنِي مِسۡكِينا و أَمِتۡنِي مسكينا وَاحۡشُرۡنِي فِي زُمۡرَةِ المساكين.

(ابن ماجه شريف ص: ۳۰۴، رقم ۴۱۲۶)

ترجمہ: اے اللہ تعالیٰ! آپ مجھے ساری زندگی مسکین بنائے رکھو اور مسکین کی حالت میں موت دینا اور مساکین کے گروہ میں ہی میرا حشر کرنا۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ چاہتے تو اللہ تعالیٰ مکہ، مدینہ کے پہاڑوں کو سونے کا بنا دیتے؛ لیکن حضور ﷺ نے پوری زندگی کبھی مال داری کی دعا نہیں مانگی۔

آپ ﷺ کا فقر اختیاری تھا

حضور ﷺ کی یہ حالت اختیاری تھی، لوگ جو ہدیہ دیتے تھے آپ ﷺ اس کو زیادہ

تر فوراً صدقہ فرما دیتے تھے، اپنے پاس رکھتے نہیں تھے۔

حضور ﷺ نے کبھی دو وقت پیٹ بھر کر نہیں کھایا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: حضور ﷺ کے گھر والوں نے حضور ﷺ کی وفات تک دو دن تک مسلسل جَو کی روٹی سے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔

حالاں کہ اس زمانے میں جَو گیہوں کے مقابلے میں سستا ہوتا تھا اور خود آپ ﷺ کی پاک بیویوں کا یہ حال تھا کہ حضور ﷺ گھر کے خرچ کے لیے جو عنایت فرماتے تو وہ بھی ثواب کے شوق میں صدقہ کر دیتی تھیں اور کچھ اندازہ ایسا بھی ہے کہ حضور ﷺ سال بھر کا جو خرچہ دیتے تھے وہ اتنا زیادہ نہیں ہوتا تھا کہ روزانہ روٹی بنائی جا سکے، ایک روز روٹی تو ایک روز کھجور کھا کر دن گذارنا پڑتا۔

آج کھجور کھا کر دن گزارنے کی بات تو سمجھ میں بھی نہیں آتی، کھجور کو تو ہم کھانے کے بعد یا پہلے لذت اور مزہ کے طور پر یا ناشتے یا تبرک کے طور پر کھاتے ہیں۔

حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ ﷺ کے گھر والے کئی کئی رات لگاتار بھوکے گزار دیتے، رات کو کھانے کے لیے کچھ نہیں ملتا تھا۔

میدے کی روٹی

ایک عجیب بات سنو! حدیث شریف سے پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ کے سامنے پوری زندگی میدہ آیا بھی نہیں ہوگا، آج کل ہمارے یہاں میدہ کی روٹیاں کیسی عام ہو رہی ہیں؛ حالانکہ اس کا ہضم ہونا بھی مشکل ہے؛ اس لیے میں آپ کو بھی مشورہ دیتا ہوں

کہ میدہ استعمال نہ کرو تو اچھا ہے۔

چھلنی میں آٹا

حضور ﷺ کے مبارک زمانے میں عام طور پر گھروں میں چھلنیاں تک نہیں ہوتی تھی، آٹا گھروں میں ہاتھوں سے پیستے تھے، اسے پھونک مار دیتے جس کی وجہ سے تنکے وغیرہ اڑ جاتے، پھر روٹی بنا لیتے۔ اور بغیر چھانے ہوئے آٹے کی روٹی ہضم بھی جلدی ہوتی ہے، مفید بھی ہے، مکہ، مدینہ اور دوسرے بعض ملکوں میں آج بھی ایسی روٹی ملتی ہے، الحمدللہ! میں اس کو بڑے شوق سے کھاتا ہوں۔

اگر چہ چھلنی سے آٹا چھاننا کوئی گناہ نہیں ہے، استعمال کر سکتے ہیں، گھریلو کیچن کے سامان میں سب سے پہلی نئی چیز جو امت میں آئی وہ چھلنی ہے۔

گھریلو حالات پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رونا

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تو انھوں نے میرے لیے کھانا منگوایا اور فرمانے لگیں کہ: میں کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاتی ہوں؛ مگر میرا رونے کو دل چاہتا ہے اور رونے لگتی ہوں؛ یعنی حضرت نبی کریم ﷺ کی زندگی میں گھریلو کھانے، پینے میں جو تکلیف کے دن گزرے ہیں اس کو یاد کر کے رونا آتا ہے۔

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ: تمھارا دل کیوں رونے کو چاہتا ہے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں کہ: حضور ﷺ ہم سے جدا ہو کر دنیا سے تشریف لے گئے؛ لیکن کبھی ایک دن میں دو مرتبہ گوشت اور روٹی سے یا گوشت یا روٹی سے

پیٹ بھرنے کا موقع نہیں آیا۔

آج ہمارے گھروں کے حالات یہ ہیں کہ ناشتہ، دوپہر، شام تینوں اوقات قسم قسم کا کھانا تیار کیا جاتا ہے اور اس کے لیے مال اور وقت کی بڑی قربانیاں دی جاتی ہیں۔

آپ ﷺ کا قرض کی حالت میں دنیا سے تشریف لے جانا

حضورِ اکرم ﷺ نے ایک یہودی کے یہاں اناج، غلہ ادھار خریدا، یہ اناج دینے والا یہودی تھا؛ اس لیے اس نے اس اناج ادھار دینے پر رہن (گروی) میں کوئی چیز مانگی، آپ ﷺ کے پاس ایک زرہ تھی: یعنی لوہے کا لباس تھا جس کو آپ جنگ کے موقع پر استعمال فرماتے، آپ ﷺ نے وہ زرہ اس یہودی کے یہاں گروی رکھ دی، اور حالت یہ ہوئی کہ جب آپ ﷺ کی وفات ہوئی تو وہ آپ کا لوہے کا لباس اسی یہودی کے پاس تھا، اندازہ لگاؤ کہ اناج بھی ادھار لینا پڑا، کیسی فقر والی زندگی ہوگی۔

اب تو قرض کے مقاصد ہی بدل گئے

آج کے زمانے میں حالات ایسے ہیں کہ لوگ مزے کے لیے قرض لیتے ہیں، شاندار مکان، شاندار گاڑیاں، شاندار شادیاں کرنے کے لیے قرض لیے جاتے ہیں، اور بہت سے تو ایسے ہوتے ہیں کہ قرض واپس کرنے کی نیت بھی نہیں ہوتی اور بہت سارے لوگ گنجائش کے باوجود نہیں دیتے، یہ کتنی بری عادت ہے، اس کی اصلاح کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندے فرماتے ہیں کہ کوئی واقعی ضرورت پیش آ گئی اور خود کے پاس انتظام نہیں ہے تو واپس کرنے کی نیت سے قرض لے لو اور دعا اور کوشش میں

لگے رہو ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ ادا کروا دیں گے۔

مکان

حضور ﷺ کا مدینے میں کوئی خاص قسم کا عمدہ مکان نہیں تھا، ازواجِ مطہرات کے لیے مٹی کے بنے ہوئے چھوٹے چھوٹے کمرے ہوا کرتے تھے، اسی میں زندگی گزاری؛ لیکن ان سیدھے سادے حجروں کا حال دینی اعتبار سے نرالا تھا کہ خود اللہ تعالیٰ نے ان حجروں کا قرآن میں ذکر فرمایا:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُنَادُوۡنَکَ مِنۡ وَّرَآءِ الۡحُجُرٰتِ اَکۡثَرُهُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ ﴿۴﴾

ترجمہ: (اے نبی!) جو لوگ آپ کو حجروں کے پیچھے (یا باہر) سے آواز دیتے ہیں ان میں سے اکثر کو عقل نہیں ہے۔ (الحجرات)

غربت کا حال

بخاری شریف کی ایک روایت ہے، ہم سب کو ہلا دینے والی عجیب حدیث ہے، ماں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: اس زمانے میں ہمارے پاس عام طور پر ایک ہی کپڑا پہننے کے لیے ہوا کرتا تھا، جب میلا ہو جاتا تو اسی کپڑے کو گھر میں رہ کر صاف کرتی تھی، پھر اسی کپڑے کو پہن لیتی۔

میری دینی بہنو! ذرا سوچو تو سہی! آج دنیا میں غریب سے غریب کے پاس بھی پندرہ، بیس جوڑی کپڑے ہوتے ہیں اور یہ ماں عائشہ رضی اللہ عنہا جن کے لیے اللہ نے قرآن میں آیات اتاریں وہ بیان فرماتی ہیں کہ: اس زمانے میں عورتوں کے پاس ایک ہی کپڑا ہوتا تھا، ذرا سی دیر کے لیے اللہ کی نعمت کو سوچو! آج اللہ تعالیٰ نے ہم کو کتنے کپڑے

دیے ہیں۔

حضور ﷺ کے زمانے کی عورتیں کمزور تھیں

یہ روایت بھی بخاری شریف میں ہے کہ کھانے پینے کے لیے سامان نہیں ملتا تھا تو جس کی وجہ سے عورتیں اس زمانے میں ایک دم کمزور، دبلی پتلی ہوا کرتی تھیں، پہلے میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عفت کا واقعہ سنایا تھا، اس میں آپ نے سنا تھا کہ جس اونٹ پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بٹھایا جاتا تھا اور بیٹھنے کے لیے جو ہودج باندھا جاتا تھا، وہ ہودج اٹھانے والے صحابہ یہ سمجھے کہ ماں عائشہ اندر ہیں؛ اس لیے اٹھا کر اس کو رکھ دیا، ان کو وزن کا اندازہ ہی نہیں ہوا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اتنی کمزور تھیں، اتنی دبلی پتلی تھیں۔

غربت کی عجیب حالت

ایسے حالات بھی ہوتے کہ حضور ﷺ فجر کی نماز پڑھ کر
گھر آتے تو بالکل بھوکے ہوتے، گھر آکر اپنی بیویوں سے پوچھتے: کسی کے گھر میں کوئی کھانے کی چیز ہے؟

اگر کسی بیوی کے پاس کوئی کھانے کی چیز ہوتی تو حضرت نبیٔ کریم ﷺ کھا لیتے تھے اور بہت سی مرتبہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ تمام بیویوں کے گھر میں سے جواب ملتا کہ آج کسی کے گھر میں کچھ نہیں ہے، تو حضرت نبیٔ کریم ﷺ فرماتے: آج میں روزے کی نیت کر لیتا ہوں۔ اور نفل روزہ رکھ لیتے تھے۔

نو۔نو بیویوں کے مکان ہیں؛ لیکن کسی کے گھر کوئی کھانے کی چیز نہیں جس کی وجہ سے آپ ﷺ روزہ رکھ لیتے تھے، ایسی غریبی میں زندگی گزرا کرتے تھے۔

ہجرت کے چوتھے یا پانچویں سال مدینہ منورہ میں کچھ ایسے حالات آئے کہ پورے عرب کے کافروں نے آپس میں اتحاد کر کے مدینہ منورہ پر حملہ کیا، جس کو ہم غزوۂ احزاب؛ یعنی احزاب کی لڑائی کہتے ہیں، اسی ''احزاب'' کی نسبت سے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے پوری سورت اتاری، جس کو ''سورۃ الاحزاب'' کہتے ہیں۔

امہات المؤمنین کی ایک درخواست: عجیب واقعہ

اس احزاب کی لڑائی کے بعد فوراً مدینہ کے یہودیوں کے ساتھ جنگ ہوئی، مدینہ میں دو بڑے یہودی خاندان رہتے تھے: ایک بنو قریظہ اور ایک بنو نضیر۔

ان دونوں یہودی خاندان کو جب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ہرا دیا تو وہاں سے بہت سارا مال ملا، حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے اس کو صحابہ میں تقسیم کر دیا، اس کی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے گھروں میں خوش حالی آئی، ان کی عورتوں کو کچھ راحت ہوگئی۔

تو حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی پاک بیویوں نے سوچا کہ غنیمت میں اتنا سارا مال آیا اور حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے اتنا سارا صحابہ کو دیا تو خود آپ ﷺ نے بھی اپنا حصہ سنبھال کر رکھا ہوگا؛ لہذا ہمیں آپ ﷺ سے کہنا چاہیے کہ آپ کو جو حصہ ملا ہے اس میں سے ہم کو کچھ دیجیے؛ تاکہ ہمارے گھروں میں جو فقر کی حالت ہے وہ ختم ہو جائے۔

امہات المؤمنین آپ ﷺ کو تکلیف دینا نہیں چاہتی تھیں

تمام ازواجِ مطہرات کے دلوں میں آپ ﷺ کی محبت تھی، اور آپ ﷺ بھی ان سے بڑی محبت فرماتے تھے، آپ ﷺ ان سے بہت خوش تھے اور یہ بھی آپ ﷺ سے بہت خوش تھیں، یہ عورتیں آپ ﷺ کو تکلیف دینا نہیں چاہتی تھیں، بس! وہ یوں چاہتی

تھیں کہ تھوڑی راحت اور سہولت ہو جائے۔

ازواجِ مطہرات کے کمرے

اس وقت سب کے کمرے الگ الگ تھے، آج جہاں مسجدِ نبوی میں ہم صلوۃ وسلام پڑھنے جاتے ہیں اور جتنا جالی مبارک کا احاطہ ہے، اتنے احاطے میں تمام نو کے نو بیویوں کے کمرے بنے ہوئے تھے۔

میری دینی بہنو! اندازہ لگاؤ! کتنی کم جگہ میں یہ تمام عورتیں رہا کرتی تھیں، سب عورتیں اپنے گھر سے نکل کر آپ ﷺ کے پاس آئیں اور آکر آپ ﷺ کے پاس بیٹھ گئیں، اور بات چیت کرنا شروع کی۔

قیصر وکسریٰ کی بیویوں کا حال

اس زمانے میں دنیا میں دو بڑی حکومتیں تھیں؛ ایک عیسائی لوگوں کی جس کا سب سے بڑا بادشاہ ''قیصر'' کہلاتا تھا۔

دوسری آگ کی عبادت کرنے والے مجوسی، پارسی لوگوں کی حکومت، جس کا مرکز فارس تھا، جس کے بادشاہ کو ''کسریٰ'' کہتے تھے۔

ازواج مطہرات نے اللہ کے رسول سے بات چیت کے دوران یہ کہا، اے اللہ کے نبی! یہ قیصر وکسریٰ کی بیویاں کتنے شاندار کپڑے پہنتی ہیں، کتنے اچھے اچھے زیورات وغیرہ پہنتی ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو دونوں جہاں کا بادشاہ بنایا ہے، اور ہم جیسی فقر والی زندگی گزارتی ہیں، وہ آپ کے سامنے ہیں۔

دوسری بات یہ کہی کہ: قیصر وکسریٰ کی بیویوں کے لیے خدمت اور گھر میں کام

کرنے کے لیے باندیاں ہیں، اور ہم کو خود کام کرنا پڑتا ہے، خود آٹا بنانا پڑتا ہے، ہاتھ سے چکی چلانی پڑتی ہے، خود کپڑے دھونے پڑتے ہیں، خود برتن دھونے پڑتے ہیں، خود اپنے گھر میں جھاڑو دینا پڑتی ہے، خود پانی نکالنا پڑتا ہے، خود جانوروں کو دانہ چارہ ڈالنا پڑتا ہے، خود گھر کے سب کام کرنے پڑتے ہیں، اے اللہ کے نبی! بہت زیادہ تکلیف والی زندگی ہم گزارتی ہیں۔

مطالبہ کا خلاصہ

امہات المؤمنین اس درخواست سے کوئی بڑی زیب وزینت والی زندگی نہیں چاہتی تھیں، شاندار عمدہ مکان نہیں چاہتی تھیں، بہت سے قیمتی لباس نہیں چاہتی تھیں، بس! ان کے عرض کرنے کا خلاصہ یہ تھا کہ گھر کا جو ضروری خرچہ ملتا ہے اس میں کچھ زیادتی ہو جائے۔ یہ بات انھوں نے بشری تقاضے سے عرض کی تھی۔

مطالبہ پر آپ ﷺ کو تکلیف

اب یہ بات حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو ناگوار معلوم ہوئی، جس گھرانے میں اللہ تعالیٰ کی وحی اترتی ہو وہاں کی معمولی غلطی بھی بڑی سمجھی جاتی ہے۔

آپ ﷺ کو اس سے بہت غم ہوا، اتنا غم ہوا کہ آپ ﷺ بالکل خاموش ہو گئے۔

حضور ﷺ کی شادیوں کا ایک اہم مقصد

آپ ﷺ کو غم اس لیے ہوا کہ ان عورتوں نے میرے ساتھ جو شادی کی ہے اس کی قیمت انھوں نے نہیں سمجھی کہ: نبی کے ساتھ ہماری شادی یہ کوئی دنیا کی راحت کے

لیے نہیں ہوئی؛ بلکہ ہماری یہ شادی اللہ کو خوش کرنے اور اللہ کے دین کی خاطر ہوئی ہے؛ تاکہ آپ ﷺ کی گھریلو زندگی یہ پاک بیویاں سیکھیں اور سیکھ کر قیامت تک آنے والے مردوں اور عورتوں کو پہنچادیں، اس مبارک مقصد سے اتنی ساری شادیاں ہوئی ہیں۔

آپ ﷺ کا بیویوں سے الگ ہونے کی قسم کھانا

تو آپ ﷺ کو اتنا غم ہوا، اتنے ناراض ہوئے کہ آپ ﷺ نے قسم کھالی کہ: میں ایک مہینے تک تم لوگوں کے پاس نہیں آؤں گا، تم سے دور رہوں گا۔

حضور ﷺ کی قسم کی وجہ

آپ ﷺ ان کی تربیت کرنا چاہتے تھے، ان کو سکھانا چاہتے تھے اور ان کے ذریعہ سے قیامت تک آنے والی امت کی عورتوں کو سکھانا چاہتے تھے کہ اپنے شوہر کی طرف سے جو کچھ ملے اس پر شکر ادا کرو، قناعت کرو، مطالبے کرنا مناسب نہیں ہے۔

اس کی کوشش کہ دنیا میں راحت ملے، دنیا میں مزا ملے، یہ اللہ اور اس کے رسول کو پسند نہیں ہے۔ آپ ﷺ عملی طور پر یہ چیز سکھانا چاہتے تھے؛ اس لیے کہ یہ ازوازِ مطہرات قیامت تک آنے والی امت کے لیے یہ ایک نمونہ ہے؛ اس لیے آپ ﷺ نے ان کی تربیت کے عظیم مقصد سے اس طرح ایک مہینے تک جدا رہنے کی قسم کھائی؛ تاکہ امت کی عورتیں ان کو دیکھ کر سیکھیں۔

تربیت سے چمک

میری بہنو! گلے کے ہار میں جو ہیرا ہوتا ہے اس کو بہت گھسا جاتا ہے، تب وہ

چمک کر آپ کے گلے میں آتا ہے، آپ کو معلوم ہے کہ ہیرے کو جتنا گھستے ہیں اتنا چمکتا ہے، امت کی ان ماؤں کی تربیت کر کے حضرت نبیٔ کریم ﷺ روحانی طور پر ان کو چمکانا چاہتے تھے؛ تاکہ قیامت تک آنے والی امت کو ان کا نور اور ان کی روشنی نصیب ہو۔

قسم کھانے کے بعد آپ ﷺ مسجدِ نبوی کے بالاخانہ (First Floor) پر چلے گئے اور فیصلہ کر لیا کہ میں ایک مہینے تک یہیں رہوں گا، اور وہیں سے حضور ﷺ نماز پڑھانے مسجد میں آتے، کسی کام کے لیے جانا ہوتا تو تشریف لے جاتے۔

طلاق دینے کی غلط افواہ

پورے مدینے میں یہ افواہ پھیل گئی کہ آپ ﷺ نے اپنی عورتوں کو طلاق دے دی اور سب لوگ گھبرانے لگے، ڈرنے لگے کہ: اب کیا ہوگا؟ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو بہت فکر میں آگئے کہ میری بیٹی عائشہ کو طلاق ہوگئی اور اللہ کے نبی ﷺ ناراض ہو گئے تو میری بیٹی کی آخرت خراب ہو جائے گی، اللہ ناراض ہو جائیں گے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی فکر ہوگئی کہ اگر میری بیٹی حفصہ کو طلاق ہوگئی اور حضور ﷺ ان سے ناراض ہو گئے تو میری بیٹی کی آخرت خراب ہو جائے گی، اللہ ناراض ہو جائیں گے۔

لڑکی کے ماں، باپ کو اس سے عبرت لینا چاہیے

اسی فکر میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، اور اپنی بیٹی کو ڈرایا اور سمجھایا۔

میری دینی بہنو! یہ حدیث ہم کو یہ سکھاتی ہے کہ: اگر ہماری بیٹی کے سسرال

میں سے کوئی شکایت آوے تو ہم پہلے اپنی بیٹی کو سمجھاویں، بیٹی کو ڈراویں، یہ نہیں کہ اپنی بیٹی کی غلط طرف داری لے کر اس کے سسرال والوں کے ساتھ جھگڑنے لگ جاویں۔

ضروری دنیوی تقاضے کے وقت دین سیکھنے کا آسان طریقہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ: میں اپنے گھر پر تھا اور مسجدِ نبوی سے مکان دور بھی تھا۔ مدینہ میں جو ''عوالی'' کا حصہ ہے وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مکان تھا۔ میرے ایک انصاری پڑوسی تھے، ہم نے انصاری پڑوسی کے ساتھ باری بنا رکھی تھی کہ ایک دن وہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں جاتے اور حضور ﷺ جو باتیں بیان فرمائیں وہ سن کر وہ مجھے بتلا دیتے تھے، دوسرے دن میں جاتا تھا اور آپ ﷺ کی مبارک باتوں کو سن کر ان کو بتلا دیتا تھا، اسی طرح کوئی خاص واقعہ پیش آیا ہو تو بھی ایک دوسرے کو بتا دیتے تھے، چونکہ ہمیشہ مجلس میں پہنچنا ہمارے لیے مشکل تھا۔

یہ بھی دین سیکھنے کا طریقہ ہے کہ اگر اپنا کوئی اہم اور ضروری کام ہو اور اس ضروری کام کی وجہ سے ہم دین کی مجلس میں نہ جاسکیں تو ہم اپنی دوسری بہن کو، پڑوسی بہن کو، سہیلی کو کہہ دیں کہ: دینی مجلس میں جو باتیں بیان کی جائیں وہ مجھے بعد میں آکر سنا دینا، یہ طریقہ بھی حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔

حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوریؒ کا طرز

اس سلسلے کی ایک بات آنکھ سے دیکھی ہوئی عرض کروں:

ایک مرتبہ ایک تبلیغی اجتماع میں خصوصی بیان چل رہا تھا، پرانے کام کرنے والے ذمہ دار احباب کا مجمع تھا اور حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوریؒ بڑی قیمتی اصولی

باتیں بیان فرمارہے تھے تو مجمع میں اکثر حضرات اس بیان کے اقتباسات اپنے اپنے طور پر لکھ رہے تھے، مرحوم یوسف بھائی ڈرائیور بھی بڑے فکرمند ذمے داروں میں سے تھے، ان کو کوئی اہم شدید تقاضے سے دورانِ مجلس جانا تھا، انھوں نے کرسی سے قریب جاکر حضرت مولانا محمد عمر صاحبؒ سے اجازت طلب کی اور وجہ بتلائی، اس پر مولانا محمد عمر صاحبؒ نے فرمایا: یہاں جو حضرات موجود ہیں ان سے بعد میں بقیہ باتیں سن لینا۔

یہ ترتیب سب کے لیے مفید ہے، کوئی طالب علم، اسٹوڈنٹ مجلس سے کسی عذر سے غیر حاضر رہے تو بعد میں حاضرین سے استفادہ کرلیوے۔

بے فائدہ باتیں نہ کرنا

یہاں یہ اہم بات ذہن میں رہے کہ فضول اور بے فائدہ باتوں میں نہ پڑے، ضروری اور دینی باتوں کا مذاکرہ ہو۔

میاں بیوی میں نفرت کا پیدا ہونا

اسی طرح میاں بیوی کو بھی بہت ہی احتیاط کرنا چاہیے، آپس میں بعض مرتبہ بعض فضول اور لغو باتوں کا مذاکرہ اس طرح ہوجاتا ہے کہ وہ ناراضگی اور نفرت تک پہنچنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

اس لیے دل لگی کی باتوں میں بے جا فضول باتیں جو جھگڑے کا باعث بن سکتی ہیں اس سے خاص طو پر پرہیز کریں، آج کل یہ دیکھ رہے ہیں کہ میاں، بیوی ایک دوسرے کے سامنے اپنے ماضی کے واقعات اور حالات کا مذاکرہ کرتے ہیں، اپنے گزرے ہوئے زمانے میں کیا کیا کارنامے انجام دیے اس کی وجہ سے شادی کے چند

دنوں کے بعد ہی طلاق تک نوبت آجاتی ہے، ہاں! اگر کوئی اپنی فائدہ کی بات ہے تو ٹھیک ہے؛ ورنہ اپنا گزرا ہوا زمانہ، خاص کر اس میں جو گناہ سرزد ہوئے اس کا ہرگز تذکرہ نہ کریں؛ بلکہ توبہ، ندامت، اور اخفا سے کام لیویں، اسی میں خیر ہے۔

کیا غسّانی آگئے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس دن مجلس میں پہنچ نہیں سکے تھے، ان کے پڑوسی ساتھی اس دن مجلس میں حاضر ہوئے تھے، عشا کے وقت وہ گھر پر واپس آئے اور آکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دروازہ انھوں نے کھٹکھٹایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بڑا تعجب ہوا کہ اتنی دیر رات سے ہمارے پڑوسی نے کیوں دروازہ کھٹکھٹایا؟ دروازہ کھولنے میں تھوڑی سی تاخیر ہوئی تو وہ پڑوسی صحابی باربار دروازہ کھٹکھٹاتے رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں گھبرا گیا کہ کوئی بڑی بات ہے جس کی وجہ سے میرے پڑوسی نے باربار دروازہ کھٹکھٹایا ہے، میں نے گھبرا کر دروازہ کھولا اور اپنے پڑوسی کو پوچھا: بھائی! کیا بات ہے؟

انھوں نے کہا کہ: ایک بڑا زبردست قصہ ہوگیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پوچھا کہ: کیا غسان کے بادشاہ نے حملہ کردیا ہے؟

غسان کا بادشاہ عیسائی تھا، اور یہ بات چلتی رہتی تھی کہ وہ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے والا ہے۔

اس انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں! اس سے بھی بڑی بات ہوئی ہے۔

حدیث شریف میں لفظ ہے ”بل اعظم منہ و اطول“ یعنی حملے سے زیادہ لمبا

چوڑا واقعہ پیش آ گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ: حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی، ایسی خبر مجھے پہنچی ہیں۔

جنگ اور حملے سے بھی بڑی بھاری چیز طلاق ہے

دیکھو! اس روایت کے الفاظ وہ انصاری صحابی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہہ رہے ہیں کہ: دشمن کے حملے سے بھی بڑا خطرناک واقعہ پیش آیا؛ یعنی طلاق کا۔

ان حضرات کی نظر میں طلاق دشمن کے حملے سے بھی خطرناک بات تھی۔

اس لیے دینی بہنو! طلاق مانگنے سے بچو، اور جن اسباب سے طلاق ہو سکتی ہے اس سے بچو اور مردوں کو بھی سخت احتیاط کرنا چاہیے، طلاق اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت ہی ناراضگی کی چیز ہے، ان شاء اللہ! اس پر تفصیلی بیان کسی دوسرے موقع پر کروں گا۔

رات کے وقت شدید ضرورت کے بغیر کسی کے گھر نہیں جانا چاہیے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتیں ہیں کہ: میں نے فوراً کپڑے بدلے؛ چونکہ آدمی گھروں میں معمولی کپڑے کے ساتھ ہوتا ہے؛ اس لیے کپڑے پہنے اور میں گھر سے نکلا اور فجر کی نماز حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے ساتھ پڑھی۔

یہ ادب بھی سیکھنے کا ہے کہ رات کو دیر سے کسی کے گھر جا کر پریشان نہ کریں، کوئی نہایت اہم اور Emergency معاملہ ہو تو ٹھیک ہے، رات میں اطلاع دے دی جاوے؛ البتہ کوئی اہم بات نہیں ہے، فوری بتلانا ضروری نہیں ہے تو خواہ مخواہ کسی کے آرام میں خلل نہ کریں، صبح بتلا دیویں۔

بعض لوگوں کا مزاج ہوتا ہے کہ: معمولی معمولی باتوں میں بھی لوگوں کو رات،

آدھی رات پریشان کرتے ہیں، صبح ہونے تک کا بھی انتظار نہیں کرتے؛ حالاں کہ بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ: اگر صبح بتائیں گے تو بھی کوئی تکلیف نہیں ہوگی، کوئی کام رُکا ہوا نہیں ہے؛ لہٰذا ان باتوں کا لحاظ کرنا چاہیے۔

حضور ﷺ کا طرزِ عمل

غزوۂ تبوک کے وقت حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور ان کے جو ساتھی شریک نہ ہو سکے ان حضرات کی توبہ پچاس (۵۰) روز بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی، رات کا ایک تہائی حصہ گذر چکا تھا، حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے پاس حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا موجود تھیں، انھوں نے عرض کیا کہ: حضور! اجازت ہو تو حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو اسی وقت توبہ کے قبول ہونے کی خبر دی جائے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا ہوا تو ابھی لوگوں کی بھیڑ ہو جائے گی اور رات کی نیند مشکل ہو جائے گی۔ اس لیے رات کے وقت خبر نہ دی گئی، ہاں! جب فجر کی نماز ہوئی تب اس توبہ کے قبول ہونے کی خبر دی گئی۔

اس مبارک عمل سے ہم کو یہ نصیحت ملی کہ اس طرح رات میں لوگوں کی نیند خراب نہ کریں، مناسب وقت پر خبر دی جائے۔

بے وقت فتویٰ پوچھنے کے متعلق ایک عجیب واقعہ

میرے استاذ حضرت مولانا قاری رشید احمد بزرگ سملکی رحمۃ اللہ علیہ ایک واقعہ سنایا کرتے تھے، مولانا مرحوم پہلے کوساڑی میں دینی خدمات کی نسبت سے مقیم تھے، ذی الحجہ کی دوسری رات تھی، مولانا عشا کے بعد آرام فرما رہے تھے، رات میں تقریباً گیارہ

بجے کے بعد ایک صاحب مولانا کی قیام گاہ پر آئے اور آواز دے کر مولانا مرحوم کو نیند سے بیدار کیا کہ: حضرت! ایک بہت ہی اہم مسئلہ ہے، میں بہت پریشانی میں ہوں، ذرا تشریف لائیے۔

مولانا تیار ہو کر مکان سے باہر آئے اور وہ آنے والا آدمی ہاتھ میں ٹارچ لے کر آیا تھا، وہ مولانا کو لے کر روانہ ہوا، کچے پرانے راستے، اندھیری رات، بارش کا موسم، راستے پر کیچڑ، کافی دور بستی سے باہر کھیت میں مولانا کو لے کر گیا اور کھیت میں اس نے ایک بھینسا (پاڑا) باندھا ہوا تھا، اس کے کان پر ٹارچ کے ذریعہ روشنی ڈال کر کہنے لگا: مولانا! اس کے کان پک گئے ہیں اور کچھ پیپ اور خون بھی نکل رہا ہے، ذرا بتائیے کہ یہ جانور قربانی کے لیے چل جاوے گا یا نیا خریدنا ہوگا؟

حضرت مولانا مرحوم نے فرمایا: بھائی! کیا صبح ہونے والی نہیں تھی؟ ابھی تو عید میں پورے آٹھ دن باقی ہیں، ابھی اس وقت فوری اس مسئلہ کی کیا ضرورت تھی؟

تو دیکھیے! جو کام صبح بھی ہو سکتا تھا، اس کے لیے رات میں اس طرح پریشان کرنا مناسب نہیں ہے۔

پیرس میں بندے کا ایک ذاتی واقعہ

جب حضرت شیخ الحدیث مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم کے ساتھ فرانس جانا ہوا تو ایک صاحب پیرس میں مجھے ملے، جب بیان ختم ہوا تب وہ ملاقات کے لیے آئے اور ہمارا بیان اور مصافحوں کے بعد آگے کا دوسرا نظام بھی بنا ہوا تھا، مجھ سے فرمانے لگے کہ: بیٹھو! بات کرنی ہے۔

میں نے ان سے عرض کیا کہ: کوئی ضروری بات ہو تو فرماؤ، آگے جانا ہے۔

کہنے لگے: نہیں! ذرا تفصیل سے بات کرنی ہے۔

میں نے ان سے کسی دوسرے وقت قیام گاہ پر آنے کے لیے بتایا تو اس پر وہ ناراض ہو گئے اور ایک جگہ کا نام لے کر کہنے لگے کہ: تم گجرات کے مفتی لوگ بھی فلاں جگہ کے مفتیوں کی طرح ہو گئے کہ یوں کہتے ہو کہ: ابھی وقت نہیں ہے، دوسرے وقت آنا۔ میں نے ان کو آگے کے پہلے سے طے شدہ پروگرام کے متعلق بتایا پھر بھی ناراضگی بھرے ملفوظات کا سلسلہ جاری رہا۔

ملاقات کے لیے اوقات کی رعایت

اسی لیے کسی بزرگ، عالمِ دین کی ملاقات کرنے کے لیے پہلے ان کے متعینہ اوقات اور نظام کو جان لینا چاہیے، پھر اس کے مطابق ان کی خدمت میں حاضری دینی چاہیے، ہر آدمی اپنی فرصت اور سہولت سے جاوے گا تو ان علما کا کیا ہوگا؟ ان کے ذمے بہت سارے کام ہوتے ہیں، سبق پڑھانا ہے، اس کے لیے مطالعہ کرنا ہے، فتاویٰ یا دینی کتاب لکھنی ہے، ذاتی ضروریات ہیں، دوسری ذمے داریاں ہوتی ہیں، اور عام طور پر علما صبح جلدی اٹھ جاتے ہیں، دوپہر میں تھوڑا سا مسنون قیلولہ کا تقاضا ہوتا ہے، ان سب باتوں کو سامنے رکھنا بہت ضروری ہے۔

متعلقین اور احباب مختلف مزاج اور طبیعت کے ہوتے ہیں، بعض لوگ صبح سویرے اٹھنے والے اور صبح جلدی فجر کے وقت حاضری چاہتے ہیں؛ حالاں کہ اس وقت معمولات اور ضروریات دونوں سلسلے ہوتے ہیں، پھر مدرسہ کے تدریسی اوقات

ہوتے ہیں۔

خاص کر اتوار اور چھٹی کے دن خود تو دیر سے آرام فرما کر اٹھیں گے، ناشتے سے شکم سیر ہوں گے اور پورے نشاط کے ساتھ مدرسہ کی چھٹی ہوئی کہ حاضرِ خدمت ہو جاتے ہیں کہ: چلو! آج چھٹی ہے تو حضرت سے مل کر آویں، ذرا دعا کی درخواست کر کے آویں اور خود چونکہ ہر طرح فارغ ہوتے ہیں؛ اس لیے بلا وجہ ادھر اُدھر غیر ضروری سوالات میں وقت گذارتے ہیں، یہ نہیں سوچتے کہ حضرت درس سے ابھی فارغ ہوئے، دوپہر کا کھانا کھانا ہے، آرام کرنا ہے، پھر ظہر کے بعد دوسری ذمے داری ہے۔

بہت سے حضرات کو رات دیر تک نیند نہیں آتی تو وہ عشا کے بعد تشریف لا کر عالموں کی صحبت میں سکون حاصل کر کے نیند آوے وہاں تک ٹلنے کا نام نہیں لیتے؛ اس لیے ملاقات اور مسائل پوچھنے کے اوقات کی خاص رعایت کرنی چاہیے، اہم، فوری، ضروری مسئلے کے لیے آنے میں حرج نہیں؛ لیکن اس وقت میں بھی ''بس کام سے کام''، سلام، ضروری بات پوچھیں، فوراً واپس ہو جائیں، یا فون سے یا ٹیکس میسیج لکھ کر بھی مسئلہ پوچھ سکتے ہیں، یہ سب صورتیں ہیں، ان کا لحاظ کیا جائے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا رونا

بہر حال! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز مسجدِ نبوی میں پڑھی، آپ ﷺ فجر کی نماز پڑھا کر فوراً مسجد کے بازو والے کمرے کی پہلی منزل پر تشریف لے گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی نماز پڑھنے کے بعد اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ: کیا حضرت نبیٔ کریم ﷺ

نے تم کو طلاق دے دی ہے؟

اس وقت حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا رو رہی تھیں۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں کہ: ہم کو معلوم نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے ہم کو طلاق دی کہ نہیں دی؛ لیکن بات اتنی ہے کہ حضور ﷺ ہمارے پاس نہیں آتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میری بیٹی رو رہی تھیں اور رونا آنا بھی ضروری بات تھی کہ اپنے شوہر اللہ کے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ناراض ہیں اور ناراض ہو کر گھر میں آتے نہیں، اس بات پر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا رو رہی تھیں۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا رونا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں اپنی بیٹی کے گھر سے باہر نکلا اور نکل کر مسجدِ نبوی میں گیا، مسجد میں ممبر کے پاس گیا تو دیکھا کہ بہت سارے صحابہ وہاں بیٹھے ہیں اور وہ سب رو رہے ہیں، میں تھوڑی دیر ان رونے والوں کے پاس بیٹھا رہا۔

کوئی خبر ملے تو پہلے اس کی تحقیق کرنی چاہیے

لیکن تھوڑی دیر کے بعد میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میں سیدھا آپ ﷺ کے پاس جاؤں، اور خود آپ ﷺ سے پوچھوں کہ: بات کیا ہے؟

میری دینی بہنو! یہی اصل طریقہ ہے، کوئی بھی خبر ہم سنیں تو اس کو دوسروں کو کہنا شروع نہ کر دیں؛ بلکہ جن کے بارے میں وہ خبر ہے، پہلے جا کر ان کو پوچھنا چاہیے کہ ہم نے ایسا سنا ہے، پتہ نہیں یہ بات صحیح ہے کہ غلط ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد سے باہر نکلے اور حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی ملاقات کے لیے

پہنچے، آپ ﷺ کے کمرے کے دروازے پر ایک حبشی غلام چوکی کر رہے تھے، ان کا نام حضرت رافع رضی اللہ عنہ تھا، حضرت عمر نے ان سے کہا کہ: میں آپ ﷺ سے ملنا چاہتا ہوں، تم جا کر میرے لیے اجازت لے کر آؤ۔ وہ اندر گئے، حضور ﷺ کو کہا کہ: عمر آپ سے ملنا چاہتے ہیں، آپ ﷺ خاموش رہے، کوئی جواب نہیں دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں واپس چلا گیا، اور مسجد میں ممبر کے پاس جو صحابہ تھے وہاں بیٹھ گیا، تھوڑی دیر بعد پھر میرے دل میں آیا کہ: میں آپ ﷺ کے پاس جاؤں، میں دوسری مرتبہ حضور ﷺ کے دروازے پر گیا اور جا کر میں نے رافع رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: حضور سے اجازت لے لو، مجھے ملنا ہے۔

میری دینی بہنو! حدیث میں آتا ہے کہ اس طرح تین مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گئے، حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو پوچھا، حضور ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا، خاموش رہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ واپس چلے گئے، اس طرح تین مرتبہ ہوا۔

کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لینا چاہیے

اس سے ایک بات یہ سیکھنے کو ملی کہ کسی کے گھر میں ایسے نہیں چلے جاتے، پہلے اجازت لی جائے، جب اجازت ملے تو اندر جاویں۔

اجازت نہ ملے تو واپس ہو جانا چاہیے

دوسری بات یہ سیکھنے کو ملی کہ جب کسی گھر میں جانے کی اجازت نہ ملے تو گھر میں گھس نہیں جانا چاہیے؛ بلکہ واپس چلے جانا چاہیے۔

جب تیسری مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ واپس جا رہے تھے تو حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے

آواز دے کر بلایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: اب مجھے اجازت مل گئی، آپ ﷺ نے مجھے بلایا اور میں آپ ﷺ کے پاس مکان میں داخل ہوا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اجازت لے کر پہلے پہنچ چکے تھے، دیکھا کہ حضور ﷺ بہت غمگین اور خاموش ہیں، اس وقت تک حضور ﷺ کی بیویاں وہاں جمع ہو گئیں تھیں، شاید یہ منظر دیکھنے کے لیے کہ کیا بات ہوگی، کیا مشورہ ہوگا؛ چونکہ یہ دونوں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے بہت ہی پیارے اور چہیتے تھے، جب بھی کوئی مسئلہ آتا تو نبیٔ کریم ﷺ ان دونوں سے مشورہ کرتے، تمام بیویاں حضور ﷺ کے اردگرد بیٹھی ہوئیں ہیں اور آپ ﷺ چپ چاپ بیٹھے ہوئے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات سے آپ ﷺ کا ہنسنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دل دل میں سوچنے لگے کہ: مجھے کچھ بات کرنی چاہیے جس سے حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو ہنسی آجائے، آپ ﷺ خوش ہو جائیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمت کر کے بولنا شروع کیا اور سب سے پہلے اپنی بیوی کے بارے میں بولے کہ: اے اللہ کے نبی! اگر خارجہ کی بیٹی میری بیوی میرے پاس زیادہ خرچہ مانگے تو میں تو اس کی گردن توڑ دیتا۔

جب آپ ﷺ یہ بات سنی تو آپ ﷺ کو ہنسی آگئی، اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ: تم دیکھ رہے ہو یہ میری بیویاں میرے پاس خرچہ زیادہ مانگ رہی ہیں۔

حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا اپنی بیٹی کو مارنے کے لیے کھڑا ہونا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس وقت کھڑے ہوئے اور کھڑے ہو کر ارادہ کیا

کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گردن پر مارے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ارادہ کیا کہ کھڑے ہو کر اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی گردن پر ماریں؛ لیکن حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی حاضری میں یہ حضرات ایسا کر نہیں سکتے تھے، بس! زبان سے اپنی بیٹی کو سمجھا دیا، بیٹی! جو غلطی ہوگئی سو ہوگئی؛ لیکن آج سے نیت کرلو کہ آئندہ کبھی بھی آپ ﷺ کے پاس تم زیادہ خرچہ کا مطالبہ نہیں کروگی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کو عجیب بات کہی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے یہاں تک فرمایا: بیٹی! اگر کوئی مجبوری آجائے تو میرے پاس سے لے لینا؛ لیکن کبھی بھی آپ ﷺ سے مطالبہ مت کرنا؛ اس لیے کہ تمھارے مانگنے سے آپ ﷺ کے دل مبارک کو تکلیف ہوگی، اور حضور ﷺ کے دل کو جو رنج اور غم ہوا تو تمھاری آخرت خراب ہوجائے گی۔

مدینہ کا عجیب ماحول

دوسری طرف پورے مدینہ میں ایک عجیب ماحول ہے، ہر جگہ یہ بات چل رہی ہے کہ حضرت نبیٔ کریم نے ﷺ اپنی بیویوں کو طلاق دے دی؛ حالاں کہ حقیقی بات یہ ہے کہ طلاق نہیں دی تھی، ناراض ہوگئے تھے اور اوپر کے کمرہ میں چلے گئے تھے اور کوئی بھی آپ ﷺ کو پوچھنے کی ہمت نہیں کرتا تھا۔

آپ ﷺ کی کمر پر چٹائی کے نشان

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جب میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے پاس پہنچا تو

دیکھا کہ آپ ﷺ ایک چٹائی پر آرام فرمارہے ہیں، وہاں پر ایک پلنگ تھا، جس پر رسی بندھی ہوئی تھی اور اس کے اوپر کوئی بستر نہیں تھا۔ اندازہ یہ ہے کہ چٹائی اس پلنگ پر بچھی ہوئی تھی اور بستر نہ ہونے کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: اس رسی کے نشان آپ ﷺ کے بدن مبارک پر پڑے ہوئے تھے، اس وقت حضور ﷺ کے بدن پر صرف نیچے لنگی تھی، اوپر کپڑا نہیں تھا اور حضور ﷺ اس پلنگ پر آرام فرمارہے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں کھڑا رہا اور کھڑے کھڑے آپ ﷺ کو پوچھا: حضور! کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟

آپ ﷺ نے میری طرف نظر اٹھائی اور ارشاد فرمایا: نہیں! میں نے اپنی بیویوں کو طلاق نہیں دی ہے۔

پھر میں نے آپ ﷺ کو پوچھا: حضور! مدینہ میں تو سب یہ سمجھتے ہیں کہ آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی، آپ مجھے اجازت دیجیے، میں جا کر اعلان کروں کہ آپ نے اپنی بیویوں طلاق نہیں دی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔

اچھی اور سچی بات لوگوں کو بتانا چاہیے

اِس سے ہم کو ایک سبق سیکھنے کو ملا کہ کوئی سچی، اچھی بات ہم کو معلوم ہو تو وہ سچی اور اچھی بات دوسروں کو بتلانی چاہیے، کوئی غلط بات، غلط افواہ، جھوٹی بات چل رہی ہو اور ہم کو سچی بات معلوم ہو تو ہمیں بتلا دینا چاہیئے کہ ایسا نہیں ہے، سچائی ایسی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس سے نکلے اور مسجد کے دروازے پر پہنچے

اور بہت اونچی آواز سے اعلان فرمایا: اے مسلمانو! آپ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق نہیں دی ہے، صرف ایک مہینے تک اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھائی ہے۔

کوئی بھی بات ہو پہلے اپنے بڑوں کے سامنے رکھنی چاہیے

ایسے موقع کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں آیت اتاری ہے:

وَإِذَا جَآءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِۦ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰٓ أُولِى الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنۢبِطُونَهُۥ مِنْهُمْ. (نساء:۸۳)

ترجمہ: اور جب ان کو کوئی بھی خبر پہنچتی ہے، چاہے وہ امن کی ہو یا خوف پیدا کرنے والی، تو یہ لوگ اسے (تحقیق کے بغیر) پھیلانا شروع کر دیتے ہیں۔ اور اگر یہ اس (خبر) کو رسول کے پاس یا اصحابِ اختیار کے پاس لے جاتے تو ان میں سے جو لوگ اس کی کھوج نکالنے والے ہیں، وہ اس کی حقیقت معلوم کر لیتے۔

یعنی منافقین کے پاس کوئی بات پہنچتی ہے، گھبرانے کی، ڈر کی، خوف کی، یا کوئی امن، سکون کی؛ یعنی کوئی اچھی بات آوے یا کوئی فکر والی کی بات آوے، تو وہ منافق لوگ اس کو پھیلا دیتے ہیں؛ حالاں کہ اس خبر کو پہلے نبیٔ کریم ﷺ کے پاس لے جانا چاہیے، اور سمجھ دار لوگوں کے پاس لے جانا چاہیے؛ تاکہ صحیح واقعہ کیا ہے، صحیح بات کیا ہے وہ سامنے آ جاوے۔

میری دینی بہنو! اس آیت نے ہم کو بہت بڑا سبق دیا کہ کوئی بھی بات سنو تو فوراً اس کو دوسروں کے سامنے مت پھیلاؤ، پہلے بڑے لوگوں کے پاس، ذمہ دار لوگوں کے پاس جا کر اس کی تحقیق کر لو، اس سے بہت سارے فتنوں سے حفاظت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔

کسی کی بات معلوم ہو تو کیا کریں؟

اگر کسی انسان کی کوئی خاص بات ہے، اور ایسی بات کے بارے میں اگر تم کو تحقیق کرنا کسی وجہ سے ضروری ہے تو خود ان سے ملاقات کر کے ادب، محبت اور نرمی کے ساتھ پوچھ لو کہ: میں نے تمھارے بارے میں ایسی بات سنی ہے، کیا صحیح ہے؟۔

سب کے سامنے زور زور سے نہیں پوچھنا چاہیے، غصے کے ساتھ اور طنز کرتے ہوئے نہیں پوچھنا چاہیے۔

تو بات چل رہی تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد کے دروازے پر اعلان کیا، تمام صحابہ کو اطمینان ہو گیا، صحابہ کا غم دور ہو گیا، رونا بند ہو گیا اور سب صحابہ اپنے اپنے کام میں لگ گئے۔

حضور ﷺ کے کمرے کا آنکھوں دیکھا منظر

اب جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات ہے میری بہنو! دھیان سے سننے کے لائق ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کے پورے کمرے کو دیکھا، اس کمرے میں ایک چیز بھی ایسی نہیں تھی جس پر نظر جم سکے؛ یعنی دیکھنے کے لائق چیز ہو، بس! صرف جانور کے تین چمڑے وہاں رکھے ہوئے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے دل میں خیال آیا کہ یہ قیصر اور کسریٰ دنیا کے بڑے بڑے بادشاہ کتنے آرام میں زندگی گزارتے ہیں؟ اور آپ ﷺ کو تو اللہ نے دنیا اور آخرت دونوں کا سردار بنایا ہے، اور آپ ﷺ کے بدن مبارک پر رسی والی چٹائی

پر سونے کی وجہ سے نشان پڑے ہوئے ہیں!!!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دنیا کے لیے عجیب سوال

میں نے ہمت کی اور حضرت نبیٔ کریم ﷺ سے عرض کیا کہ: حضور! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کر دیجیے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت پر روزی کو کھول دیوے، اللہ آپ کی امت کو مال و دولت سے نواز دیوے اور فقیری وغریبی دور ہو جاوے، یہ فارس کے لوگ بڑے مال دار ہیں؛ حالاں کہ وہ اللہ کی عبادت بھی نہیں کرتے۔

عرض کرنے کا حاصل یہ ہے کہ وہ رومی عیسائی اور فارسی لوگوں کے پاس اتنا سارا مال ہے، اتنی ساری دولت ہے، عالی شان بنگلوں میں رہتے ہیں، نرم نرم بستر پر سوتے ہیں، اور آپ تو دونوں جہاں کے سردار ہیں، پھر بھی آپ ایسی غریبی میں زندگی گزار رہے ہیں، آپ اللہ سے دعا کر دو، اللہ آپ کی دعا قبول کر لیں گے۔

دنیا کے متعلق حضور ﷺ کا جواب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: اس وقت آپ ﷺ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے، جیسے ہی میں نے یہ درخواست کی تو آپ ﷺ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا:

اے خطاب کے بیٹے! کیا تجھ کو ابھی شک ہے کہ ان کافروں کو جو نعمت ملی ہے وہ نعمت ہم کو نہیں ملی؟ یاد رکھو! ان کافر، یہود و نصاریٰ کو جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں دی ہیں تو ان کو دنیا میں اچھی چیزیں اللہ تعالیٰ نے دے دیں اور آخرت میں ان کے لیے کوئی نعمت نہیں ہے۔

میری دینی بہنو! حدیث میں یہ جو جملہ آیا ہے وہ دھیان دینے کے قابل ہے،

کتنی زبردست بات فرمائی کہ ان کافروں کو اللہ نے دنیا میں جو راحت و آرام دیا، جو مال و دولت دیا یہ اس لیے کہ سب کچھ ان کو دنیا میں مل جاوے اور وہ آخرت کی نعمتوں سے محروم کر دیے جاویں۔ حدیث میں یہ بھی آیا ہے:

الدنیا سجن المؤمن و جنت الکافر.

ترجمہ: دنیا مؤمن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت ہے۔

آج ہمارے گھر میں کام کرنے والوں کے گھروں میں جیسا پلنگ ہوتا ہے، ایسا پلنگ بھی ہمارے حضور ﷺ کے گھر میں نہیں تھا، ہمارے گھر کے کام والوں کے پاس جیسے گدے، تکیے ہوتے ہیں، اللہ پاک کی قسم! آپ ﷺ کے پاس ایسا نہیں تھا۔

میری دینی بہنو! گھر میں خوب صورت قالین اور غالیچے اور کارپیٹ نہیں تھی، گھر میں چمڑے ہوتے تھے، اس پر اللہ کے نبی ﷺ بیٹھتے تھے اور لکڑی کا پلنگ اور پلنگ بھی رسی والا اور اس رسی کے اوپر بچھانے کے لیے چادر بھی نہیں ہوتی تھی، اس پر آرام کرنے کی وجہ سے میرے حضور ﷺ کے بدنِ مبارک پر نشان پڑ جاتے تھے، کیسی غریبی میں زندگی گزاری؟

کیسی فقیری میں زندگی گزار دی؟

حضور ﷺ نے کبھی دنیا کی فراوانی کی دعا نہیں مانگی

میری دینی بہنو! اگر حضور ﷺ چاہتے تو دعا کر دیتے اور اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کے لیے صفا پہاڑ کو سونے کا بنا دیتے، مروہ پہاڑ کو سونے کا بنا دیتے، اللہ چاہتے تو مدینہ پاک میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے لیے سونے کا محل بنا دیتے، چاندی کا محل بنا دیتے؛ لیکن

حضور ﷺ نے پوری زندگی کبھی اللہ تعالیٰ سے دنیا کی دعا نہیں مانگی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا اور جنتی دستر خوان

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے دعا مانگی تھی، قرآن میں وہ دعا موجود ہے:

رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآىِٕدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴿۱۱۴﴾ (مائدہ)

ترجمہ: مریم کے بیٹے عیسیٰ نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے رب! آپ ہم پر آسمان سے (کھانے کا بھرا ہوا) خوان اتار دیجیے جو ہمارے لیے یعنی ہمارے پہلے اور بعد (کے زمانے میں آنے) والے سب لوگوں کے لیے عید کا دن رہے اور وہ (خوان) آپ کی (قدرت کی) نشانی ہو جاوے اور آپ ہم کو روزی دیجیے اور آپ تو روزی دینے والوں میں سب سے اچھے ہیں۔

میری دینی بہنو! آپ ﷺ تمام نبیوں میں افضل، تمام نبیوں کے سردار ہیں، اگر آپ ﷺ دعا مانگتے تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو دنیا میں جنت کا محل عطا فرما دیتے؛ لیکن آپ ﷺ نے اللہ سے دعا نہیں مانگی۔

فضول دنیا کا خیال آنا بھی بُری بات ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میرے دل میں خیال آیا کہ مجھ سے غلطی ہو گئی، مجھ سے بھول ہو گئی کہ میں نے حضور ﷺ کو جو درخواست کی، میں نے فوراً عرض کیا: حضور! آپ میرے لیے استغفار کیجیے۔

میری دینی بہنو! سوچنے کی چیز ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میرے

دل میں جو یہ خیال آیا کہ: ہمارے پاس ان کے جیسی دنیا نہیں ہے ایسا خیال آنا یہ بھی بہت بڑی غلطی تھی؛ اس لیے کبھی اپنے دل میں یہ خیال بھی مت لانا کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں کو بنگلہ دیا، مجھے جھونپڑا دیا، جس مکان میں میرے اللہ نے مجھے رکھا، میں میرے اللہ سے خوش ہوں، کبھی دل میں بھی فریاد بھی مت کرنا۔

اس لیے کہ اس طرح کا خیال لانا اللہ کے سامنے فریاد ہے، اور اللہ تعالیٰ کو ایسی چیز سے ناراضگی ہوتی ہے، جس میں اللہ کی خوشی اس میں ہماری خوشی، ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ جنت میں عالی شان نعمتوں سے نوازیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہماری سوچ کو حضور ﷺ جیسی بنادے

میری دینی بہنو! جو آپ ﷺ کی سوچ اور چاہت مبارک تھی اللہ تعالیٰ میری اور آپ کی چاہت کو ایسا بنادے، آج جو ہماری سوچ ہے کہ: ہمارا گھر اچھا ہوجائے، ہمارا سامان اچھا ہوجائے، ہمارے برتن اچھے ہوجائیں، پس! ہماری تمام سوچ دنیوی ترقی میں لگی رہتی ہے، اور آخرت اور دینی کاموں کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں ہے۔

دنیا سے زیادہ اس کی فکر کرو کہ ہماری قبر اچھی ہوجائے، ہماری جنت اچھی ہو جائے اور جنت میں ہمارا محل اچھا ہوجائے؛ اس لیے اپنی سوچ، فکر، محنت، اور اپنی کوشش جنت کمانے کے پیچھے لگاؤ، عبادت میں لگاؤ، نیکی میں لگاؤ، اچھے کاموں میں لگاؤ، ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ ہم سے راضی اور خوش ہوجائیں گے۔

ایک بزرگ کی عجیب بات

ایک بزرگ کی بات سنا کر آج کی مجلس کی دعا کر لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے

خوش ہیں یہ کیسے پتہ چلتا ہے؟

ایک اللہ کے ولی نے فرمایا کہ: تم اپنے دل میں سوچو کہ دل کے اندر تم اللہ سے راضی ہو کہ نہیں؟ اگر تم دل میں اللہ سے راضی ہو تو سمجھ لو کہ اللہ بھی تم سے راضی ہیں، اور اگر تمھارے دل میں اللہ کے لیے فریاد ہے تو سمجھو کہ اللہ کو بھی تم سے فریاد ہے۔

ہم سب اپنے دل کو دیکھ لیں، اللہ نے ہم کو جو دیا، جیسی زندگی میں رکھا اس زندگی سے ہم خوش ہیں کہ نہیں؟

اللہ ہم سب کے دل کو ایسا بنا دیں کہ وہ مالک جس حال میں رکھے اس حال میں ہم راضی رہیں۔

ایک پیاری دعا

میری دینی بہنو! حدیث میں ہم کو ایک دعا بتلائی گئی، بہت پیاری دعا ہے، آپ یاد کر لو اور اللہ تعالیٰ سے مانگا کرو:

اَللّٰهُمَّ لاَ تَجْعَلِ الدُّنْيَا أَكْبَرَ هَمِّنَا وَلاَ مَبْلَغَ عِلْمِنَا. (الترمذي)

ترجمہ: اے اللہ! دنیا کو نہ ہمارا مقصودِ اعظم اور نہ ہمارا منتہائے علم بنا۔

آج ہماری فکر، ہماری سوچ میں اگر کوئی سب سے بڑی چیز ہے تو دنیا ہے، دنیا کی راحت ہے، دنیا کا آرام ہے، دنیا کا مال وسامان ہے، دنیا کے کپڑے ہیں، دنیا کی عیش وآرام کی چیزیں ہیں، ہماری ہر وقت کی فکر اسی کی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا غم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں ایک ایک دن کو گنتی تھی، ایک ایک دن

پہاڑ توڑنے سے زیادہ مشکل کہ اللہ کے نبی ناراض ہو کر الگ چلے جاویں، کتنا رنج، کتنا غم؟ حضور ﷺ نے ایک مہینہ کی قسم کھائی ہے، کیسے مہینہ نکلے گا؟ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مسجدِ نبوی میں جمع ہوتے، جمع ہو کر بات کرتے، مشورہ کرتے، پھر اپنے اپنے کام پر، اپنے اپنے گھروں پر چلے جاتے۔

اسلامی مہینہ کبھی انتیس دن کا اور کبھی تیس دن کا ہوتا ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو فرماتی ہیں کہ: قدرتی بات ایسی ہوئی کہ انتیس (۲۹) دن ہوئے، اور نبیٔ کریم ﷺ اچانک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تشریف لائے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خوش تو ہوگئیں: لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ: آپ نے قسم کھائی تھی کہ: آپ ایک مہینہ تک نہیں آئیں گے اور آج تو انتیس دن ہوئے ہیں؟

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس مہینے میں ۲۹/دن پر چاند ہو گیا ہے، یہ خوش نصیبی کی بات تھی کہ ایک مہینے کی قسم کھائی تھی اور قدرتی بات ہوئی کہ ۲۹/دن پر چاند ہو گیا، پورے ۳۰/دن نہیں ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کے یہاں سے قرآنِ مجید میں آیت اتری، عجیب آیت ہے:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: جب یہ آیت اللہ تعالیٰ نے اتاری تو نبیٔ کریم ﷺ سب سے پہلے میرے پاس تشریف لائے، آپ ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

سے بڑی محبت تھی، اور حضور ﷺ نے آکر پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دور دور سے بات کی؛ کیوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کم عمر لڑکی تھیں، چھوٹی عمر میں ان کی شادی ہوئی تھی۔

ساس، سسر کو ہدایت

درمیان میں ایک خاص نصیحت کرنا مناسب سمجھتا ہوں، عام طور پر چھوٹی لڑکیوں میں زیادہ تجربہ نہیں ہوتا ہے، اپنے شوہر کو کیا جواب دینا، اپنے ساس۔سسر کو کیا جواب دینا، اس کا تجربہ نہیں ہوتا ہے، وہ بے چاری کم عمر، بھولی بھالی لڑکی، جو چاہے منہ سے بول لیتی ہے، اسکول میں پڑھ رہی تھی، تعلیم پوری ہوئی، ماں ۔باپ نے شادی کرادی، مدرسہ میں پڑھنے گئی تھی، مدرسہ پورا ہوا، ماں ۔باپ نے شادی کرادی، اور وہ سسرال میں آگئی۔

لہذا اب ساس اور سسر کی ذمے داری ہے کہ ایسی کم عمر بہو گھر میں آئی ہو تو ذرا اس کو سنبھال لیویں، یہ سمجھیں کہ یہ بے چاری میری بیٹی کی طرح ہے، اپنی اسکول، اپنا مدرسہ، اپنا کورس پورا کر کے فوراً شادی کر کے آئی ہے، ابھی گھر میں زندگی کیسے گزارنا ہے اس نے سیکھا نہیں ہے۔

بہو کو ہدایت

بہو کو بھی یہ سوچنا چاہیے کہ میری ساس تجربہ رکھتی ہے، وہ اگر مجھے کوئی بات کہے تو میں محبت سے سن لوں اور اس کے مطابق کام کروں تو میری زندگی میں ہی فائدہ ہونے والا ہے، مجھے ہی کچھ سیکھنے کو ملے گا، دونوں طرف سے سمجھ داری ہوگی تو ساس اور

بہو کے درمیان ان شاء اللہ! جھگڑے نہیں ہوں گے۔

آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دو چیزوں کا اختیار دیا

بہر حال! حضرت نبیٔ کریم ﷺ جانتے تھے کہ: عائشہ کی عمر بہت کم ہے؛ اس لیے حضور ﷺ نے ان کو پہلے دور دور سے سمجھانا شروع کیا اور سمجھا کر حضور ﷺ نے فرمایا کہ: عائشہ! میں تم کو ایک بات کہنے والا ہوں؛ لیکن جواب دینے میں کوئی جلدی مت کرنا؛ بلکہ پہلے اپنے والدین کے پاس جانا، ان سے مشورہ کرنا اور مشورہ کر کے مجھ کو جواب دینا۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے یہ بات اس لیے فرمائی کہ: آپ ﷺ جانتے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کی امی جدائی کا مشورہ نہیں دیں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: یہ مجھ پر خاص عنایت تھی کہ مجھے والدین سے مشورہ کیے بغیر رائے ظاہر کرنے سے حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے منع فرمایا۔

ماں باپ توجہ دیں

میری دینی بہنو! اس زمانے کے ماں، باپ ایسے ہوتے تھے کہ وہ ایسی بات کہتے تھے کہ جس کی وجہ سے بیٹی کا گھر نہ ٹوٹے، آج کے ماں، باپ کو بھی یہی طریقہ اپنانا چاہیے، سسرال ہے اونچ، نیچ تو ہوتی ہی ہے؛ لیکن ماں، باپ کو ہمیشہ اپنی بیٹی کو سمجھا سمجھا کر رکھنا چاہیے، ماں باپ کبھی بیٹی کی محبت میں جذبات میں آکر کوئی بات کہہ دیتے ہیں اور لڑکی وہ بات اپنے دل پر لے لیتی ہے، یہی چیز اختلاف کو بڑھا دیتی ہے، اور پھر

گھر ٹوٹ جاتا ہے؛ اس لیے ماں، باپ کو اس کا خاص لحاظ رکھنا چاہیے۔

ازواجِ مطہرات کو ہدایت

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے آیت کے مطابق اختیار والی بات بتائی، جس کا حاصل یہ تھا کہ: دیکھو! اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا کہ: اے نبی! تم اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ: اگر تم چاہتی ہو کہ دنیا میں آرام ملے، دنیا میں رونق ملے، دنیا میں شاندار گھر ملے، دنیا میں شاندار کپڑے ملے، تو نبی کے گھر میں تو تم کو نہیں ملے گا؛ اس لیے میں تم کو کچھ دے دوں، اور اچھی طرح سے رخصت کر دوں؛ یعنی میں تم کو طلاق دے دوں، پھر عدت پوری کر لو، اور پھر مزے سے زندگی گزارو۔

اور اگر تم اللہ کے رسول کو چاہتی ہو، آخرت کو چاہتی ہو اور نبی کے ساتھ اسی غریبی میں زندگی گزارنا چاہتی ہو تو یاد رکھو! تم میں سے جو بھی نیکی پر ہوگی، اللہ تعالیٰ ان کو آخرت میں بڑا ثواب عطا فرمائیں گے، یہ دو باتیں ہیں، ان میں سے ایک اختیار کر لو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا پیارا جواب

میری دینی بہنو! قربان جاؤں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر، ہزار مرتبہ قربان جاؤں، اللہ پوری امت کی طرف سے اس نیک عورت کو جزائے خیر عطا فرمائے، جب نبیٔ کریم ﷺ نے ان کے سامنے اختیار کی بات فرمائی تو کتنا پیارا جواب دیا:

اے اللہ کے نبی! یہ کوئی ایسی بات ہے کہ میں اپنے ماں، باپ کو پوچھنے جاؤں، ہرگز نہیں! میں بالکل اپنے ماں، باپ کو پوچھنے نہیں جاؤں گی، مجھے ماں باپ سے مشورہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں: فإني اريد الله ورسوله والدار الآخرة.

میرا فیصلہ یہ ہے کہ میں اللہ کو چاہتی ہوں، اللہ کے نبی کو چاہتی ہوں، آخرت کو چاہتی ہوں؛ یعنی دنیا میں جیسا ملے اس پر خوش رہوں گی، جو غریبی، فقیری ہوگی، اس میں رہوں گی؛ لیکن حضور! میں آپ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتی۔

یہ اتنا پیارا جواب تھا کہ بڑی بڑی تجربہ والی عورتیں بھی ایسا جواب نہیں دے سکتیں۔

حضور ﷺ نے یہ جواب سنا تو خوش ہو گئے، آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر خوشی آ گئی، اور رنج وغم دور ہو گیا۔

شادیاں ہمیشہ کے لیے ہوتی ہیں

میری دینی بہنو! شادیاں جو ہوتی ہیں وہ ہمیشہ کے لیے ہوتی ہے، چند دنوں کے لیے نہیں ہوتی، یہ دنیا اور آخرت کا معاملہ ہے، جب کبھی کسی کے گھر میں شادی کر کے جاؤ تو یہ نیت لے کر جاؤ کہ اب تو جنازہ بھی اسی گھر سے نکلے گا اور آخرت میں جنت میں اسی شوہر کے ساتھ زندگی گزاریں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی درخواست

پھر حضور ﷺ اپنی تمام بیویوں کے پاس باری باری تشریف لے جانے والے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک درخواست کی:

حضور! میں نے آپ کو جو جواب دیا ہے، میں نے جو فیصلہ کیا ہے، آپ اپنی دوسری بیویوں کو میرا جواب مت بتلانا۔

اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اگر کسی نے مجھے سوال کیا کہ: عائشہ نے کیا

جواب دیا؟ تو میں ان کو بتلا دوں گا اور میں چھپاؤں گا نہیں، اللہ نے مجھے فتنہ کھڑا کرنے کے لیے دنیا میں نہیں بھیجا؛ بلکہ خوش خبری سنانے کے لیے، تعلیم دینے کے لیے، معلّم اور استاذ بنا کر بھیجا ہے۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی مبارک تعلیم دیکھو کہ ایک اچھی بات اس کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا: میں چھپاؤں گا نہیں، بتلا دوں گا۔

اچھی بات چھپانی نہیں چاہیے

میری دینی بہنو! کوئی بھی اچھی بات ہم کو معلوم ہو تو اس کو مت چھپاؤ، دوسروں کو بتلا دو، دوسروں کو بھی فائدہ ہوگا، دوسرے بھی عمل کریں گے، اور اس کا ثواب ہم کو ملے گا، اچھی چیز، اچھی بات کبھی چھپانے کی نہیں ہوتی۔

تمام بیویوں کا ایک ہی جواب

پھر آپ ﷺ دوسری بیویوں کے گھر تشریف لے گئے، اور سب کو یہ دو اختیار بتلائے۔

قربان جاؤں میں امت کی ان ماؤں پر، تمام بیویوں نے ایک ہی جواب دیا: اے اللہ کے نبی! ہم تو اللہ کو چاہتی ہیں، اللہ کے رسول کو چاہتی ہیں، آخرت کو چاہتی ہیں، ہم کو دنیا کا آرام نہیں چاہیے، دنیا کی غریبی چلے گی؛ لیکن اللہ کے نبی کو چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتیں۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ اس جواب سے بہت خوش ہوئے اور قرآن کی آیتوں

سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کا یہ جواب پسند فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے امہات المؤمنین کو انعام

اللہ تعالیٰ نے ان تمام عورتوں کو بڑے بڑے انعام دیے، ایسی ایسی نعمتیں عطا فرمائی کہ ہماری عقل حیران رہ جاتی ہے:

① سب سے پہلا انعام اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ: ان تمام بیویوں کو جنت میں آپ ﷺ کے ساتھ سب سے اونچے مقام پر رہنا نصیب ہوگا۔

② ان کے لیے اللہ کی طرف سے اعلان ہوگیا کہ تم جو بھی نیک کام کروں گی، اللہ تعالیٰ تمھاری نیکی پر تم کو دوگنا ثواب عطا فرمائیں گے۔

③ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کی ماں بن گئیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو ہم سب کی ماں بننے کا خاص اعزاز عطا فرمایا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نسبی اعتبار سے باپ ہیں؛ لیکن امتی ہونے کے اعتبار سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ماں ہیں۔

اسی طرح حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نسبی اعتبار سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں؛ لیکن امتی ہونے کے اعتبار سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ماں ہوتی ہیں۔

④ اللہ تعالیٰ ان کو آخرت میں بڑا اجر اور ثواب عطا فرمائیں گے۔

⑤ پانچواں عجیب انعام دیا کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ: تمھارے نکاح میں یہ سب بیویاں وفادار ہیں، آپ کو دل سے چاہنے والی ہیں، اب آپ آئندہ کسی دوسری نئی عورت سے شادی نہیں کریں گے۔

⑥ چھٹا انعام یہ ملا کہ یہ جب پوری امت کی مائیں بن گئیں تو آپ ﷺ کے انتقال کے بعد کوئی مرد ان کے ساتھ شادی نہیں کر سکتا؛ گویا آپ ﷺ کسی عورت سے شادی نہیں کر سکتے اور یہ کسی مرد سے شادی نہیں کر سکتیں۔

⑦ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی خوشی مل گئی، سبحان اللہ! یہ بہت بڑا انعام ہے۔

⑧ ان کو آخرت میں بہترین روزی عطا فرمائیں گے۔

⑨ اب ان کو نبی کریم ﷺ کے ساتھ بہترین زندگی گزارنے کا موقع ملے گا، ایسی بہترین زندگی کہ حضور ﷺ سے دین سیکھ کر قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو آپ کے واسطے سے دین سیکھنے کو ملے گا کہ نبی کی گھریلو زندگی کیسی ہوتی ہے؟

گویا امت کے لیے ان کو معلمہ اور سکھانے والی بنا دی۔

ازواجِ مطہرات تمام مسلمانوں کی معلمہ ہیں

خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ. (احزاب: ۳۴)

ترجمہ: اور تمھارے گھروں میں اللہ کی جو آیتیں اور حکمت کی جو باتیں سنائی جاتی ہیں، ان کو یاد رکھو۔

یعنی تم اللہ تعالیٰ کی آیتیں اور اس علم کو یاد رکھو جس کا تمھارے گھروں میں چرچا رہتا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی آیتیں یعنی قرآن کی آیتیں اور حکمت سے مراد رسول ﷺ کی سنتیں ہیں، اس کو تم سیکھو اور عمل کرو اور امت تک پہنچاؤ۔

اس لیے نبی کریم ﷺ کے انتقال کے بعد بڑے بڑے صحابہ حضور ﷺ کی

بیویوں کے پاس آتے اور پردے کے پیچھے بیٹھ کر حضور ﷺ کا دین سیکھتے۔

دوسروں کو دین سکھانا ضروری ہے

ابھی جو آیت میں نے درمیان میں آپ کو پڑھ کر سنائی، اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جو شخص چاہے مرد ہو یا عورت رسول ﷺ سے کوئی آیت یا حدیث سنے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ امت کو پہنچاوے، حضور ﷺ کے صحابہ اور صحابیہ عورتوں نے اس حکم کو پورا کر کے دکھایا، اب ہمارے لیے ضروری ہے کہ دین کی جو بات ہم سیکھیں، وہ ہم دوسروں کو ضرور پہنچائیں، ان شاء اللہ! تبلیغ کا ثواب بھی ملے گا اور جس کو پہنچایا اگر وہ عمل کرے تو اس کا ثواب بھی ملے گا۔

ازواجِ مطہرات کی ایک اور فضیلت

انھی آیتوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک بات اور فرمائی:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۚ﴿۳۳﴾ (الأحزاب)

ترجمہ: اے نبی کے اہل بیت! (گھر والو) اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی کو دور رکھے، اور تمھیں ایسی پاکیزگی عطا کرے جو ہر طرح مکمل ہو۔

اس آیت میں آپ ﷺ کے تمام گھر والے شامل ہیں، اور آپ ﷺ کی تمام پاک بیویاں بھی شامل ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو شیطان کے اغوا سے محفوظ اور سلامت رکھیں گے، اللہ تعالیٰ نے ان کو تہذیبِ نفس، دل کی صفائی، باطنی نورانیت عطا فرمائی۔

ازواجِ مطہرات کا تمام عورتوں میں ایک امتیازی مقام

ازواجِ مطہرات کا تمام عورتوں میں ایک خاص امتیازی مقام بیان فرمایا:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ.(الاحزاب)

ترجمہ: اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

یعنی حضور ﷺ کے نکاح میں ہونے کی نسبت سے عالم کی تمام عورتوں سے یقیناً افضل ہو، یہ ان کا ایک خاص امتیازی مقام بھی ظاہر ہو گیا۔

میری بہنو! یہ مقام اللہ نے امہات المؤمنین کو عطا فرمایا، بڑے بڑے صحابہ، بڑے بڑے تابعین آتے تھے اور امت کی یہ مائیں ان کو سبق پڑھاتی تھیں، نصیحت کرتی تھیں، اللہ تعالیٰ کا دین سکھایا کرتی تھیں، اتنا اونچا مقام اللہ نے ان کو عطا فرمایا۔

میری دینی بہنو! یہ قصہ جو قرآن میں آیا، بخاری شریف میں آیا، یہ قصہ میں نے آپ کو سنایا، اس کے بیچ میں بہت سی نصیحت کی باتیں آئیں۔

ایک خاص نصیحت

لیکن اخیر میں اس قصے کے نتیجے میں ایک خاص نصیحت دینا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ جیسی ماں ہوتی ہے ایسی بیٹی ہوتی ہے، بیٹی جو ہوتی ہے اپنی ماں کے راستے پر چلا کرتی ہے، ہم سب کی مائیں حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی پاک بیویاں ہیں، آؤ! ہم سب یہ سبق لیویں کہ جیسی ہماری ماؤں کی پسند تھی ہماری پسند بھی ایسی ہو جائے۔

ہم دنیا کے دیوانے نہ بنیں، دنیا کا مال، دنیا کی دولت، دنیا کا سامان، دنیا کے کپڑے، دنیا کی راحت کے چکر میں نہ پڑیں؛ بلکہ اللہ اور اس کے رسول کو راضی کر کے

زندگی گزارنے کی فکر کریں، ہماری سب سے بڑی فکر، ہماری سب سے بڑی کوشش، ہماری سب سے بڑی سوچ اللہ اور اس کے رسول کو راضی اور خوش کرنے والے کاموں کی ہونی چاہیے، جیسا نمونہ ہم کو ہماری ماؤں سے ملا، وہ ہماری زندگی میں آجاوے۔

میری دینی بہنو! قناعت، شکر، صبر یہ تین چیزیں اگر ہماری زندگی میں آگئیں تو اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہوں گے، اور ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ ماں عائشہ رضی اللہ عنہا، ماں خدیجہ رضی اللہ عنہا، ماں زینب رضی اللہ عنہا، فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ کو جنت کا داخلہ عطا فرمائیں گے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زندگی، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زندگی، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی زندگی، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی زندگی، حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کی زندگی یہ سب آپ کے لیے نمونہ ہے، ان کے جیسی سادگی والی زندگی بناؤ۔

دوسری نصیحت

دوسری بات یہ امہات المؤمنین حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے بالکل قریب تھیں، حضور ﷺ سے قریب کا رشتہ رکھتی تھیں، میری دینی بہنو! ایک نکتے کی بات سمجھ لو! اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ جو میرے نبی کے قریب کے لوگ ہیں ان کی زندگی میں سادگی دیکھنا چاہتا ہوں، یہ اللہ تعالیٰ کی پسند ہے، اس واقعے کے بیان میں یہ حکمت سمجھ میں آتی ہے کہ زندگی سادگی والی گزارو، اللہ تعالیٰ کو یہی پسند ہے۔

تیسری نصیحت

تیسری نصیحت یہ ملی کہ نبیٔ کریم ﷺ کی محبت ان پاک بیویوں کے دلوں میں دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ تھی، دنیا کی راحت اور آرام سے بھی زیادہ نبیٔ کریم ﷺ کی

محبت تھی، میری دینی بہنو! اس قصے کو سن کر نیت کر کے اٹھو، ہم بھی ہمارے دلوں میں نبی کریم ﷺ کی محبت سب سے زیادہ پیدا کریں گے۔

اور جس کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت زیادہ ہوگی وہ زندگی کا ہر کام نبیٔ کریم ﷺ کی مبارک سنت کے مطابق کرے گا؛ اس لیے سنتیں سیکھو، اور سنت کو زندگی میں لاؤ، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس کی توفیق اور سعادت عطا فرمائے، آمین۔

شادیاں سنت کے مطابق ہوں

میری دینی بہنو! ماشاء اللہ! ہم عبادت بہت کرتے ہیں، نیکیاں بہت کرتے ہیں، ذکر، تسبیح، تلاوت بہت کرتے ہیں؛ لیکن جب کبھی ہمارے گھر میں کوئی پروگرام آتا ہے، منگنی آجاوے، شادی آجاوے تب امتحان ہوتا ہے کہ ہمارے دل میں حضور ﷺ کی محبت کتنی ہے؟ لہذا نیت کر کے جاؤ! ہم اپنی شادیوں کو، اپنی منگنیوں کو، ہمارے گھر کے پروگراموں کو بھی نبیٔ کریم ﷺ کی مبارک سنت کے مطابق بنائیں گے تو ان شاء اللہ! حضور ﷺ کی محبت ملے گی، حضور ﷺ کا پیار ملے گا اور قیامت کے دن نبیٔ کریم ﷺ کے نورانی، مبارک ہاتھوں سے حوضِ کوثر کا پانی ملے گا، حضور کی شفاعت ملے گی۔

اِس واقعے کے وقت کی ازواجِ مطہرات کے مبارک نام

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس واقعے کے وقت نبیٔ کریم ﷺ کے نکاح میں نو (۹) بیویاں تھیں، پانچ ان میں سے قریشی خاندان کی تھیں:

① حضرت عائشہ بنت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہا۔

② حضرت حفصہ بنت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہا۔

③ حضرت ام حبیبہ بنت حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہا۔

④ حضرت ام سلمہ بنت امیہ رضی اللہ عنہا۔ ⑤ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا۔

اس سے یہ بھی سمجھ میں آیا کہ اپنے خاندان میں نکاح کرنے سے کوئی بیماری پیدا نہیں ہوتی، جیسا کہ آج کل بعض ڈاکٹر لوگوں کو ایسی غلط باتیں بتاتے ہیں۔

اور دوسری چار دوسرے خاندان کی تھیں:

① حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا۔

② حضرت میمونہ بنت حارث ہلالی رضی اللہ عنہا۔

③ حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا۔ ④ حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا۔

اور یہ نو بیویاں حضور ﷺ کی وفات کے وقت بھی حیات تھیں۔

ان کے علاوہ آپ ﷺ کی پاک بیویوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مکی زندگی میں انتقال ہوگیا تھا اور دوسری حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا مدنی زندگی میں انتقال ہوگیا تھا۔

یہ سب نام اس لیے بھی بتائے کہ ہمارے گھر میں اولاد ہوں تو ان مبارک ناموں کے مطابق ہم نام رکھیں۔

اللہ تعالیٰ ان تمام ہماری ماؤں کو جزائے خیر عطا فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، ان شاء اللہ! کسی موقع پر ان تمام امہات المؤمنین کے واقعات آپ کو بتاؤں گا۔

وآخر دعوانا عن الحمد للہ رب العالمین

شہرِ طیبہ(ازمرتب)

کہاں شہرِ طیبہ	۱	کہاں یہ گنبدِ خضریٰ
کہاں یہ گنبدِ خضریٰ	۲	کہاں ظلوم جہول
صلی اللہ علی سیدنا محمد	۳	صلی اللہ علی سیدنا محمد
کہاں روضۂ اقدس	۴	کہاں عاصیٔ و خاطی
کہاں ریاض الجنۃ	۵	کہاں حقیروضعیف بندہ
کہاں محراب و منبر	۶	کہاں ندامت کے آنسو
صلی اللہ علی سیدنا محمد	۷	صلی اللہ علی سیدنا محمد
کہاں مقامِ اصحاب	۸	کہاں دلِ بے قرار
کہاں بابِ جبرئیل	۹	کہاں مقرالذنوب والخطایا
کہاں یہ گنہگارآنکھیں	۱۰	کہاں دیدارِطیبہ
صلی اللہ علی سیدنا محمد	۱۱	صلی اللہ علی سیدنا محمد
کہاں جالی مبارک	۱۲	کہاں مواجہۂ منور
صلی اللہ علی سیدنا محمد	۱۳	صلی اللہ علی سیدنا محمد
کہاں جبلِ احد	۱۴	کہاں جنت البقیع
صلی اللہ علی سیدنا محمد	۱۵	صلی اللہ علی سیدنا محمد

یا رب صل وسلم دائما ابدا ۱۶ علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو زندگی

کا ایک عجیب واقعہ

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور عائشہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا مختصر تعارف

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تعارف پیچھے گذر چکا۔

نام: حفصہ۔

نسب اس طرح ہے: حفصہ بنت عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبد العزی بن ریاح بن عبد اللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی غالب بن فہر بن مالک القرشیہ العدویہ۔

والدہ کا نام: زینب بنت مظعون تھا۔

پیدائش: بعثتِ نبوی سے پانچ سال قبل جب کہ قریش خانۂ کعبہ کی تعمیر میں مصروف تھے۔ اس وقت نبیٔ کریم ﷺ کی عمر مبارک ۳۵ سال تھی۔

نکاح: حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا پہلے حضرت خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، حضرت خنیس رضی اللہ عنہ سابقین اولین میں سے تھے، انھوں نے ہجرتِ حبشہ اور ہجرتِ مدینہ دونوں کی تھیں، غزوۂ احد میں زخمی ہوکر مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

اپنے شوہر خنیس رضی اللہ عنہ اور اپنے والدین کے ساتھ مسلمان ہوئیں۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ سے نکاح کا مہر: ۴۰۰ درہم۔

شادی کے وقت عمر: ۲۰ سال۔

وفات: ۶۳ سال کی عمر پاکر شعبان ۴۵ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مدینہ منورہ میں انتقال فرما گئیں، اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

❁❁❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى، اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ① قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ② وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ③ اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ④ (التحریم)

ترجمہ: اے نبی! جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے حلال کی ہیں تم اپنی بیویوں کی خوشی حاصل کرنے کے لیے (قسم کھا کر) ان کو کیوں حرام کرتے ہو؟ اور اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والے، بہت رحم کرنے والے ہیں ﴿۱﴾ پکی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے تمھاری قسموں (کی پابندی) سے نکلنے کا طریقہ مقرر کردیا ہے اور اللہ تعالیٰ تمھارے کام بنانے والے ہیں اور وہ (اللہ تعالیٰ ہر کام کو) پوری طرح جاننے والے، بڑی حکمت والے ہیں ﴿۲﴾ اور (وہ واقعہ بھی یاد کرو) جب نبی نے اپنی کسی بیوی (یعنی حفصہ رضی اللہ عنہا) کو (راز کے طور پر) چپکے سے ایک بات کہی تھی، پھر جب وہ بات اس بیوی نے (کسی دوسری بیوی یعنی عائشہؓ کو) بتلادی اور اللہ تعالیٰ نے اس

بات کی اس (نبی) کو خبر دی تو اس (نبی) نے (اس راز کو ظاہر کرنے والی بیوی کو) کچھ بات جتلا دی اور کچھ بات نظر انداز کر دی (یعنی نہیں بتلائی) پھر جب اس (نبی) نے اس (راز ظاہر کرنے والی) بیوی کو (کچھ) بات بتلا دی تو وہ (تعجب سے) کہنے لگی کہ: آپ کو یہ بات کس نے بتلا دی؟ تو اس (نبی) نے کہا کہ: مجھے تو (اس اللہ تعالیٰ نے جو) بڑے جاننے والے، بڑی خبر رکھنے والے نے اطلاع دی ﴿۳﴾ (اے نبی کی دونوں بیویاں!) اگر تم اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرلو (تو یہ تمھارے لیے بہتر ہے) کہ تم دونوں کے دل اس کی طرف مائل ہو ہی گئے ہیں اور اگر تم دونوں نے اس (نبی) کے مقابلے میں ایک دوسرے کی مدد کی تو (یاد رکھنا کہ) یقیناً اللہ تعالیٰ اس (نبی) کا ساتھ دینے والے ہیں اور جبرئیل اور نیک ایمان والے بھی (ساتھ دینے والے ہیں) اور ان کے علاوہ فرشتے بھی مدد کرنے والے ہیں ﴿۴﴾

سورۂ تحریم

قرآنِ مجید کے اٹھائیسویں (۲۸) پارے میں ایک سورت ہے جس کا نام ''سورۃ التحریم'' ہے، یہ سورت مدنی ہے؛ یعنی حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے ہجرت کے بعد یہ سورت نازل ہوئی ہے، اِس سورت میں ایک واقعہ بیان کیا گیا جو خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے گھرانے، فیملی لائف میں پیش آیا تھا۔

اِس واقعے میں بڑی کام کی اور بڑی قیمتی نصیحت کی باتیں ہیں، اللہ تعالیٰ اس کو سمجھ کر اپنی زندگی میں اپنانے کی اور دوسروں تک پہنچانے کی ہمیں توفیق عطا فرماوے، آمین۔

کسی حلال کو حرام کرنا اور حرام کو حلال کرنا ہمارے اختیار میں نہیں ہے

پہلے شریعت کا ایک مسئلہ سمجھ لو! جو چیز اللہ تعالیٰ نے حرام کی ہے اسے کوئی اپنی مرضی سے حلال نہیں کر سکتا، ہمارے دین میں حلال اور حرام کا اصلی اختیار اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اسی طرح جو چیز شریعت میں حلال ہو اس کو کوئی مرد یا عورت عقیدے کے اعتبار سے حرام ماننے لگے تو یہ بہت بڑا گناہ ہے اور کفر کا خطرہ ہے، مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے بکری، گائے اور بھینس کا دودھ حلال کیا ہے، اب کوئی کہے کہ: میرا عقیدہ ایسا ہے کہ میں دودھ کو حرام مانتا ہوں۔ تو یہ بہت بڑا گناہ ہے، اِس سے انسان کے کافر ہو جانے کا خطرہ ہے؛ بلکہ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ: وہ کافر ہو ہی گیا۔

کسی ضرورت کی وجہ سے حلال کو حرام سمجھنا؟

ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ کسی حلال چیز کو اپنے عقیدے کے اعتبار سے حلال سمجھے؛ لیکن کسی ضرورت یا کسی مصلحت کی وجہ سے قسم کھا کر اس کو اپنے اوپر حرام کر لیوے تو ایسا کرنا جائز تو ہے؛ لیکن اچھا نہیں ہے اور قسم توڑ کر کفارہ دینا ضروری ہے، جیسے کسی نے قسم کھالی کہ میں آج سے دودھ نہیں پیوں گا تو کسی ضرورت اور مصلحت کی وجہ سے قسم کھائی ہے تو یہ جائز تو ہے؛ لیکن بہتر نہیں ہے، قسم توڑ دیوے، دودھ پینا شروع کر دیوے اور قسم کا کفارہ ادا کر دیوے اور بغیر ضرورت اس طرح کی قسم کھا کر کسی حلال چیز کو حرام سمجھ لینا یہ گناہ کا کام ہے۔

ثواب کی نیت سے حلال چیز کو عملاً چھوڑ دینا؟

ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ کسی حلال چیز کو ثواب کی نیت سے ہمیشہ کے لیے عملاً چھوڑ دینا بدعت اور گناہ کا کام ہے، یہ ''رہبانیت'' کا ایک حصہ ہے جو ہمارے دین میں جائز نہیں ہے، جیسے بہت سارے لوگ۔ جو غلط سمجھ رکھتے ہیں۔ بعض چیزوں کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیتے ہیں اور اس چھوڑنے کو ثواب سمجھتے ہیں، یہ بدعت ہے اور گناہ کا کام ہے۔

بیماری کی وجہ سے کوئی حلال چیز چھوڑ دینا؟

البتہ جسمانی یا روحانی بیماری کی وجہ سے، کسی میڈیکل پروبلم کی وجہ سے اگر کوئی حلال چیز استعمال کرنا چھوڑ دیوے تو یہ جائز کام ہے، جیسے بعض لوگوں کو دودھ سے ایلرجی ہوتی ہے، دودھ پیا تو بیمار ہوگئے یا پیٹ میں کوئی تکلیف ہوگئی، اب وہ اس کو حلال سمجھے؛ لیکن جسمانی بیماری کی وجہ سے چھوڑ دیوے تو یہ جائز ہے۔

واقعہ کی ابتدا

حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی فیملی میں ایک عجیب قصہ ہوگیا، اس قصے میں آپ کو فیملی لائف کی بہت ساری چیزیں -إن شاء اللہ- سیکھنے کو ملے گی۔

خاندان کے اعتبار سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی خوش نصیبی

حضور ﷺ کی بیویوں میں ایک مبارک نام ''حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا'' کا ہے، یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں، یہ وہ خوش نصیب عورت ہے کہ ماں اور باپ دونوں کی طرف سے ان کا خاندان آگے جا کر حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے ساتھ مل جاتا ہے، ان

کے ابا حضرت عمر رضی اللہ عنہ قریشی ہیں اور ان کی ماں ''زینب بنت مظعون رضی اللہ عنہا'' بھی قریش کے خاندان سے ہیں؛ یعنی ماں اور باپ دونوں کی طرف سے یہ قریشیہ عورت ہیں۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش

حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے علی الاعلان نبی بنایا اس سے پانچ (۵) سال پہلے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش ہوئی تھی، جس وقت مکہ کے قریشی کافروں نے کعبہ شریف کو پورا نیا بنایا تھا، اس وقت حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی عمر مبارک پینتیس (۳۵) سال کی تھی؛ گویا کہ اس بیوی اور حضور ﷺ کی عمر کے درمیان پینتیس (۳۵) سال کا فرق تھا۔ آپ کے ماموں حضرت عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہ چودھویں ۱۴/ نمبر پر ایمان لائے تھے۔ آپ کی اماں حضرت زینب بنت مظعون رضی اللہ عنہا بالکل شروع میں اسلام لائی تھیں اور ہجرت سے پہلے ہی ان کا انتقال ہوگیا تھا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی پہلی شادی ایک صحابی حضرت خُنَیس بن حُذافہ سَہمی رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی، حضرت خنیس مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں، جو شاعر بھی تھے، بڑے بہادر بھی تھے، حضرت خنیس رضی اللہ عنہ بھی بالکل شروع شروع میں اسلام لائے تھے، انھوں نے حبشہ (ethiopia) کی طرف اور مدینہ کی طرف بھی ہجرت کی تھی، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر حضرت خنیس رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئی تھیں۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کی وفات اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی بیٹی کے دوسرے نکاح کا فکر

حضرت خنیس رضی اللہ عنہ اُحد کی لڑائی میں زخمی ہوئے اور مدینۂ منورہ آکر ان کا انتقال ہوگیا۔

جب بیٹی بیوہ ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کے بارے میں بہت فکر ہوئی، ان ہی دنوں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی۔ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی صاحب زادی۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا۔ کا بھی انتقال ہوا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بغیر بیوی کے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے نکاح کی پیش کش

اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اِس سلسلے میں سامنے سے جاکر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: میری بیٹی حفصہ بیوہ ہوگئی ہے، تم ان کے ساتھ شادی کرلو؛ لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یوں کہا کہ: میں سوچ کر جواب دوں گا۔ اس لیے کہ یہ شادی کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ جلدی جلدی آدمی جواب دے دیوے۔

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دوسری ملاقات میں کہا: میرا شادی کا ارادہ نہیں ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے نکاح کی پیش کش

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور جاکر کہا کہ: میری بیٹی حفصہ بیوہ ہوگئی ہے، تم ان کے ساتھ نکاح کرلو۔

دیکھو! ایک باپ سامنے سے جاکر اپنی بیٹی کی شادی کرانے کے لیے پیش کش

(offer) کررہا ہے، کوئی نیک اور دین دار لڑکا نظر آوے تو سامنے سے اس طرح پیش کش کرنا جائز ہے، کوئی بری بات نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے؛ لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کوئی جواب نہیں دیا کہ، میں شادی کروں گا کہ نہیں کروں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دل میں بڑی تکلیف بھی ہوئی کہ ابوبکر تو کوئی جواب بھی نہیں دیتے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی شادی عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر شخص سے

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منع کر دیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی منع کر دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبیٔ کریم ﷺ کے پاس آئے اور پوری بات کہہ سنائی۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے بہت پیارا جواب دیا، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: حفصہ کی شادی ایک ایسے انسان سے ہوگی جو عثمان سے بھی بہتر ہے اور عثمان کی شادی ایسی عورت سے ہوگی جو حفصہ سے بھی بہتر عورت ہے۔

ہوا بھی ایسا کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بھی افضل؛ یعنی حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے ساتھ ہوگئی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بھی بہتر؛ یعنی حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی دوسری بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوئی، اس طرح یہ جوڑے سیٹ ہوگئے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا جب نبیٔ کریم ﷺ سے نکاح ہوا تو یہ ہجرت کا تیسرا سال تھا اور چار سو درہم ان کا مہر رکھا گیا، ۴۱ھ میں جمادی الاول کے مہینے میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا مدینۂ منورہ میں انتقال ہوا، اس وقت مروان مدینہ کے گورنر تھے، انھوں

نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی جنازے کی نماز پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں، آج بھی وہاں ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک موجود ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جواب نہ دینے کی وجہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جواب نہ دینے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پتہ چل گیا تھا کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ شادی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؛ لیکن حضور ﷺ کا ارادہ ایک راز کی بات تھی؛ اس لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی راز کی بات ظاہر نہیں کی۔

پھر بعد میں جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے ساتھ ہو گئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتلایا کہ مجھے حضور کا ارادہ معلوم تھا؛ لیکن میں حضور ﷺ کا راز ظاہر نہیں کر سکتا تھا؛ اس لیے میں نے آپ کو کوئی جواب نہیں دیا تھا، آپ میری طرف سے کوئی رنج نہ کریں، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یوں کہا کہ: اگر حضرت نبیٔ کریم ﷺ شادی نہ کرنے والے ہوتے تو میں ضرور تمھاری بیٹی سے شادی کر لیتا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی ایک خوش نصیبی

جب حضور ﷺ سے نکاح ہو گیا تو اب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین بن گئی؛ یعنی تمام ایمان والوں کی ماں، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بہت نیک عورت تھیں، ان کی نیکی کا اندازہ اس سے لگاؤ کہ خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے سامنے سے ان کے ساتھ شادی کا ارادہ کیا، یہ ان کی خوش نصیبی کی بہت بڑی نشانی ہے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی دوسری خوش نصیبی

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی ایک دوسری خوش نصیبی یہ ہے کہ اِس قصے کے اخیر میں ایک روایت یہ ہے کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ کرلیا تھا، اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا اور کہا کہ: تم میرے نبی سے جا کر کہو کہ: حفصہ کو طلاق نہ دیویں۔

دیکھو! حضور ﷺ نے طلاق کا ارادہ کیا تھا؛ لیکن خود اللہ تعالیٰ نے جبرئیل امین کو بھیج کر یوں کہلوایا کہ: حفصہ بہت نماز پڑھنے والی ہے، بہت روزے رکھنے والی ہے، جنت میں ان کا نام تمھاری بیویوں میں ہے؛ اس لیے تم ان کو طلاق مت دو۔

چنانچہ جب اللہ کے یہاں سے یہ پیغام آیا تو حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ ختم کردیا اور ان کو اپنی بیویوں میں باقی رکھا۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا تقریباً ساٹھ (۶۰) احادیث نقل کرتی ہیں، اِس سے اندازہ لگاؤ کہ ان کے حدیث نقل کرنے سے امت کو کتنا بڑا فائدہ ہوگیا۔

اصل واقعہ

اب ذرا اصل واقعہ سنو! حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی جتنی بھی بیویاں تھیں ہر ایک بیوی کو حضور ﷺ سے بڑی محبت تھی، نیز ہر بیوی کی یہ چاہت تھی کہ حضور ﷺ میرے ساتھ محبت زیادہ رکھے؛ تاکہ حضور ﷺ کا دھیان اور توجہ ان کی طرف زیادہ ہو، حضور ﷺ کی برکت ان کو زیادہ ملے۔

ہر بیوی کے ساتھ محبت کا برتاؤ کرنا بہت بڑا امتحان

انسان کی جب ایک بیوی ہوتی ہے تو اس کے ساتھ مکمل حسن سلوک کرنا اور اچھا برتاؤ کرنا آسان ہوتا ہے؛ لیکن ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو ہر بیوی کے ساتھ محبت کا برتاؤ کر کے نبھانا بہت بڑا امتحان ہوا کرتا ہے، ایسے موقع پر بڑے بڑے انسان ہل جاتے ہیں، اس معاملے میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ بڑے مضبوط اور ثابت قدم تھے، حضور ﷺ نے برابر ہر ایک بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کر کے دکھایا، حضور ﷺ ذرہ برابر ہلے نہیں، یہ بھی حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا ایک معجزہ تھا، تمام بیویوں کا حق ادا کرتے تھے، ہر بیوی حضور ﷺ سے خوش رہتی تھی، ہر ایک کو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ حضور ﷺ کو میرے ساتھ بڑی محبت ہے۔

عصر کے بعد آپ ﷺ کا معمول

حضور ﷺ کے یہاں رات گزارنے کے لیے ہر ایک بیوی کی باری مقرر تھی، جس کی باری ہوتی اس کے گھر پر تشریف لے جاتے؛ لیکن عصر کی نماز سے جب فارغ ہو جاتے تو آپ ﷺ تمام بیویوں کے گھر پر تھوڑی تھوڑی دیر تشریف لے جاتے، ہر بیوی کی خبر پوچھتے، دل جوئی کرتے، اس کے بعد آپ ﷺ اپنے کام میں مشغول ہو جاتے، روزانہ عصر کے بعد کا آپ کا معمول تھا، رات کو سونے کی باری الگ ہوتی تھی۔

ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے یہاں شہد کا شربت

ایک مرتبہ آپ ﷺ ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا۔ جن کا پورا

قصہ گذشتہ سال آپ کو سنایا تھا۔ کے گھر تشریف لے گئے، ان کو کسی نے شہد (honey) ہدیے میں دیا تھا، انھوں نے اس شہد کا شربت بنا کر حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو پلایا، دو چار دن وہ شربت پلایا ہوگا، شربت پینے کی وجہ سے تھوڑی دیر لگ گئی؛ گویا دوسری بیویوں کے یہاں عصر بعد جتنا وقت حضور ﷺ رُکتے تھے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے یہاں شربت پینے کی وجہ سے تھوڑا زیادہ رُکے، حضور ﷺ کے ان کے یہاں زیادہ رُکنے کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو رشک آیا۔

سوکنوں کا آپس میں مشورہ

سوکنوں کے درمیان ہر زمانے میں کچھ نہ کچھ کھینچا تانی ہوتی ہے اور یہ چیز کوئی بری اور غلط بھی نہیں ہے۔

اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی دوسری سوکن حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مشورہ کیا، دونوں بڑے باپ کی بیٹیاں تھیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی، دونوں نے آپس میں مشورہ کیا اور مشورہ کر کے یوں طے کیا کہ: جب حضور ﷺ ہمارے یہاں تشریف لاوے تو ہم یوں کہیں گے کہ: حضور! آپ کے منہ میں سے ''مَغافِر'' کی بدبو آرہی ہے۔

یہ مغافر ایک قسم کا گوند ہوتا تھا جس میں تھوڑی سی بدبو ہوا کرتی تھی۔

آپ ﷺ بدبو سے نفرت فرماتے تھے

حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو بدبو بالکل پسند نہیں تھی؛ یہاں تک کہ حضور ﷺ پیاز اور لہسن بھی نہیں کھاتے تھے، جب آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے اور حضرت ابوایوب انصاری

رضی اللہ عنہ کے مکان پر ٹھہرے تو ایک دن ان کی بیوی ام ایوب رضی اللہ عنہا نے کھانے میں لہسن استعمال کیا، حضور ﷺ نے اس دن کھانا نہیں کھایا اور ارشاد فرمایا کہ: لہسن اور پیاز میں بدبو ہوتی ہے اور میرے پاس اللہ کے فرشتے آتے ہیں اور بدبو سے فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ بس اس دن سے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی نے ہمیشہ کے لیے کھانے میں پیاز اور لہسن ڈالنا چھوڑ دیا۔

بدبو ختم کر کے استعمال کرنا چاہیے

لیکن ہمارے یہاں اس کو پکا کر اس کی بدبو ختم کر دیتے ہیں؛ اس لیے اس طرح استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اگر کوئی کچی پیاز سلاڈ میں کھائے اور اس کے بعد منہ صاف کر لیوے اور بدبو ختم کر دیوے تو اچھی بات ہے کہ نماز میں فرشتوں کو تکلیف نہ ہو، گھر میں کسی کو تکلیف نہ ہو۔

آپ کے منہ سے ''مَغافِر'' کی بو آرہی ہے

جب حضرت نبیٔ کریم ﷺ عصر کے بعد ازواجِ مطہرات کے یہاں پہنچے تو بیویوں میں سے دو چار بیویوں نے کہا کہ: حضور! آپ کے منہ میں سے مغافر کی بدبو آرہی ہے۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے کہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا۔

حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے مغافر نہیں کھائی ہے، میں نے تو شہد کا شربت پیا ہے۔
انھوں نے کہا: ہوسکتا ہے کہ وہ شہد کی مکھی مغافر پر بیٹھ کر آئی ہو، اس کی وجہ

سے اس کا اثر شہد میں بھی آ گیا ہو۔

جیسے جو شہد کی مکھی نیم کے درخت پر بیٹھتی ہے تو اس شہد میں اس کے کڑوے پن کا اثر آتا ہے جس علاقے کا شہد ہوتا ہے اس علاقے میں جو پھل فروٹ زیادہ ہوں تو اس کا اثر شہد میں آتا ہے۔

آپ ﷺ کا شہد استعمال نہ کرنے کی قسم کھانا

جب یہ بات حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے سنی تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے سامنے قسم کھالی کہ: آئندہ میں شہد نہیں کھاؤں گا اور ساتھ میں حضور ﷺ نے یوں فرمایا: حفصہ! یہ بات تم کسی کو نہ بتلانا کہ میں نے شہد نہ کھانے کی قسم کھائی ہے؛ اس لیے کہ زینب کو پتہ چل جائے گا تو ان کا دل دکھے گا۔

بات صاف صاف کرنی چاہیے

یہاں حضور ﷺ کے طرزِ عمل سے ایک بات سیکھنے کو ملی کہ جب ان بیویوں نے کہا کہ: آپ کے منہ سے بدبو آ رہی ہے تو حضور ﷺ نے بناوٹی بات نہیں کی، صاف فرما دیا کہ: میں نے شہد پیا تھا، معلوم ہوا کہ اِس طرح صاف صاف بات جو کہی جاتی ہے اس میں بڑی خیر اور بھلائی ہوتی ہے، گول مول کرنے سے بات بگڑتی اور زیادہ خراب ہو جاتی ہے۔

اپنی بیوی کا دل خوش کرنا

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے اپنی بیویوں کا دل خوش کرنے کے لیے یہ قسم کھائی

تھی۔

بیویوں کا دل خوش کرنا بہت اچھی بات ہے، بیویوں سے حسنِ سلوک کرنا بہت اچھی بات ہے؛ لیکن یہ تو نبی کی فیملی ہے، قیامت تک کے لیے نمونہ ہے، کوئی ایسی بات نہ ہو جائے جس میں قیامت تک امت کے لیے تنگی ہو جائے، امت کے لیے تکلیف کی چیز ہو جائے؛ اس لیے اس بات کو اللہ تعالیٰ آگے چلنے نہیں دینا چاہتے تھے: اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں سورۂ تحریم کی یہ آیاتِ کریمہ نازل فرمائیں جو میں نے آپ کو پڑھ کر سنائی۔

واقعہ کے سلسلے میں دوسری روایت

بعض روایتوں میں یہ بھی آتا ہے کہ آپ کے پاس ایک باندی تھی، جن کا نام ''ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا'' تھا، وہ مصر کی تھی، مصر کے بادشاہ مقوقس نے حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے لیے ہدیے میں بھیجی تھی اور ان سے حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے ایک بیٹے ''حضرت ابراہیمؓ'' پیدا ہوئے تھے، حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کی قبر مدینہ میں مسجدِ قبا کے قریب ہے، ان کے ساتھ حضرت نبیٔ کریم ﷺ اپنی ضرورت پوری فرماتے تھے، اس کی وجہ سے دوسری بیویوں کے دل میں تھوڑی سی ناراضگی ہوئی۔

بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ اسی بنا پر حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے قسم کھالی کہ: اب میں ماریہ کے ساتھ نہیں سوؤں گا، اس پر اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کی یہ سورت نازل فرمائی، جس میں ارشاد فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ﴾

اے نبی! اللہ تعالیٰ نے جو چیز آپ کے لیے حلال کی ہے وہ آپ نے قسم کھا

کر کیوں چھوڑ دی؟

یعنی شہد آپ کے لیے حلال ہے، ماریہ قبطیہ آپ کی باندی ہے، آپ کے لیے حلال ہے تو آپ نے اس کو کیوں چھوڑ دیا؟

پھر آگے اللہ فرماتے ہیں: ﴿تَبۡتَغِیۡ مَرۡضَاتَ اَزۡوَاجِكَ﴾ آپ اپنی بیویوں کا دل خوش کرنا چاہتے ہیں۔

اس پر کوئی نکیر نہیں کی گئی، معلوم ہوا بیویوں کا دل خوش کرنا بہت اچھی بات ہے؛ لیکن بیویوں کا دل خوش کرنے میں شریعت کے خلاف کام نہیں ہونا چاہیے، اللہ کا کوئی حکم ٹوٹنا نہیں چاہیے۔

داڑھی کی تشکیل

میں نے آتے ہی جمعہ کے دن مسجد میں مردوں کے سامنے داڑھی کے متعلق مسئلے بیان کیے تھے کہ داڑھی منڈوانا بھی حرام اور ایک مٹھی سے کم کٹوانا یہ بھی حرام اور ناجائز ہے۔ بہت سے مرد۔ اللہ جانے! صحیح بات یا بناوٹی بات، وہ تو آپ جانتے ہیں۔ بیویوں کا نام لیتے ہیں کہ ہماری بیوی ہم کو اجازت نہیں دیتی۔

آپ پر تہمت باقی نہ رہے؛ اس لیے آج ہی اپنے شوہروں کی تشکیل کرو کہ: دیکھو! ایک مٹھی پوری داڑھی رکھنا شریعت کا حکم ہے؛ اس لیے تم داڑھی رکھو، ہم کو اس پر کوئی اشکال نہیں ہے، تم داڑھی نہیں رکھو گے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں گنہگار بنو گے۔

آگے فرمایا: وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۞ قَدۡ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمۡ تَحِلَّةَ اَیۡمَانِكُمۡ ۚ وَاللّٰهُ مَوۡلٰىكُمۡ ۚ وَهُوَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَكِیۡمُ ۞

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والے، بہت رحم کرنے والے ہیں ﴿۱﴾ پکی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے تمھاری قسموں (کی پابندی) سے نکلنے کا طریقہ مقرر کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ تمھارے کام بنانے والے ہیں اور وہ (اللہ تعالیٰ ہر کام کو) پوری طرح جاننے والے، بڑی حکمت والے ہیں ﴿۲﴾

اللہ تعالیٰ کا منشا یہ تھا کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ شہد پینا بھی شروع کر دیں اور ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ سونا بھی باقی رکھیں؛ چنانچہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے قسم کا کفارہ دیا اور یہ دونوں چیزیں اپنے استعمال میں جاری رکھی۔

انسان اپنے فائدے کی چیز زیادہ دیر تک چھپاتا نہیں ہے

حضور ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہا تھا کہ: کسی کو کہنا مت؛ لیکن اپنے فائدے کی چیز زیادہ منہ میں رہتی نہیں ہے، دوسروں کے سامنے بیان کر ہی دیتے ہیں، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے فوراً یہ بات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بتلا دی، یہ ایک غلط بات ہوگئی کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا راز ظاہر کر دیا، یہ چیز اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں آئی۔

بڑی بے شرمی کی بات

اِس سے ہم کو ایک بہت اہم سبق ملتا ہے کہ میاں بیوی کے درمیان جو باتیں ہوتی ہیں وہ کسی اور کو نہیں بتلانا چاہیے، خاص طور پر خانگی زندگی (پرسنل لائف) اور بیڈ روم کی باتیں کبھی کسی عورت کے سامنے ہرگز ہرگز نہیں بتلانا چاہیے، یہ بڑی بے شرمی کی بات ہے اور یہ بڑا خطرناک اور گناہ کا کام ہے۔

اللہ سے کوئی چیز چھپا نہیں سکتے

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کے راز کی بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتلادی، اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبہ کا حکم آیا کہ تم کو اس پر توبہ کرنا چاہیے، اب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے چپکے چپکے بتا دیا تو حضرت نبی کریم ﷺ کو کیسے پتہ چلا؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیج کر حضرت نبی کریم ﷺ کو بتلا دیا؛ اس لیے کہ انسان کسی بات کو چھپانے کی کتنی بھی کوشش کرے؛ لیکن اللہ تعالیٰ اس کو ظاہر کرنا چاہیں تو وہ چیز چھپ نہیں سکتی، وہ چیز ظاہر ہو ہی جاتی ہے۔

دوسروں کی غلطی کو چھپانا چاہیے

اس لیے دینی بہنو! آج دنیا میں تم دوسروں کی نامناسب بات کو چھپاؤ، تم سے کوئی غلطی ہو جائے گی اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اسے چھپائیں گے، اگر کسی کی بات لوگوں کے سامنے ظاہر کر دی تو یاد رکھو! ہو سکتا ہے ہم سے کوئی غلطی ہو جائے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے سامنے اس کو ظاہر کر دیوے، دنیا میں ظاہر کرے یا آخرت میں ظاہر کر دے۔

ایسے موقع پر انسان کا دماغ کہاں جاتا ہے؟

حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بہت اچھے انداز میں کہا: حفصہ! میں نے تم سے کہا تھا: میں نے قسم کھائی ہے کہ میں شہد نہیں کھاؤں گا یا ماریہ کے پاس نہیں جاؤں گا وہ بات تم کسی کو مت کہنا، تم نے دوسری بیوی کو کیوں بتلا دیا؟

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے فوراً سوال کیا کہ: حضور! آپ سے کس نے کہا؟

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذہن ادھر گیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو کہہ دیا ہوگا، ایسے موقع پر اسی طرح دماغ چلتا ہے۔

آپ ﷺ کے خاندان کے مقدس ہونے کی ایک نشانی

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے بڑا پیارا جواب دیا، میری بہنو! قربان جاؤں اس خاندان پر!

حضور ﷺ اور حفصہ رضی اللہ عنہا کے درمیان میں جو بات ہو رہی ہے، وہ سوال و جواب بھی اللہ تعالیٰ قرآن میں بطور آیت اتار رہے ہیں، یہ ان کے مقدس، ان کے پاکیزہ، نیک ہونے کی بہت بڑی نشانی ہے، ارشاد فرمایا:

﴿فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ﴾

پھر جب وہ بات اس بیوی نے (کسی دوسری بیوی یعنی عائشہؓ کو) بتلادی اور اللہ تعالیٰ نے اس بات کی اس (نبی) کو خبر دی تو اس (نبی) نے (اس راز کو ظاہر کرنے والی بیوی کو) کچھ بات جتلادی اور کچھ بات نظر انداز کردی (یعنی نہیں بتلائی)۔

﴿فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ﴾

پھر جب اس (نبی) نے اس (راز ظاہر کرنے والی) بیوی کو (کچھ) بات بتلادی تو وہ (تعجب سے) کہنے لگی کہ: آپ کو یہ بات کس نے بتلادی؟ تو اس (نبی) نے کہا کہ: مجھے تو (اس اللہ تعالیٰ نے جو) بڑے جاننے والے، بڑی خبر رکھنے والے نے اطلاع دی۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے صاف ایسا جواب عنایت فرمایا کہ پوری بات دب

گئی؛ کہ سب سے زیادہ جاننے اور خبر رکھنے والے اللہ نے مجھے بتلایا ہے، حضور ﷺ نے فوراً جھگڑا ختم کردیا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہی مجھے خبر دی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کے یہاں سے یہ حکم نازل ہوا:

﴿اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا﴾

(اے نبی کی دونوں بیویاں!) اگر تم اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرلو (تو یہ تمھارے لیے بہتر ہے) کہ تم دونوں کے دل اس کی طرف مائل ہو ہی گئے ہیں۔

تم دونوں نے ایک معمولی غلطی اور چوک کرڈالی جو نامناسب بات تھی؛ یعنی اس طرح آپس میں مشورہ کرکے حضور ﷺ کو شہد پینے سے روکنا، ماریہ سے روکنا یہ ایک نامناسب بات تھی اور پھر حضور ﷺ کے راز کی بات دوسرے کو بتلا دینا یہ بھی ایک نامناسب بات تھی، تم دونوں اعتدال کے راستے سے ہٹ گئیں؛ اس لیے تم دونوں کو توبہ کرنا چاہیے۔

واقعے کو نقل کرنے کی ایک توجیہ

ظاہر بات ہے کہ یہ حضور ﷺ کی بیویاں ضرور اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرنے ہی والی تھیں، سچی پکی توبہ کے لیے اپنے آپ کو اللہ کے سامنے پیش کرنے والی یہ عورتیں تھیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی کے گھرانے کی ایسی خفیہ (personal) باتوں کو ظاہر فرما کر پوری امت کو یہ بات بتلا دی کہ: یہ گھرانہ، یہ خاندان باہر سے بھی پاک ہے، اندر سے بھی پاک اور صاف ہے، کوئی بھی ان کے بارے میں دل میں گندا اور میلا خیال نہ لاوے، یہ نیک اور نورانی گھرانہ ہے۔

حسنِ اخلاق کا بہترین درس

اس میں ایک بہت بڑا سبق ہمیں یہ دیا گیا کہ حسنِ معاشرت اور اچھے اخلاق یہ ہیں کہ اگر بیوی کو شوہر کی طرف سے اور شوہر کو بیوی کی طرف سے کوئی ناگوار بات پیش آجاوے، اپنی مرضی اور اپنی خوشی کے خلاف بات پیش آجاوے تو اس کو چلا لینا چاہیے، عفوو درگذر اور معاف کر دینا چاہیے، اگر اس پر ہنگامہ کھڑا کیا اور شور مچایا تو ہوسکتا ہے کہ یہ چیز آگے بڑھ کر بڑا جھگڑا ہو کر۔ نعوذ باللہ۔ طلاق تک نوبت پہنچ جائے؛ اس لیے اپنی طبیعت کے خلاف، مزاج کے خلاف کوئی بات آوے تو معاف کر دینا چاہیے، نرمی سے کام لینا چاہیے، بات کو ٹال دینا چاہیے۔

کسی سے غلطی ہو جائے تو اس کو بدنام نہیں کرنا چاہیے

دوسری ایک اہم بات یہ ہے کہ: جس بیوی نے حضرت نبئ کریم ﷺ کا راز کھول دیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کا نام قرآنِ مجید میں ذکر نہیں فرمایا، اس سے ہمیں یہ سبق دیا کہ اچھے اخلاق یہ ہے کہ جن کی طرف سے کوئی غلطی ہو جاوے تو اس غلطی والے کا نام ظاہر نہیں کرنا چاہیے۔

حضرت نبئ کریم ﷺ جب کبھی کسی کی غلطی بیان کرتے تھے تو عمومی بیان کرتے تھے کہ: کچھ لوگ ایسے ہیں، کچھ لوگوں سے ایسا ہو گیا، نام نہیں لیتے تھے۔

ایک چنگاری پورے آشیانے کو ویران کر سکتی ہے

نیز دیکھیے! شکایت اور فریاد کے موقع پر بھی حضرت نبئ کریم ﷺ نے الزام

نہیں لگایا؛ اس لیے کہ فیملی لائف میں چھوٹی چھوٹی باتیں کبھی کبھی خطرناک ہوجاتی ہیں، جیسے ایک چنگاری پورے آشیانے اور گھرانے کو جلا سکتی ہے۔

بڑے گھرانے کی عورتوں کو نصیحت

خاص کر کوئی عورت کسی بڑے گھرانے کی ہو تو اس کو اپنے ماں باپ، بھائی وغیرہ پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہیے کہ میں تو بہت بڑے خاندان کی ہوں، بعض بہنیں بڑے خاندان کی ہوتی ہیں تو سسرال میں جانے کے بعد وہ اپنا بڑے گھر کا ہونا بتلاتی ہیں اور وہاں ایک خاص انداز میں رہتی ہیں، یہ عادت مناسب نہیں ہے، سسرال میں آکر نرمی کے ساتھ رہنا چاہیے، ان شاء اللہ! اس کی وجہ سے تمھاری شادی والی زندگی بہت اچھی طرح گزرے گی۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کو فیملی لائف میں بہت اعتدال، بہت نرمی کے ساتھ زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرماوے، اور جیسے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بڑی نماز پڑھنے والی، روزہ رکھنے والی تھیں اللہ ایسے صفات زندگی میں اپنانے کی توفیق اور سعادت نصیب فرمائے، آمین۔

ایک اہم بات

ایک اور بات بھی سن لو! حدیث میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن بعض لوگوں کو لایا جائے گا، ان کو دیکھ کر لوگ کہیں گے کہ: اَکَلَ عِیَالُهُ حَسَنَاتِهِ۔ اس کی نیکی اس کے گھر والوں نے کھالی۔

بہت سی مرتبہ انسان اپنے گھر والوں کی وجہ سے، بچوں کی وجہ سے نیکی کو برباد کر دیتا ہے، بخیل بن جاتا ہے، بزدل بن جاتا ہے؛ اس لیے اولاد سے کبھی کوئی غلطی ہو جائے، گھر والوں سے کبھی کوئی غلطی ہو جائے تو بددعا نہیں کرنی چاہیے؛ بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے لیے دعا کرنی چاہیے، اور اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو امہات المؤمنین سے سچی پکی محبت وعقیدت نصیب فرماوے۔

نظر سے حفاظت کی دو دعائیں

ایک بات مضمون سے ہٹ کر بتاتا ہوں، گھروں میں بہت سی مرتبہ بچوں کو نظر لگ جاتی ہے تو نظر کی دو دعائیں میں آپ کو بتلاتا ہوں جو حدیث میں آئی ہیں، ایک دعا یہ ہے: أُعِيْذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَ هَامَّةٍ وَ مِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ۔

یہ بہت اچھی دعا ہے، حضرت نبیٔ کریم ﷺ اپنے دونوں نواسے حضرت حسن اور حضرت حسین کی نظر سے حفاظت کے لیے یہ دعا پڑھتے تھے۔

دوسری دعا یہ آئی ہے: اَللّٰهُمَّ ذَا السُّلْطَانِ الْعَظِيْمِ وَالْمَنِّ الْقَدِيْمِ ذَاالْوَجْهِ الْكَرِيْمِ وَلِيِّ الْكَلِمَاتِ التَّامَّاتِ وَ الدَّعَوَاتِ الْمُسْتَجَابَاتِ، عَافِ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ مِنْ اَنْفُسِ الْعَيْنِ وَاَعْيُنِ الْاِنْسِ۔

حسن حسین کی جگہ پر اپنے بچے کا نام بول دیجیے، اللہ تعالیٰ اس دعا کی برکت سے بھی نظر سے حفاظت فرماتے ہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

حضرت عکرمہ ابن ابی جہل رضی اللہ عنہ کی بیوی:
حضرت ام حکیم بنت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہا
کا واقعہ

اقتباس

ایمان کی برکت سے اللہ کا عجیب ڈر

عکرمہ پہلے سے کشتی میں بیٹھے بیٹھے نیت کر چکے تھے، اب بیوی بھی سمجھا رہی ہے؛ اس لیے مان گئے اور پھر مکہ آنے کے لیے روانہ ہو گئے۔

یمن سے مکہ کا راستہ لمبا ہے، کتنے دنوں سے دونوں میاں بیوی الگ الگ تھے، راستے میں عکرمہ نے اپنی بیوی سے کہا کہ: مجھے تمھارے ساتھ اپنی ضرورت پوری کرنی ہے؛ یعنی جماع کرنا ہے۔

حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا کا ایمان دیکھو! سفر میں کوئی اور دیکھنے والا نہیں؛ لیکن صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ: تو کافر ہے اور میں ایمان لا چکی ہوں؛ اس لیے ابھی تو مجھے چھو بھی نہیں سکتا، تو اپنی ضرورت مجھ سے پوری نہیں کر سکتا۔

ایمان اور حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک صحبت کی برکت سے دل میں اللہ کا کیسا ڈر آ چکا تھا!!! اللہ تعالیٰ امت کے تمام مسلمان بھائی بہنوں کو اپنا ڈر، اپنا خوف عطا فرماوے، آمین۔

اگر اللہ کا ڈر آ جاوے تو ہر طرح کے ناجائز تعلقات سے بچنا آسان، حرام کاموں سے بچنا آسان، گناہوں سے بچنا آسان، غیر مردوں سے دور رہنا آسان ہو جائے گا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى.

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

فَإِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٥﴾

ترجمہ: سو جب وہ لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اسی (اللہ تعالیٰ) پر خالص عقیدہ رکھ کر اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگتے ہیں، پھر جب ہم ان کو بچا کر زمین کے کنارے لے آتے ہیں تب وہ شرک کرنے لگتے ہیں۔

وَقَدْ سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الدِّيْنِ،مَا الدِّيْنُ يا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ۔

ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا گیا: دین کس چیز کا نام ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: دین خیر خواہی کا نام ہے۔

خوشی، غمی ہر موقع پر اللہ کی طرف متوجہ ہونا چاہیے

اللہ تعالیٰ نے ہم ایمان والوں کو اسی کے سامنے مانگنے اور دعا کرنے کا حکم دیا ہے، چاہے مصیبت اور تکلیف کا موقع ہو، یا راحت اور امن کا موقع ہو، خوشی کا موقع ہو، یا غمی کی حالت ہو، ہر موقع پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی سے دعا کرنی چاہیے، اللہ ہی کی طرف متوجہ رہنا چاہیے۔

مکہ کے کافر بھی مصیبت کے وقت اللہ ہی کو پکارتے تھے

جن لوگوں کے دل میں ایمان نہیں ہوتا ایسے لوگ جب کسی مصیبت میں پھنستے ہیں، پریشانی کے عالم میں آجاتے ہیں تو ایسے موقع پر وہ بھی ایک اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں مکہ کے کافر تین سو ساٹھ کے قریب بتوں کی عبادت کرتے تھے؛ لیکن اس کے باوجود بھی وہ اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے، ان کا عقیدہ یہ تھا کہ: یہ چھوٹے چھوٹے جو پتھر کے بنے ہوئے بت ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں، اتنی بڑی دنیا، اتنا بڑا نظام اللہ تعالیٰ کے لیے۔نعوذ باللہ۔اکیلے چلانا مشکل ہے، یہ ہمارے پتھروں کے معبود اللہ کی مدد کرتے ہیں، یہ سب اس دنیا کو چلانے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ہیں۔

مکہ کے کافروں کے بت اور ان میں سے بعضوں کے نام

مکہ میں کافروں کے بڑے بڑے بت تھے: لات، منات، عزّیٰ، بعل، ہُبُل، یہ سب بڑے بڑے دیوتا تھے، کوئی پتھر کا بنا ہوا تھا، کوئی سونے کا بنا ہوا تھا، کوئی لکڑی کا بنا ہوا تھا، قرآن میں بتوں کا تذکرہ آیا ہے:

اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی ﴿۱۹﴾ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی ﴿۲۰﴾ (النجم)

ترجمہ: کیا بھلا تم نے لات اور عزیٰ ﴿۱۹﴾ اور اس ایک تیسرے منات (کے حال) پر غور کیا؟ ﴿۲۰﴾

اِس آیت میں ''لات، عزّیٰ'' اور ''منات'' تین بتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

اَتَدۡعُوۡنَ بَعۡلًا وَّتَذَرُوۡنَ اَحۡسَنَ الۡخَالِقِیۡنَ ﴿۱۲۵﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمۡ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۱۲۶﴾ (الصافات)

ترجمہ: کیا تم بعل (دیوتا) کو پکارتے ہو اور سب سے اچھے بنانے والے (اللہ تعالیٰ) کو تم لوگ چھوڑ دیتے ہو؟ ﴿۱۲۵﴾ اللہ تعالیٰ تو تمھارے رب ہیں اور تمھارے اگلے باپ دادوں کے (بھی) رب ہیں ﴿۱۲۶﴾

اِس آیت میں ''بعل'' نامی بت کا تذکرہ ہے۔

بخاری شریف ''بابُ غزوۃِ اُحُد'' میں ایک حدیث ہے کہ: جب احد کی جنگ ختم ہوگئی اور قریش نے واپسی کا ارادہ کیا تو ابوسفیان نے پہاڑ پر چڑھ کر پکارا:

أَفِي الْقَوْمِ مُحَمَّدٌ؟

کیا تم لوگوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی جواب نہ دے۔

اسی طرح ابوسفیان نے تین بار آواز دی؛ مگر کوئی جواب نہ ملا۔

اس کے بعد یہ آواز دی:

أَفِي الْقَوْمِ ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ؟

کیا تم لوگوں میں ابن ابی قحافہ (یعنی ابوبکر صدیق) زندہ ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی جواب نہ دے۔ اس سوال کو بھی تین بار کہہ کر خاموش ہوگیا۔

پھر یہ آواز دی: أَفِي الْقَوْمِ ابْنُ الْخَطَّابِ؟

کیا تم میں عمر بن الخطاب زندہ ہیں؟

اِس فقرہ کو بھی تین مرتبہ دہرایا؛ مگر جب کوئی جواب نہ آیا تو اپنے رفقا سے خوش ہو کر یہ کہا:

أَمَا هٰؤُلَاءِ فَقَدْ قُتِلُوْا، فَلَوْ كَانُوْا أَحْيَاءً لَأَجَابُوْا۔

بہر حال! یہ سب قتل ہو گئے، اگر زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تاب نہ لا سکے اور اونچی آواز سے کہا:

كَذَبْتَ وَاللّٰهِ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ! أَبْقَى اللّٰهُ عَلَيْكَ مَا يُحْزِنُكَ۔

اے اللہ کے دشمن! خدا کی قسم! تو نے بالکل غلط کہا، تیرے رنج وغم کا سامان اللہ تعالیٰ نے ابھی باقی رکھ چھوڑا ہے۔

اس کے بعد ابوسفیان نے (وطن اور قوم کے ایک بت کا نعرہ لگایا) اور یہ کہا:

اُعْلُ هُبُلْ، اُعْلُ هُبُلْ۔

اے ہبل! تو بلند ہو، اے ہبل! تیرا دین بلند ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: اس کے جواب میں یہ کہو:

اَللّٰهُ اَعْلٰى وَاَجَلُّ۔

اللہ ہی سب سے اعلیٰ اور ارفع اور بزرگ اور برتر ہے۔

پھر ابوسفیان نے کہا:

إِنَّ لَنَا عُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَكُمْ۔

ہمارے پاس عزٰی ہے، تمھارے پاس عزٰی نہیں؛ یعنی ہم کو عزت حاصل ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: یہ جواب دو:

اَللّٰہُ مَوْلٰنا وَلَا مَوْلٰی لَکُمْ۔

اللہ ہمارا آقا اور والی معین اور مددگار ہے، تمھارا کوئی والی نہیں۔

فَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْر۔

یعنی عزت صرف اللہ سبحانہ تعالیٰ سے تعلق میں ہے، عزٰی کے تعلق میں عزت نہیں؛ بلکہ ذلت ہے۔ (از سیرتِ مصطفیٰ)

اس میں ''ہبل اور عزّٰی'' نامی بتوں کا تذکرہ ہے۔

بہر حال! اِس طرح ان کے تین سو ساٹھ (۳۶۰) کے قریب الگ الگ بت تھے جن میں بعض کے نام قرآن میں آئے ہیں اور بعض کے حدیث میں بھی آئے ہیں۔

کعبہ کی دیوار پر زیادہ تر کانچ کے بت تھے

ان تین سو ساٹھ بتوں کو انھوں نے کعبہ کی چاروں دیواروں پر چپکا کر رکھا تھا، یہ زیادہ تر کانچ کے بنے ہوئے تھے، جب کعبہ کا طواف کرتے تھے تو ساتھ میں ان بتوں کی بھی نیت کرتے تھے اور تین سو ساٹھ خدا اس لیے تھے کہ سال میں تین سو ساٹھ دن ہوتے ہیں تو ہر دن وہ الگ الگ دیوتا اور بت کی عبادت کرتے تھے۔

جب مصیبت ختم ہو جاتی تو پھر شرک کرنے لگتے

قرآن کی بہت ساری آیتوں میں یہ مضمون آیا ہے کہ جب یہ کافر لوگ کسی مصیبت میں پھنستے تو ان کو اس وقت ان کے یہ پتھروں کے بت یاد نہیں آتے؛ بلکہ وہ

ایک اللہ کو پکارتے تھے اور ایک اللہ سے مدد مانگتے تھے، یہ ان لوگوں کا ایک مجبوری کے درجے کا حال تھا؛ جیسے سمندر کے سفر میں نکلے، اُس زمانے میں بھی جدہ بندرگاہ (Port) تھی، وہاں سے سٹیمر (Steamer)، کشتیاں جاتی تھیں، کبھی بیچ سمندر میں طوفان آجاتا، ہوا کی آندھی آجاتی تو ایسے موقع پر وہ ایک اللہ کو پکارتے اور جب امن و سلامتی کے ساتھ دریا کے کنارے پہنچ جاتے تو پھر اللہ کے ساتھ شرک کرنے لگتے، بتوں کو پکارنے لگتے؛ گویا مجبوری میں اللہ کو پکارا، مجبوری ختم ہوگئی تو بتوں کی عبادت کرنا شروع کردیتے۔

ہمارا ایمانی تقاضا

ہمارے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ہم مصیبت میں ہوں یا امن کی حالت میں، خوشی میں ہوں کہ غم میں، تنگی میں ہوں کہ راحت میں، ہر حال میں ایک اللہ کو پکارنے والے بنیں، یہ ہر ایمان والے مرد اور ایمان والی عورت کے ایمان کا تقاضا ہے، ایسا نہیں کہ تکلیف آئی تو اللہ کو پکارا، اور خوشی کی حالت آئی تو اللہ کو بھول گئے، یہ ایمان والوں کا کام نہیں ہے، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ہمیشہ راحت، سلامتی، امن، سکون، چین عطا فرماوے اور ہر موقع پر اللہ تعالیٰ اس کی طرف انابت، رجوع، اس کی بارگاہ میں مانگنا، اس کے دربار میں دعا کرنے والا ہم سب کو بنا دیوے، آمین۔

دین خیر خواہی کا نام ہے

ایک دوسرا مضمون بھی سمجھو! یہ حدیث مشکوۃ شریف میں موجود ہے، حضرت

نبیٔ کریم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ: ما الدین یا رسول اللہ!

دین کس کو کہتے ہیں؟۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے جواب دیا: الدین النصیحة۔

دین خیرخواہی کا نام ہے۔

یعنی ہر ایک کے لیے بھلائی چاہنا، اس جذبے کا نام دین ہے، بڑا پیارا سوال ہوا اور بڑا اعلیٰ جواب ہوا!!!

اولاد کی خیرخواہی

مثال کے طور پر آپ کا بیٹا ہے، آپ کی بیٹی ہے، اللہ نے اولاد جیسی نعمت عطا فرمائی ہے تو ان کے حق میں بھلائی یہ ہے کہ وہ دین دار بن جاویں، اللہ کا دین سیکھ لیویں، ماں اپنی اولاد کو اللہ کا نام سکھاوے، نماز سکھاوے، دعائیں سکھاوے، حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی سیرت بتلاوے، ان کو اچھے اخلاق سکھلاوے، اولاد کو بری چیزوں سے روکے، اولاد کو ٹیلی وِژن (TV) سے روکے، گانا بجانے (Music) سے روکے، ناجائز اور حرام کھیلوں سے روکے، یہ ہے اپنی اولاد کے بارے میں خیرخواہی۔

مسلمان بھائی بہن کی خیرخواہی

اسی طرح ہماری کوئی مسلمان بہن ہے، چاہے رشتے کی بہن ہو یا ایمانی بہن ہو، اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہماری وہ بہن کیسے دین دار بن جاوے؟ کیسے نمازی بن جاوے؟ برقع پہننے والی بن جاوے اور گناہ سے بچنے والی بن جاوے، اس کی فکر اور کوشش کرنا یہ اس کے ساتھ خیرخواہی ہوئی، یہی جذبہ ہمارے گھر پر جو کام کرنے کے

لیے آتے ہیں ان کے لیے بھی ہو۔

افریقہ والوں کے لیے بہت بڑی اللہ کی نعمت

دینی بہنو! آپ کے گھروں میں یہاں کے مقامی (African) لوگ جو کام کاج کرتے ہیں، خدمت کرتے ہیں یہ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے، اللہ کی اس نعمت کی ہمیشہ قدر کرنا، دنیا کے کئی ملکوں میں ہم نے دیکھا: انگلینڈ، کینیڈا، پناما، نیوزی لینڈ اور دوسرے ملکوں کے سفروں میں دیکھا کہ ہماری دینی بہنوں کو خود گھر میں جھاڑو دینا، کارپیٹ پر مشین چلانا، برتن دھونا، کھانا پکانا، بچوں کو نہلانا، کپڑے پہنانا، ان کو وقت پر اسکول، مدرسہ لے جانا اور لانا، مہمانوں کے لیے کھانا پکانا، یہ سب کام ہماری دینی بہنیں خود کرتی ہیں، اللہ کا احسان مانو! اللہ تعالیٰ نے مرد، عورت کی شکل میں یہ خادم کی بہت بڑی نعمت عطا فرمائی ہے، اب ان کے لیے خیر خواہی کیا ہے؟

گھروں میں کام کرنے والوں نوکروں کی خیر خواہی

ان کے لیے خیر خواہی یہ ہے کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے غلام اور باندیوں کے لیے ارشاد فرمایا: جیسا تم کھاؤ ویسا ان کو کھلاؤ، جیسا تم پہنو ویسا ان کو پہناؤ، جیسے تم اپنے لیے مکان کی فکر کرو ان کے لیے بھی مکان کی فکر کرو۔

حدیث میں آیا ہوا ایک عجیب واقعہ

اس سلسلے میں حدیث میں ایک عجیب واقعہ آیا ہے:

وَعَنِ الْمَعْرُوْرِ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ: رَاَيْتُ اَبَا ذَرٍ رضی اللہ عنہ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَعَلٰى غُلَامِهِ

مِثْلُهَا، فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ، فَذَكَرَ أَنَّهُ قَدْ سَابَّ رَجُلاً عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَعَيَّرَهُ بِأُمِّهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِنَّكَ إِمْرَؤٌ فِيْكَ جَاهِلِيَّةٌ. هُمْ إِخْوَانُكُمْ وَ خَوَلُكُمْ، جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ أَيْدِيْكُمْ. فَمَنْ كَانَ أَخُوْهُ تَحْتَ يَدِهِ، فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ، وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلَا تُكَلِّفُوْهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ، فَإِنْ كَلَّفْتُمُوْهُمْ فَأَعِيْنُوْهُمْ. (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت معرور بن سوید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ان کے جسم پر ایک جوڑا (سوٹ) تھا، ان کے غلام کے جسم پر بھی اسی جیسا جوڑا تھا، اس سلسلے میں میں نے ان سے پوچھا: (کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ یعنی آپ کا اور غلام جوڑا الگ الگ ہوتا، آپ مکمل عمدہ اعلیٰ قسم کا پہنتے؟)

بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ ایک جوڑا اعلیٰ قسم کا تھا اور دوسرا جوڑا گھٹیا قسم کا تھا، دونوں میں کی ایک ایک چادر حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کے جسم پر تھی، اور دوسری ایک اس غلام کو دے رکھی تھی، ان کے اوپر بھی ایک چادر اعلیٰ تھی اور ایک چادر گھٹیا تھی اور غلام کے اوپر بھی ایسا ہی تھا، اس طرح دونوں برابر ہو گئے تھے۔

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بتلایا: نبیٔ کریم ﷺ کے زمانے میں ایک مرتبہ میرا ایک غلام کے ساتھ جھگڑا ہوا تھا، تو میں نے اس کو ماں کا نام دے کر عار دلائی تھی، اس پر حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم ایک ایسے آدمی ہو کہ تمھارے اندر جاہلیت کی خو بو اور خصلت موجود ہے، یہ (غلام) انسان ہونے کے ناطے تمھارے بھائی ہیں (اگر ابھی تمھارے خادم ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی حکمت کی بنیاد پر) ان کو تمھارے ماتحت کر دیا ہے؛ لہٰذا جس کے

ماتحت اس کا بھائی ہو (دیکھیے! غلام کو بھائی سے تعبیر کیا) تو اس کو چاہیے کہ خود جو کھاتا ہے اسی میں سے اس کو بھی کھلائے، اور جو خود پہنتا اسی میں سے اس کو بھی پہنائے اور ان غلاموں کو ایسے کام نہ سونپیں جو ان پر غالب آجائیں (یعنی جس کے انجام دینے میں ان کو تکلیف اور اگر مشقت والا کوئی کام کبھی سونپ دیا ہو) تو تم بھی ان کی مدد کرو۔

دوسرا واقعہ

روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا کچھ جھگڑا ہو گیا تھا، اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ چوں کہ سیاہ فام اور کالے تھے اس لیے انھوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ کہہ دیا کہ: ''یا ابن السّوداء'' ''اے کالی عورت کے بیٹے'' اور ظاہر ہے کہ رنگ و نسل کی بنیاد پر کسی کو عار اور شرم دلانا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جا کر حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کر دی کہ: اے اللہ کے رسول! ان کے ساتھ میرا یہ معاملہ ہوا تو انھوں نے مجھے یہ کہہ کر عار دلائی (گویا ماں کی گالی دی) تو چونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ پہلے غلام بھی رہ چکے تھے، اور جو آدمی پہلے غلام رہ چکا ہو اس کو بھی اس کے حق میں عار کی چیز سمجھا جاتا تھا؛ اس لیے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم ایک ایسے آدمی ہو کہ تمھارے اندر جاہلیت کی خو بو اور خصلت موجود ہے۔

مسلم شریف کی روایت میں ہے: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ ارشاد فرمایا تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس بڑھاپے میں جبکہ میری عمر اتنی زیادہ ہو گئی ہے، پھر بھی ابھی تک میرے اندر یہ بات موجود ہے؟

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں، اب بھی موجود ہے۔

روایتوں میں آتا ہے کہ یہ سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فوراً وہیں لیٹ گئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: میرے گال پر پاؤں رکھو، اور جب تک حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ان کے رخسار پر پاؤں نہیں رکھے وہاں تک انھوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو نہیں چھوڑا۔ (از حدیث کے اصلاحی مضامین، جلد: ۱۲)

بہر حال! بڑی بات یہ ہے کہ گھر میں رہنے والوں کو اللہ کا دین سکھاؤ، اللہ کی پہچان کراؤ، اسلام کی پہچان کراؤ، ہماری محنت اور کوشش کی برکت سے وہ جہنم سے جنت میں جانے والے بن جاویں، یہ ان کے حق میں بہت بڑی خیر خواہی ہے۔

بڑے افسوس کی بات!

میری دینی بہنو! کبھی تو دل میں سوچو! بے چارے پوری زندگی ہمارے گھروں میں لگا دیتے ہیں، کوئی بیس سال، کوئی تیس سال، کوئی پچاس سال، کوئی بچپن سے لے کر موت تک کام کرتا ہے، ہم نے ان کو کھلایا، پلایا، ان کو تنخواہ دی؛ لیکن کبھی ہم نے ان کی قبر اور آخرت کی فکر نہیں کی؛ لہذا ان کی آخرت کی فکر کرو، محبت سے ان کو ایمان سمجھاؤ، اسلام سمجھاؤ، اللہ کا دین سمجھاؤ، یہ ہے خیر خواہی، یہ ہے بھلائی چاہنا جو حدیث میں حضرت نبئ کریم ﷺ نے فرمائی۔

شوہر کی خیر خواہی

جو بہنیں شادی شدہ ہیں، ان کے شوہر ہیں، ان کے لیے کیا خیر خواہی ہے؟

ان کا شوہر بھی نمازی بن جاوے، ان کا شوہر بھی چہرے پر سنت کے مطابق داڑھی رکھنے والا بن جاوے، حلال روزی کماوے، حرام روزی سے اپنے آپ کو بچاوے، دین دار بن جاوے، یہ آپ کے شوہر کے حق میں آپ کی خیر خواہی ہوئی۔

اگر ایک بہن دین دار ہے؛ لیکن وہ اپنے شوہر کے لیے ذرہ برابر بھی فکر نہیں کرتی، شوہر کو سمجھاتی بھی نہیں ہے، شوہر کو اللہ ورسول کی دو باتیں بھی نہیں سناتی، تو یہ بہن اپنے شوہر کے لیے اچھا سوچنے والی نہیں ہے، اپنے شوہر کی بھلائی کے بارے میں خیانت کرنے والی ہے، خیر خواہی کا تقاضہ یہ ہے کہ آپ اپنے شوہر کو بھی دین دار بنانے کی محنت کرو، ان کی زندگی میں دین آجاوے اس کی کوشش کرو۔

اصل قصہ

اب آپ کو ایک قصہ سناتا ہوں، حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا مبارک زمانہ ہے، ہجرت کا آٹھواں سال ہے، اُس وقت تک مکہ کافروں کا مرکز تھا، حضرت نبیٔ کریم ﷺ تقریباً دس ہزار صحابہؓ کی جماعت کو لے کر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔

مکہ مکرمہ کی حرمت

قرآن میں ہے: لَآ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِ ۞ وَاَنۡتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الۡبَلَدِ ۞ میں اس (مکہ) شہر کی قسم کھاتا ہوں ﴿۱﴾ اور تمھارے لیے اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے۔

(دوسرا ترجمہ) اور تم (ابھی) اس شہر میں اترے ہوئے (یعنی مقیم) ہو (مکہ

شہر پہلے سے ہی بابرکت ہے؛ لیکن حضرت نبئ کریم ﷺ کی اس شہر میں ولادت باسعادت اور پھر آپ ﷺ کے مکہ میں قیام نے مکہ شہر کی برکتوں کو بڑھا دیا۔

(تیسرا ترجمہ) اور تمھارا (قتل) اس شہر والوں (کی نظر میں) حلال (سمجھا جارہا) ہے (یعنی مکہ والوں نے حرم کا بھی لحاظ نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ کے آخری نبی کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا جس کے نتیجہ میں ہجرت کا واقعہ پیش آیا۔ (از تیسیر القرآن)

یہ مکہ شہر جو حرم؛ یعنی احترام والا ہے، اس مکہ میں جس دن حضور ﷺ تشریف لے گئے تو تھوڑے سے وقت کے لیے اس حرمت کو اللہ نے اٹھا کر حضور ﷺ کے لیے حلال کیا تھا، فتحِ مکہ سے پہلے بھی ادب واحترام والا اور اس کے بعد بھی قیامت تک ادب واحترام والا؛ لیکن ایک دن اور اس میں بھی تھوڑے سے وقت کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت نبئ کریم ﷺ کے لیے مکہ کو حلال کیا تھا۔

لیکن جنگ کی نوبت نہیں آئی

حضرت نبئ کریم ﷺ کی کوشش یہ تھی کہ لڑائی نہ ہو، جنگ نہ ہو، اطمینان کے ساتھ مکہ سے کافروں کی حکومت ختم ہو جائے اور مکہ دار الاسلام بن جاوے، اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی مراد پوری فرمائی اور بہت اطمینان سے مکہ فتح ہو گیا۔ جس کا واقعہ تفصیل سے ان شاء اللہ! پیش کیا جاوے گا۔

عام معافی کا اعلان

حضور ﷺ نے عام معافی کا اعلان کر دیا کہ جو میری چچازاد بہن ام ہانی رضی اللہ عنہا

کے مکان میں داخل ہوجاوے اس کو امن ہے، اس کو ہم قتل نہیں کریں گے، جو حرم میں داخل ہوجاوے اس کو بھی امن ہے، جو لوگ اپنے گھر کے دروازے بند کر لیویں ان کو بھی امن ہے، ہر ایک لیے امن، معافی اور جان بخشنے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کر دیا۔

اس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو مکہ میں مرد، عورت، بچے، بوڑھے ہر ایک کو قتل کروا دیتے؛ اس لیے کہ مکہ کی عورتیں بھی ظالمہ تھیں، اللہ کے نبی کے راستے میں کانٹے بچھایا کرتی تھیں، اللہ کے نبی پر کچرا ڈالا کرتی تھیں، نبی کا مذاق اُڑایا کرتی تھیں؛ لیکن حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو معاف کر دیا۔

گیارہ مرد اور تین عورتوں کو معافی نہیں

البتہ گیارہ مرد اور چار عورتیں بڑی خطرناک تھیں، ان کے لیے اعلان ہوا کہ ان کو معافی نہیں ہے، ان گیارہ مردوں میں ایک بہت بڑا نام ''عکرمہ'' ہے، یہ عکرمہ کون ہے؟ اِس امت کے فرعون ابوجہل کا بیٹا ہے، ابوجہل تو بدر کی لڑائی میں مار دیا گیا تھا؛ لیکن اس کا بیٹا عکرمہ، جیسا باپ ویسا بیٹا، ابوجہل بھی اللہ کے نبی کو ستاتا تھا، اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا عکرمہ بھی حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ستاتا تھا۔

ان گیارہ میں سے ایک عکرمہ یمن کی طرف بھاگ گیا

عکرمہ کو پتہ چل گیا کہ میرے لیے معافی نہ ہونے کا اعلان ہو چکا ہے، اگر ایمان لے آتا، توبہ کر لیتا تو معافی ہو جاتی؛ لیکن اس وقت وہ ایمان نہیں لایا اور اپنی جان بچا کر مکہ سے یمن کی طرف بھاگ گیا، یمن جا کر اس کی نیت یہ تھی کہ کشتی میں بیٹھ

کر حبشہ یا کسی دوسرے ملک میں چلا جاؤں، وہ یمن گیا، وہاں سے کشتی کرایہ پر لی، اس میں بیٹھ گیا اور کشتی روانہ ہوگئی۔

سمندر میں طوفان

کشتی دریا میں چل رہی تھی کہ اچانک طوفان آیا، آندھیاں چلنے لگیں اور ایسی حالت ہوگئی کہ وہ کشتی ڈوب جاوے، اس نے کشتی میں بیٹھے بیٹھے پتھر، مٹی اور لکڑی کے اپنے بنائے ہوئے خداؤں کو پکارنا شروع کیا کہ: میری مدد کرو۔

سمندر میں لات وعزّٰی مدد نہیں کر سکتے

کشتی کے ملاح (کپتان) نے کہا کہ: اس دریا میں پتھر کے خدا: لات اور عزّٰی تیری مدد نہیں کر سکتے، ایک اللہ کو پکار وہ مدد کریں گے۔

عکرمہ کی اچھی نیت

عکرمہ بڑا ہوشیار آدمی تھا، سردار کا بیٹا تھا، اس نے سوچا کہ دریا میں لات و عزّٰی نہیں بچا سکتے اور ایک اللہ ہی بچا سکتے ہیں تو زمین پر بھی ایک اللہ ہی بچا سکتے ہیں اور اللہ ہی حفاظت کر سکتے ہیں، اس نے اپنے دل میں نیت کی کہ اگر میں صحیح سلامت زمین پر پہنچ گیا اور یہ طوفان ختم ہوگیا تو میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤں گا اور شرک وکفر سے توبہ کر کے ایمان قبول کرلوں گا۔

اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہوا، طوفان ختم ہوگیا، کشتی اطمینان سے کنارے پر پہنچ گئی، اِدھر یہ قصہ ہوا۔

ام حکیم رضی اللہ عنہا کا ایمان اور اپنے شوہر کے لیے امان طلب کرنا

اُدھر دوسری طرف اس کی بیوی ام حکیم۔ جو اس کے سگی چچا کی لڑکی تھی وہ۔ فتحِ مکہ کے موقع پر ایمان لے آئی، حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا کا جذبہ تو دیکھو! یہی میں آپ کو سنانا چاہتا ہوں، وہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور آ کر کہتی ہے کہ: حضور! میرا شوہر عکرمہ ایمان نہیں لایا، وہ جان بچانے کے لیے بھاگ گیا ہے؛ کیوں کہ آپ نے اس کے قتل کرنے کا حکم دیا ہے، میں آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ آپ میرے شوہر کو بھی امان دے دیجیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عکرمہ کو امان دینا

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بڑے رحم والے تھے، ایک عورت جو ایمان لائی وہ اپنے شوہر کے لیے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے درخواست کر رہی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی درخواست قبول کر لی اور فرمایا: ٹھیک ہے، تمھارا شوہر عکرمہ کافر ہے؛ لیکن ہم اس کو معاف کر دیتے ہیں۔

بیوی شوہر کی تلاش میں

اس کے بعد ان کی بیوی اپنے شوہر کو تلاش کرنے کے لیے نکلی۔ مکہ سے یمن دور ہے۔ بیوی تلاش کرتے کرتے یمن پہنچی، اللہ اکبر!

شوہر اور بیوی کی ملاقات ہو گئی، بیوی ام حکیم رضی اللہ عنہا نے عکرمہ کو کہا کہ: میں تیرے لیے تیری جان بچانے کا پروانہ (certificate) لے کر آئی ہوں، اللہ کے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے معاف کردیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تین خوبیاں

اِس موقع پر حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا نے اپنی زبان سے اپنے شوہر عکرمہ کے سامنے بڑی زبردست بات کہی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تین خوبیاں بیان کی، ام حکیم رضی اللہ عنہا نے کہا:

جِئْتُكَ مِنْ اَوْصَلِ النَّاسِ، وَاَبَرِّ النَّاسِ، وَخَيْرِ النَّاسِ،لَا تُهْلِكْ نَفْسَكْ،وَقَدِ اسْتَأْمَنْتُ لَكَ مِنْهُ،فَاَمَّنَكَ۔

یعنی میں تیرے لیے ایسے انسان کے پاس سے معافی کا سرٹیفکیٹ لے کر آئی ہوں: ① جو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے (یعنی رشتے داروں کے ساتھ تعلق کو جوڑنے) والے ہیں۔

② جو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ نیکی کرنے والے ہیں۔

③ جو تمام لوگوں میں سب سے بہتر ہیں۔

قطع رحمی کرنے والی کی شبِ قدر میں بھی مغفرت نہیں ہوتی

میری دینی بہنو! یہ تینوں خوبیاں اپنی زندگی میں اتارو، پہلی خوبی: صلہ رحمی۔ رشتے داروں کے ساتھ اچھا تعلق رکھنا یہ ہمارے دینِ اسلام میں بہت بڑی نیکی کا کام ہے؛ بلکہ جو لوگ رشتے داریوں کو کاٹتے ہیں، رشتے داروں کے ساتھ بات تک نہیں کرتے ایسے لوگوں کی لیلۃ القدر میں بھی مغفرت نہیں ہوتی ہے۔

آئندہ کل سے اخیری عشرہ شروع ہو رہا ہے، کوئی بھی رات شبِ قدر ہو سکتی ہے؛ اس لیے اگر کسی رشتے دار کے ساتھ جھگڑا ہو گیا ہے، بات چیت بند ہے تو پہلی فرصت میں سلام کرلو، بات شروع کردو، رشتے داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی بہت بڑی فضیلت آئی ہے، تمام رشتے دار خواہ اپنے شوہر کی طرف کے ہوں یا اپنے والدین کی طرف کے ہوں، دونوں طرف کے رشتے داروں کے ساتھ اچھا سلوک اور برتاؤ کرو۔

اپنے اندر نیکی لاؤ

دوسری خوبی: نیکی۔ اپنے اندر نیکی لاؤ، گناہ سے اپنے آپ کو بچاؤ، رمضان کا مبارک مہینہ زندگیوں میں تبدیلی لانے کا مہینہ ہے، آج تک کی زندگی گناہوں میں اور نافرمانی میں گذر گئی، اب رو دھو کر سچی پکی توبہ کر کے اپنی زندگیوں کو بدلو اور گناہ سے نیکی کے راستے پر آجاؤ، اِس کو کہتے ہیں ''أَبَرُّ النَّاسِ''؛ یعنی لوگوں میں سب سے زیادہ نیکی کرنے والے۔ اللہ تعالیٰ مجھے، آپ کو اور پوری دنیا کے اہلِ ایمان کو نیکی والی صفت اپنانے کی توفیق عطا فرماوے، آمین۔

اور تیسری خوبی: خیر الناس؛ یعنی لوگوں میں سب سے اچھے ہیں۔

اس کے بعد حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر سے کہا کہ: میرے ساتھ مکہ واپس چلو اور حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہو جاؤ اور اپنے شرک و کفر سے توبہ کر لو، ایمان قبول کرلو۔

ایمان کی برکت سے اللہ کا عجیب ڈر

عکرمہ پہلے سے کشتی میں بیٹھے بیٹھے نیت کر چکے تھے، اب بیوی بھی سمجھا رہی ہے؛ اس لیے مان گئے اور پھر مکہ آنے کے لیے روانہ ہو گئے۔

یمن سے مکہ کا راستہ لمبا ہے، کتنے دنوں سے دونوں میاں بیوی الگ الگ تھے، راستے میں عکرمہ نے اپنی بیوی سے کہا کہ: مجھے تمھارے ساتھ اپنی ضرورت پوری کرنی ہے؛ یعنی جماع کرنا ہے۔

حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا کا ایمان دیکھو! سفر میں کوئی اور دیکھنے والا نہیں؛ لیکن صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ: تو کافر ہے اور میں ایمان لا چکی ہوں؛ اس لیے ابھی تو مجھے چھو بھی نہیں سکتا، تو اپنی ضرورت مجھ سے پوری نہیں کر سکتا۔

ایمان اور حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک صحبت کی برکت سے دل میں اللہ کا کیسا ڈر آ چکا تھا!!!

اللہ تعالیٰ امت کے تمام مسلمان بھائی بہنوں کو اپنا ڈر، اپنا خوف عطا فرماوے، آمین۔

اگر اللہ کا ڈر آ جاوے تو گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے

اگر اللہ کا ڈر آ جاوے تو ہر طرح کے ناجائز تعلقات سے بچنا آسان، حرام کاموں سے بچنا آسان، گناہوں سے بچنا آسان، غیر مردوں سے دور رہنا آسان ہو جائے گا۔

عکرمہ آرہے ہیں تم ان کے باپ کو برا مت کہنا

بیوی شوہر کو سمجھا بجھا کر مکہ لے آئی، حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو پتہ چل گیا کہ عکرمہ آرہے ہیں تو وہاں جو صحابہ مجلس میں موجود تھے ان کو حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لِأَصْحَابِهِ: يَأْتِيْكُمْ عِكْرَمَةُ بْنُ أَبِي جَهْلٍ مُهَاجِرًا، فَلَا تَسُبُّوْا أَبَاهُ، فَإِنَّ سَبَّ الْمَيِّتِ يُؤْذِيْ الْحَيَّ، وَلَا يَبْلُغُ الْمَيِّتَ۔

دیکھو: عکرمہ ہجرت کر کے ایمان قبول کرنے کے لیے آرہے ہیں، جب وہ آجاوے تو تم اس کے باپ کو گالی مت دینا؛ اس لیے کہ۔ اگرچہ اس کا باپ اِس امت کا فرعون، نبی کا دشمن اور اسلام کا دشمن تھا؛ مگر۔ تم اس کے مرے ہوئے باپ کو گالی دو گے تو اس کے زندہ بیٹے کو تکلیف پہنچے گی اور مرے ہوئے کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

گالی دینا کتنی بری بات ہے؟

اندازہ لگاؤ! ایک مرا ہوا انسان جو کافر تھا، کافروں کا لیڈر تھا، اِس امت کا فرعون تھا، نبی کو ستانے والا تھا اس کو بھی حضور ﷺ نے گالی دینے سے منع فرمایا۔

آج ہم چھوٹی چھوٹی باتوں میں گالیاں تک دیتے ہیں، گندی گندی باتیں بولتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔

اس لیے گالی گلوچ سے اپنے آپ کو بچاؤ، اپنی اولاد کو بچاؤ، اپنی زبان کو کنٹرول میں رکھو۔

اللہ تعالیٰ ہماری ایسی گندی عادت سے حفاظت فرمائے، آمین۔

کافروں کے بتوں کو بھی گالی مت دو؛ ورنہ وہ تمھارے معبود کو گالی دیں گے

اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ قرآن میں فرمایا: وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ فَیَسُبُّوا اللّٰہَ عَدۡوًۢا بِغَیۡرِ عِلۡمٍ ؕ (الأنعام: ۱۳۷)

ترجمہ: اور (اے مسلمانو!) جن (بتوں) کی وہ (مشرکین) اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں تم ان کو برا مت کہو؛ ورنہ (کہیں ایسا نہ ہو کہ جہالت سے) بغیر سمجھے ہوئے حد سے آگے بڑھ کر وہ بھی اللہ تعالیٰ کو برا کہنے لگیں۔

یعنی جو کافروں کے بت ہیں، کافروں کے دیوی دیوتا ہیں ان کو بھی گالی مت دو، تم ان کے بتوں کو گالی دو گے تو وہ جہالت کی وجہ سے جواب میں اللہ کو گالی دیں گے اور اللہ کو گالی دینے کا ذریعہ تم بنو گے۔

دوسروں کے ماں باپ کو گالی مت دو؛ ورنہ!!!

اسی طرح دوسروں کے ماں باپ کو برا بھلا مت کہو؛ کیوں کہ سامنے والا تمھارے ماں باپ کو برا بھلا کہے گا اور تم اپنے ماں باپ کے لیے گالی کا ذریعہ بنو گے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کی چیزوں سے منع فرمایا ہے۔

پاکیزہ جذبہ

دینی بہنو! عکرمہ آئے، ایمان قبول کرلیا، اب عکرمہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن گئے۔

حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا کیسی وفادار، نیک جذبے والی اور خوش نصیب عورت تھیں کہ ان کی بدولت شوہر کو ایمان نصیب ہوا!!!

اللہ تعالیٰ ہماری دینی بہنوں کو ایسے پاکیزہ جذبات عطا فرماوے، جو اپنے شوہر، اپنی اولاد، اپنے خاندان کے لیے دین داری کے آنے کا ذریعہ بنے، ان شاء اللہ! یہ چیز آپ کے لیے جنت کا ذریعہ بنے گی، اللہ کی رضا کا ذریعہ بنے گی، اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے عزت کی دولت سے مالا مال فرمائیں گے۔

معافی مانگنے والا کبھی نیچا نہیں ہوتا

دینی بہنو! رمضان کا مبارک مہینہ ہے، زندگیوں میں کچھ تبدیلی لاؤ، آج تک جس کے ساتھ گالی گلوچ ہوگئی، تعلق توڑ دیا، لڑائی جھگڑا ہوگیا تو معافی مانگ لو، معافی مانگنے والا کبھی نیچا نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ اس کو اونچا مقام عطا فرماتے ہیں، آپ بات چیت، سلام شروع کردو، وہ اگر نہ کرے تو آپ کی ذمے داری ادا ہوگئی، اگر زیادہ بات کرنے میں جھگڑے کا خطرہ ہے تو صرف سلام کردو؛ لیکن دل میں میل، کینہ ہوگا تو لیلۃ القدر میں بھی مغفرت نہیں ہوتی ہے۔

ستر ہزار (70000) مرتبہ کلمۂ طیبہ پڑھنے کی فضیلت

روزوں کا مقصد ''دل میں اللہ کا ڈر آنا'' ہے، یہ آخری عشرہ ہے، روزانہ سحری کے وقت چار آٹھ رکعت تہجد پڑھ کر رو رو کر اللہ سے دعائیں کرو، افطار سے پہلے بھی دس پندرہ منٹ بیٹھ کر دعائیں کرو اور کلمہ طیبہ ''لا الٰہ الا اللہ'' ستر ہزار (۷۰۰۰۰) مرتبہ پورا

کرلو، حدیث میں آتا ہے کہ: جو کلمۂ طیبہ ستر ہزار مرتبہ پڑھ کر اپنے مرحومین کو ایصالِ ثواب کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کر دیتے ہیں۔

اسی طرح ہم اپنے لیے پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے یہاں محفوظ (reserve) کروا دیویں؛ تا کہ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے ہماری مغفرت کر دیوے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو رمضان کی برکت سے اپنی رضا کی دولت سے مالا مال فرما وے، آمین۔

سورۂ اخلاص اور سورۂ کافرون کی فضیلت

اخیر میں ایک سنت ذکر کر دوں: حضرت نبیٔ کریم ﷺ فجر سے پہلے کی دو رکعت سنتِ موٴکدہ میں اور مغرب کے بعد کی دو رکعت سنتِ موٴکدہ میں؛ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ''سورۂ کافرون'' اور دوسری رکعت میں ''الحمد'' کے بعد ''سورۂ اخلاص'' پڑھا کرتے تھے۔

اس کی عادت بنالو، اس کا بہت بڑا فائدہ ہے۔

ترمذی شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے حضرت نبیٔ کریم ﷺ سے پوچھا کہ: میں رات کو سوتے وقت کیا پڑھوں؟

آپ ﷺ نے جو بات ارشاد فرمائی اس کا خلاصہ یہ ہے:

بستر پر پہنچ کر ایک مرتبہ ''سورۂ کافرون'' پڑھو؛ اس لیے کہ اس میں شرک سے براءت ہے۔

نکتہ یہ نکلا کہ اس کی برکت سے ایمان شرک سے پاک ہو جاتا ہے اور ''قل ہو

اللہ احد'' میں ایمان کی تازگی ہے؛ اس لیے اس سنت کو زندہ کرو، اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کو شرک سے بچائے، ہمارے ایمان کو مضبوط اور تازہ بنا دیوے، ہمارے اس جمع ہونے کو اور کہنے سننے کو قبول فرمائے، اپنی رضا اور اپنی خوشنودی کا ذریعہ بنا دئے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کا

ظہار کا واقعہ

(حصہ:۱)

مختصر تعارف

نام: خولہ۔

نسب: خولہ بنت ثعلبہ بن اصرم بن فہر بن ثعلبہ بن غنم بن عوف الانصاریہؓ۔

زبردست فصاحت و بلاغت کی مالک تھیں۔

خوب سیرتی کے ساتھ خوب صورت بھی تھیں۔

آپ کے شوہر کا نام اوس بن صامت رضی اللہ عنہ تھا، جو کہ مشہور صحابی حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے واقعے کو قرآنِ کریم میں بیان کر دینے سے ان کی فضیلت اور شرف و عزت میں نہایت اضافہ ہو گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى.اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ٥ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ① اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰۗـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ② (المجادلۃ)

ترجمہ: (اے نبی!) یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس عورت کی بات سن لی جو اپنے شوہر کے بارے میں تم سے بحث کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے فریاد کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کے سوال و جواب (یعنی بات چیت) کو سن رہے تھے، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر بات کو سننے والے، ہر چیز کو دیکھنے والے ہیں ﴿۱﴾ جو لوگ تم میں سے اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں تو (اس کہنے سے) وہ بیویاں (حقیقت میں) ان کی مائیں نہیں ہو جاتیں، ان کی (حقیقی) مائیں وہی عورتیں ہیں جنھوں نے ان کو جنم دیا اور یقیناً وہ (ظہار کرنے والے) بہت بُری اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ تو بہت ہی معاف کرنے والے، بڑے بخشنے والے ہیں (تیسیر القرآن)۔

سورۂ مُجادلہ کی وجہِ تسمیہ اور ایک خوبی

یہ اٹھائیسویں پارے کی آیتیں ہیں، یہاں سے ایک نئی سورت شروع ہوتی ہے جس کا نام ''سورۃُ المُجَادَلَة'' ہے۔ مجادلہ کا مطلب ہوتا ہے: بحث و مباحثہ، جھگڑا۔

ایک صحابیہ عورت نے اپنے شوہر کے ساتھ ہوئی لڑائی کے بارے میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے ساتھ بحث ومباحثہ کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے اِس سورت میں اُس واقعے کو بیان فرمایا ہے؛ اِس لیے اِس پوری سورت کا نام ''سورۂ مجادلہ'' ہوگیا۔ وجہِ تسمیہ کی یہ ایک حکمت سمجھ میں آتی ہے۔

اِس سورت کی ایک خوبی یہ ہے کہ اس کی تمام کی تمام بائیس (۲۲) آیتوں میں ہر ہر آیت میں اللہ تعالیٰ کا مبارک نام آیا ہے۔

اِس واقعے سے ایک بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ عورت اور اس کے شوہر کے درمیان کچھ بحث ومباحثہ اور جھگڑے کا ہونا یہ پرانی بات ہے اور ایسے جھگڑے کی باتیں عورتیں دوسروں کو بتلاتی بھی ہیں۔

زمانۂ جاہلیت میں عورتوں پر مظالم

اِس واقعے سے پہلے ایک بڑی اہم بات سمجھ لینی چاہیے کہ آپ ﷺ جس زمانے میں نبی بنا کر بھیجے گئے تھے اس وقت عورتوں پر بہت زیادہ ظلم ہوتے تھے، معصوم لڑکیوں کو زندہ زمین میں دفن کر دیتے تھے، ظلم کرنے کے لیے خواہ مخواہ عورتوں کو ایسے ہی چھوڑ دیتے تھے، نکاح کرنے کے بعد نہ اس کا حق ادا کرتے تھے، نہ اس کو خرچ دیتے تھے، نہ اس کے ساتھ سوتے تھے، اس کو ایسے ہی چھوڑے رکھتے تھے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایک طلاق دے دی اور عورت کو لٹکائے رکھا، طلاق دینے کے بعد اس کا نکاح ختم بھی نہ کرتے کہ وہ بے چاری دوسری جگہ شادی کر لیوے، نہ اپنی بیوی بنا لیتے کہ شوہر کی خوشی اور سکھ دیکھنے کو ملے، طلاق کی کوئی حد متعین نہ تھی، جتنی

چاہے طلاق دیتے تھے اور پھر رجوع کر لیتے تھے، اور بعض مرتبہ اس سے بھی خطرناک ظلم کرتے تھے اور وہ خطرناک ظلم ''ظِہار'' کی شکل میں ہوتا تھا۔

ظہار کا مطلب

''ظہار'' یہ عربی لفظ ہے۔ عربی زبان میں پیٹھ اور کمر کے حصے کو ''ظَھْرٌ'' کہتے ہیں، اسی سے یہ لفظ ''ظہار'' بنا ہے۔ ظہار کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شوہر اپنی بیوی کو کسی ایسی عورت کے ساتھ جو اس پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہے، جس سے وہ کبھی شادی نہیں کر سکتا، جیسے: ماں، بہن، بیٹی، خالہ، پھوپھی، ان میں سے کسی کے بدن کے ساتھ یا بدن کے کسی ایسے حصے کے ساتھ تشبیہ دیوے جس کی طرف دیکھنا اس مرد کو منع ہو، مثلاً اپنی بیوی کو اپنی ماں یا بہن کی پیٹھ کی طرح بتلا وے اور بیوی کو یوں کہے: تو میرے لیے میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے، میری بہن کی پیٹھ کی طرح ہے، اِس کو شریعت کے قانون (LOW) میں ''ظہار'' کہتے ہیں۔

اُس زمانے میں ظہار کی حیثیت

حضرت نبیٔ کریم ﷺ جس زمانے میں تشریف لائے اس وقت یہ ظہار طلاقِ مغلظہ سے بھی زیادہ سنگین اور خطرناک چیز تھی، اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کے ساتھ ظہار کر دیا تو اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام سمجھا جاتا تھا۔ غرض لوگ اس زمانے میں عورتوں پر قسم قسم کے ظلم کرتے تھے، آج بھی ایسے بیوقوف مرد ہیں جو عورتوں پر ظلم کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کے دلوں میں اپنی بیوی کے لیے محبت پیدا فرمائے، حقوق ادا کرنے کا جذبہ پیدا فرمائے، ظلم سے توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

''ظہار'' زبانی ظلم ہے

ایک ظلم تو ہاتھ اور بدن، عمل اور کام سے ہوتا ہے، اور ایک ظلم زبان سے ہوتا ہے، جیسے عورت کو بلا وجہ گالیاں دے رہا ہے، بلا وجہ عورت پر غصے ہو رہا ہے، بلا وجہ جھگڑے کر رہا ہے، بلا وجہ طلاق دے رہا ہے، بلا وجہ ظہار اور لعان کر رہا ہے، یہ سب چیزیں زبانی ظلم ہیں اور اسلام ہر طرح کے ظلم سے منع کرتا ہے۔

ظہار کرنا زبان سے ظلم کرنے کی ایک خطرناک شکل تھی اور اس کے علاوہ بھی غلط طریقے سے عورتوں پر ظلم ہوتے تھے۔

آپ ﷺ کی پیاری تعلیمات میں ہر مصیبت کا علاج ہے

اللہ تعالیٰ نے حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے ذریعے اتنی پیاری تعلیم دی، اتنا پیارا سبق دیا جس کے ذریعے زندگی کے کسی بھی شعبے میں کوئی بھی مصیبت ہو وہ مصیبت ختم ہو جاتی ہے، ظلم مٹ جاتا ہے، عورتوں کو اطمینان سے زندگی گذارنے کا موقع ملتا ہے اور ظلم، مصیبت اور تکلیف سے اس کی حفاظت ہوتی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی عنایت اور بہت بڑی مہربانی ہے۔

ظہار جاہلیت کے زمانے میں عورت کے لیے ایک بہت بڑا ظلم تھا، اسلام میں ظہار کے لیے جو قانون اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان کیا اس کے ذریعے حقیقت میں اس ظلم کو ختم کیا گیا اور مرد جو غلط بات بولتا تھا اس غلط بات کے بولنے کی اس کو سزا دی گئی؛ تاکہ آئندہ وہ خود کو غلط بات بولنے سے بچاوے۔

بیوی سے محبت کے اظہار میں بھی شریعت کی حد میں رہنا ضروری ہے

ساتھ میں ایک اہم ہدایت مرد، عورت دونوں کے واسطے یہ دی کہ شادی کے بعد کی زندگی میں مرد اور عورت دونوں کو اپنی زبان کی بہت زیادہ حفاظت کرنی چاہیے، کوئی بھی بات بولنے سے پہلے سوچنا چاہیے کہ اس بات کی وجہ سے کوئی بڑا حادثہ نہ ہو جائے، شوہر اپنی بیوی کے ساتھ محبت رکھے اور رکھنی چاہیے؛ لیکن محبت کو ظاہر کرنے کے لیے جب کوئی بات بولے تو بہت احتیاط سے سنبھل سنبھل کر بولے، شریعت کی حد میں رہ کر محبت کی بات بولے۔

ہر ایک سے محبت کا طریقہ الگ ہوتا ہے

یہی چیز دیکھ لو! آپ کے شوہر کو اپنی سگی ماں سے بھی محبت ہوتی ہے؛ لیکن ماں کی محبت اور بیوی کے محبت میں بہت بڑا فرق ہے، اب اگر ایک شوہر محبت کے اندر ڈوب کر اپنی بیوی کو اپنی ماں جیسے الفاظ بول دیوے کہ: تو میری ماں جیسی ہے، تیری پیٹھ میری ماں کی پیٹھ جیسی ہے، تو یہ محبت کے بجائے بہت بڑا نقصان ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ نے محبت کی بھی حد بتلا دی، محبت ظاہر کرنے کا طریقہ بھی سکھلایا۔

بیوی کو اچھے الفاظ سے بلانا چاہیے، خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ اپنی چہیتی اور لاڈلی بیوی ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ''حمیراء'' کہہ کر پکارتے تھے، حمیراء یہ پیار بھرا لفظ ہے، محبت بھرا لفظ ہے؛ لہذا شوہر اپنی بیوی کو محبت سے بلاوے، بیوی شوہر کو

محبت سے بلاوے؛ لیکن جو بات بولے اس میں حد ہے، اگر اس کے بولنے میں قابو نہیں رہا تو محبت ظلم میں بدل جائے گی اور بڑا نقصان ہو جائے گا۔

نبیوں کی زبان پر بیوی کے لیے ادب بھرے الفاظ

قرآنِ کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے:

وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝۹ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۝۱۰ (طه)

ترجمہ: اور (اے محمد!) کیا تمھارے پاس موسیٰ (علیہ السلام) کا واقعہ پہنچا؟ ﴿۹﴾ جب ان (موسیٰ) کو (طور پہاڑ پر ایک) آگ نظر آئی تو اپنی بیوی سے کہا کہ: تم یہیں ٹھہرو، میں نے ایک آگ دیکھی ہے، شاید کہ میں اس میں سے تمھارے پاس کوئی شعلہ لے آؤں یا آگ کے پاس مجھے راستے کا پتہ (بتانے والا کوئی) مل جائے ﴿۱۰﴾

اس میں ''امکثوا'' جمع کا صیغہ ہے، اسی طرح ''اتیکم'' میں ''کُم'' جمع کی ضمیر ہے۔

اس کی توجیہ حضراتِ مفسرین نے یہ کی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بیوی کو جمع کے صیغے سے خطاب کر رہے ہیں، جس کا ترجمہ ہماری زبان میں ''آپ'' ہوتا ہے۔

ہم بھی اپنی بیوی کو اس طرح بلاوے: ''آپ یہاں تشریف لائیں''۔

یعنی ''آپ'' کے لفظ سے بلاوے، یا کم از کم ''تم'' کہیں۔

ہمارے یہاں تو توہین کے جتنے بھی الفاظ ہو سکتے ہیں اس کا اول خطاب بیوی سے ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ہماری زبان کی اصلاح فرمائے، آمین۔

نکاح کے خطبہ میں پڑھی جانے والی آیتوں میں تقوے کی تاکید

ہمارے یہاں جب نکاح ہوتے ہیں تو تین آیتیں پڑھنا سنت ہے اور تینوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دیا گیا اور ڈرنے میں ایک خاص بات یہ ہے کہ شادی سے پہلے مرد جیسا چاہا ویسا بولا، عورت جیسے چاہے ویسے بولی، اگرچہ اس میں بھی شریعت کے قانون کا لحاظ رکھنا تھا؛ لیکن شادی کے بعد شوہر کو بہت سنبھل سنبھل کر بولنا ہے، اگر بولنے میں ذرا سی بھی غلطی ہوگئی تو پوری زندگی کا نقصان ہوسکتا ہے۔

طلاق کوئی گالی نہیں ہے

طلاق کوئی گالی تھوڑی ہے؟ بعض مردوں نے طلاق کو گالی سمجھ رکھا ہے کہ کسی انسان کے ساتھ جھگڑا ہوتا ہے تو گالی بولتے ہیں؛ اگرچہ یہ منافق کی نشانی ہے، حدیث میں آتا ہے کہ: منافق کی چار نشانیاں ہیں، اس میں ایک نشانی یہ ہے کہ کسی کے ساتھ لڑائی جھگڑا ہوجاوے تو گالی گلوچ کرے، فسق وفجور کی باتیں بولے؛ اس لیے دینی بہنو! ہم کو کسی کے ساتھ جھگڑا ہی نہیں کرنا اور اگر خدا نہ خواستہ کسی سے جھگڑا ہوجائے تو گالی گلوچ اور ادھر اُدھر کی باتیں نہیں بولنی چاہیے، سچی بات بولیں۔

بہرحال! جب مرد کسی پرائے مرد سے لڑتا ہے تو گالی بولتا ہے اور بیوی سے لڑتا ہے تو طلاق بولتا ہے؛ گویا۔ نَعُوْذُ بِاللّٰه ۔ طلاق کو بھی گالی سمجھ لیا، یہ بہت بڑا ظلم ہے، بہت بڑا غلط کام ہے۔ اسلام سے پہلے ایسے بڑے بڑے ظلم ہوا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر ایسے ظلم ختم کروائے، عورتوں کو حقوق عطا فرمائے، عورتوں کو عزت کے ساتھ زندگی گزارنے کا مقام عطا فرمایا۔

صاحبِ واقعہ کا نام اور تعارف

اِس آیت میں جس عورت کا قصہ ہے ان کا نام اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان نہیں فرمایا؛ لیکن نام جان لینا ایک فضیلت کی چیز ہے، عزت اور شرافت کی چیز ہے؛ اس لیے کہ ان کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمایا ہے، اُس عورت کا نام ''حضرت خولہ رضی اللہ عنہا'' تھا۔ آج کل لوگ بیٹیوں کے نئے نئے نام ڈھونڈتے ہیں اور ایسے ایسے نام ہم کو بتلاتے ہیں جس میں کوئی دم بھی نہیں ہوتا ہے، ایک دم معمولی نام ہوتے ہیں، نئے نام رکھنے ہوں تو صحابیہ عورتوں کے نام رکھو۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے ابّا کا نام ''ثعلبہ'' تھا، انصاریہ عورت تھیں، ان کی شادی حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی۔

مرد کا بھی نیا نام آ گیا، یہ صحابی کا نام ہے، اِس آیت میں ان کا قصہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے، مشہور صحابی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے سگے بھائی ہوتے ہیں۔

خوب صورتی اور مال داری خدا کی بہت بڑی نعمت ہے، اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے

روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا خوب صورت تھی؛ لیکن مزاج میں تھوڑا غصہ تھا اور ایسا ہوتا ہے؛ حالاں کہ ایسا کرنا نہیں چاہیے، اللہ تعالیٰ نے خوب صورتی دی ہے، مال دار گھر کی بیٹی بنایا ہے تو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے، اس کی وجہ سے مزاج میں غصہ نہیں لانا چاہیے اور اپنے آپ کو بڑا نہیں سمجھنا چاہیے۔

صورتِ واقعہ

ایک مرتبہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نماز پڑھ رہی تھی، نماز کے درمیان ان کے شوہر حضرت اوس رضی اللہ عنہ کی نظر ان پر پڑی۔ اندازہ ایسا ہے کہ رکوع یا سجدے کی حالت میں بیوی کو انھوں نے پیچھے کی طرف سے دیکھا ہوگا۔ حضرت اوس رضی اللہ عنہ کے دل میں اپنی بیوی کے ساتھ اپنی ضرورت پوری کرنے کا ارادہ پیدا ہوا۔ محبت ایسی چیز ہے کہ کون سی ادا پسند آ جاوے ہم کہہ نہیں سکتے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئی تو انھوں نے اپنی بیوی کو اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے بلایا، حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے انکار کر دیا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت اوس رضی اللہ عنہ کو کچھ بیماری تھی؛ شاید دماغ کی کمزوری تھی اور دماغ کی کمزوری میں ان کو کبھی کبھی دورہ پڑتا تھا اور اسی حالت میں انھوں نے اپنی بیوی کو بلایا اور بیوی نے انکار کر دیا، اس پر حضرت اوس رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اور غصے میں انھوں نے اپنی زبان سے بول دیا کہ: تو میرے لیے ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ ہے۔

پھر حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ شرمندہ ہوئے کہ میں نے یہ کیا بول دیا۔

ہمیشہ سوچ سمجھ کر بولنا چاہیے؛ ورنہ بعد میں افسوس ہوتا ہے

عموماً ایسا ہی ہوتا ہے کہ غصے میں میاں بیوی کچھ بول دیتے ہیں، کوئی نامناسب بات ہو جاتی ہے اور بعد میں دونوں کو پچھتاوا ہوتا ہے۔ حضرت اوس رضی اللہ عنہ نے بول تو دیا؛ لیکن ان کو بعد میں بہت افسوس ہوا، اور نہایت شرمندگی ہوئی۔

میاں بیوی کا آپس میں مباحثہ اور معاملہ آپ ﷺ کی خدمت میں

حضرت اوس رضی اللہ عنہ اپنی بیوی خولہ رضی اللہ عنہا سے کہنے لگے کہ: میرے خیال میں مسئلہ ایسا ہے کہ اب تو میرے لیے ہمیشہ حرام ہوگئی ہے۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کہنے لگی: نہیں! اللہ کی قسم! طلاق نہیں ہوئی۔

شوہر کہہ رہے ہیں: تو ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی۔ دونوں میں تکرار ہونے لگی۔

یہ وہ زمانہ تھا جب کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ دنیا میں موجود تھے، قرآن اتر رہا تھا؛ لہذا حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے سوچا کہ میں نبیٔ کریم ﷺ کے پاس جاؤں اور حضور ﷺ کو پوری بات بتلاؤں؛ تاکہ حضور ﷺ سے مجھے کوئی رہنمائی ملے، فوراً وہ حضور کو پوچھنے کے لیے روانہ ہوگئیں۔

کیسے پاکیزہ جذبے والی وہ عورت تھی کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں جاکر اپنا معاملہ پیش کر کے شریعت کا حکم معلوم کرتی ہے!!!

شریعت کے مطابق عمل کرنے کا جذبہ اپنے اندر پیدا کرو

اِس سے یہ بات سیکھنے کو ملی کہ اگر ازدواجی زندگی (FAMILY LIFE) میں ایسا کوئی مسئلہ (PROBLEM) ہوجائے تو شریعت کا قانون مسئلے مسائل کے جاننے والوں سے پوچھنا چاہیے۔

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ہمارا پرائیویٹ معاملہ ہے، اس میں کسی ''مولوی، مفتی'' سے کیا پوچھنا؟ اللہ تعالیٰ ایسے پاگل پنے سے ہماری حفاظت فرماوے، آمین۔

آج ایسا غلط طریقہ چل پڑا ہے کہ شوہر طلاق دے دیتا ہے، پھر بھی میاں بیوی

ساتھ میں رہتے ہیں، بیس بیس، پچیس پچیس برس ساتھ میں رہتے ہیں، کتنا بڑا غلط کام ہے! کیا دل میں اللہ کا ڈر نہیں ہے؟ شریعت کے قانون کا ڈر نہیں ہے؟

کہتے ہیں کہ: طلاق دی، اس کو کسی نے نہیں سنا، کوئی اس وقت موجود نہیں تھا۔

کسی نے نہیں سنا تو اللہ تعالیٰ نے تو سنا ہے، اِس بات کا ڈر نہیں ہے؟

شوہر نے کوئی غلط بات بول دی تو یقیناً وہ ظالم ہے؛ لیکن شریعت کا مسئلہ مسئلہ ہے، کوئی غلطی سے گولی مار دے تو سامنے والا مر جاتا ہے، وہ گولی یہ نہیں دیکھتی کہ بھول سے ماری ہے، اسی طرح طلاق دے دی تو وہ پڑ گئی، چاہے بھول سے دی ہو، چاہے غلطی سے دی ہو۔

لہذا شریعت کے مطابق عمل کرنے کا جذبہ اپنے اندر پیدا کرو کہ اللہ اور رسول کا حکم ہر حال میں پورا کرنا ہے، دنیا کی زندگی بہت معمولی اور چھوٹی سی ہے، اصل آخرت کے جواب کی فکر رکھو۔

اِس لائن کے چند ضروری مسائل

آگے کا واقعہ سننے سے پہلے چند ضروری دینی باتیں بتلانا مناسب سمجھتا ہوں، اِس لائن کے مسئلے مسائل بہت کھل کر پہلے مسجد میں مردوں کے سامنے بیان کر چکا ہوں؛ لیکن شریعت کی کچھ ضروری باتیں جو آپ کے متعلق ہیں وہ بہت احتیاط کے ساتھ آپ کو بھی سنا دیتا ہوں۔

اللہ کی ناراضگی اور پوری رات فرشتوں کی لعنت

بخاری شریف اور مسلم شریف میں ایک حدیث ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں کہ: حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ رَجُلٍ يَدْعُوْ إِمْرَأَتَهُ إِلٰى فِرَاشِهَا فَتَأْبٰى عَلَيْهِ إِلّا كَانَ الَّذِيْ فِيْ السَّمَاءِ سَاخِطًا عَلَيْهَا حَتّٰى يَرْضٰى عَنْهَا وَفِي رِوَايَةٍ: بَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ۔

جب کوئی شوہر اپنی بیوی کو بستر پر اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے بلاوے اور بیوی انکار کردے تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتے ہیں؛ یہاں تک کہ وہ شوہر اس عورت سے راضی ہوجائے۔

ایک حدیث میں یہ آیا ہے کہ: فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ عورت انکار کرنا چھوڑ دیوے اور شوہر کی بات مان لیوے۔

حدیث میں ''رات'' کا لفظ ہے؛ اس لیے کہ عام طور پر میاں بیوی اپنی ذاتی جسمانی ضروریات رات کو ہی پوری کرتے ہیں۔

لیکن حدیث کے شارحین لکھتے ہیں کہ: مطلب ہے انکار کرنا، چاہے دن میں منع کرے یا رات میں منع کرے، کسی بھی وقت انکار کیا تو اللہ کے فرشتے اس عورت پر لعنت یعنی بد دعا کرتے ہیں؛ اس لیے شوہر کا دل چاہے اور وہ جماع کے لیے بلاوے تو انکار نہیں کرنا چاہیے۔

بیوی کے انکار کے سخت نقصانات

① اگر بیوی انکار کرتی ہے تو شوہر دوسرا راستہ سوچنے لگتا ہے؛ یعنی گناہ کا راستہ سوچتا ہے۔

② یہ چیز شوہر کے دل میں نفرت پیدا کرسکتی ہے۔

③ بعض مرتبہ یہ چیز طلاق تک چلی جاتی ہے۔

میرے پاس ایک میاں بیوی کا معاملہ حل (SOLUTION) کے لیے آیا، میں اللہ کو راضی کرنے کی نیت سے بیٹھا، شوہر اپنی بیوی کی شکایتیں کرنے لگا، جتنی بھی شکایتیں تھیں میں نے اس کو سمجھایا کہ اتنی صحیح ہیں اور اتنی غلط ہیں۔

اخیر میں اس نے مجھے کہا کہ: میری بیوی مجھے اپنی ضرورت بھی پوری نہیں کرنے دیتی۔ میں نے کہا کہ: اس شکایت پر میں کوئی تبصرہ (COMMENTS) نہیں کرتا؛ چوں کہ یہ چیز ایسی ہے جو شوہر کے دل میں نفرت پیدا کرسکتی ہے، بعض مرتبہ یہ چیز طلاق تک لے جانے کا ذریعہ بنتی ہے۔

صرف روٹی ہی جلے گی، ہماری زندگی نہیں جلے گی

روایتوں میں تو یہاں تک آیا ہے: عن طلق بن علی رضی اللہ عنہ أن رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ و سلم قال: إِذَا دَعَا الرَّجُلَ زَوْجَتَهُ لِحَاجَتِهِ فَلْتَأْتِهِ وَإِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّوْرِ. (الترمذي والنسائی)

یعنی اگر عورت چولہے پر روٹی بنارہی ہے اور شوہر کی طرف سے اس کو بلایا گیا تو اس کو چاہیے کہ شوہر کی بات پوری کرے۔

اِس میں یہ ہوسکتا ہے کہ روٹی جل جاوے، کھانا بگڑ جاوے؛ لیکن وہ شوہر کی ضرورت پوری کرے، روٹی ہی تو بگڑے گی؛ لیکن ہماری زندگی نہ بگڑے، شوہر طلاق تک نہ چلا جاوے، پوری زندگی خطرے میں نہ پڑ جاوے، اس کا خاص لحاظ رکھنا چاہیے۔

وہ اعذار جن کی وجہ سے عورت انکار کرسکتی ہے

① ہاں! اگر کوئی شرعی رکاوٹ ہے، مثلاً عورت حیض (m.c) یا نفاس (l.c) کے دنوں میں ہے اور منع کردیوے تو یہ شریعت کی طرف سے حق ہے۔

② اسی طرح اتنی بیمار ہے کہ اس کی طبیعت تیار نہیں ہے تو منع کرسکتی ہے۔

③ دن میں بے موقع بلایا جب خلوت اور جماع بظاہر مشکل ہو، تب بھی انکار کی گنجائش ہے۔

④ رمضان کا مہینہ ہے اور فرض روزہ رکھا ہے اور انکار کردیوے تو کوئی گناہ نہیں ہے، شریعت نے یہ اجازت دی ہے۔

شوہر کے دل میں بیوی کے متعلق نفرت پیدا نہ ہو اس کے لیے شریعت کا اہتمام

سفر سے واپسی پر پہلے سے گھر والوں کو اطلاع

ہماری شریعت تو ایسی پاکیزہ ہے کہ اگر کوئی شوہر گھر سے کہیں گیا ہو اور گھر واپس آرہا ہو تو حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا کہ: اچانک گھر مت پہنچو؛ بلکہ پہلے سے اطلاع دے دو؛ تاکہ بیوی کچھ ٹھیک ٹھاک ہوجاوے، صاف ستھری ہوجاوے۔

عن جابر بن عبدِ الله رضى الله عنهما قال: كُنَّامَعَ رسولِ الله صلى الله عليه و سَلَّمَ في غَزَاةٍ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ فَقَالَ رسولُ الله صلى الله عليه وسلم: أَمْهِلُوْا حَتّٰى نَدْخُلَ

لَيْلًا أَيْ عِشَاءً كَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيْبَةُ (البخاری والمسلم)

ترجمہ: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جہاد میں تھے، جب ہم مدینہ کے قریب پہنچ گئے تو ہم نے اپنے گھروں میں داخل ہونے کی اجازت چاہی۔تو آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھہر جاؤ! تم رات کو یعنی شام کے وقت داخل ہونا؛ تاکہ پراگندہ بالوں والی عورت کنگھی کرلے اور جس کا شوہر گھر سے غائب تھا وہ زیرِ ناف بالوں کو صاف کرلے۔

پرانے زمانے میں آج کی طرح یہ موبائل، ٹیلی فون سب انتظامات نہیں تھے کہ آنے کی اطلاع دے دی جائے،شوہر سفر سے واپس آ رہا ہے تو اچانک گھر پہنچنے سے منع فرمایا، اس کا ایک نقصان یہ ہوسکتا ہے کہ شوہر کے گھر میں نہ ہونے کی وجہ سے بیوی میلی کچیلی ہو، زیب وزینت نہ کی ہو اور شوہر اچانک گھر آ گیا اور میلے کپڑوں میں بیوی کو دیکھا تو ہوسکتا ہے کہ شوہر کے دل میں بیوی کے لیے نفرت پیدا ہو جاوے اور یہ چیز ان کے لیے۔نَعُوْذُ بِاللّٰہ۔طلاق کا ذریعہ بن جاوے۔

اندازہ لگاؤ! حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے کتنی احتیاط کی بات فرمائی!!!

شوہر کے دل میں بیوی کے بارے میں نفرت پیدا نہ ہو اس کے لیے شریعت کتنا اہتمام کرتی ہے!!!

’’ظہار‘‘ کی وجہ سے عورت ہمیشہ کے لیے حرام سمجھی جاتی تھی

بہر حال! حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نماز پڑھ رہی تھیں، ان کی کوئی ادا پر شوہر کے دل میں ارادہ پیدا ہوا، اپنی بیوی کو بلایا، انھوں نے انکار کر دیا تو اس پر حضرت اوس رضی اللہ عنہ

نے یہ ظہار کے الفاظ بول دیے اور جاہلیت کے زمانہ میں اس طرح کے الفاظ بولنے کی وجہ سے بیوی کو ہمیشہ کے لیے حرام سمجھا جاتا تھا، اب یہ بیوی حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچتی ہے۔

شوہر کا سر دھونا خدمت بھی اور محبت بھی

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کا ایک حصہ دھو رہی تھی۔

دیکھو! اندازہ لگاؤ! یہ کوئی مسئلہ نہیں؛ لیکن یہ خدمت بھی ہے، محبت بھی ہے کہ بیوی اپنے شوہر کا سر دھو دیوے، خدمت کی خدمت بھی ہے، محبت اور پیار بھی اس میں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کا دُکھڑا

خود ماں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک دھو رہی تھی، اتنے میں خولہ رضی اللہ عنہا آئیں اور کہنے لگیں کہ:

اے اللہ کے رسول! میں میرے شوہر اوس رضی اللہ عنہ کے لیے آئی ہوں، انھوں نے میرے ساتھ نکاح کیا جب میں نوجوان تھی، مال دار تھی، خاندان والی تھی، شادی کے بعد انھوں نے میرا مال کھایا۔ بیوی مال دار ہو تو شوہر کو کھلاتی ہے۔ میری جوانی ختم کر دی، میرا خاندان چھوٹ گیا۔

شادی کے بعد اپنے خاندان والوں سے تعلق باقی رکھنا چاہیے

بعض مرتبہ سسرال جانے کے بعد لڑکی سسرال کی ایسی ہو جاتی ہے کہ اپنے

خاندان کو بھی بالکل چھوڑ دیتی ہے، یہ بھی غلط عادت ہے، خاندان والوں کے ساتھ، ماں باپ کے ساتھ، بھائی بہن کے ساتھ، چچا، نانا، ماموں کے ساتھ تعلق رکھنا چاہیے، ہاں! اپنے سسرال کی وجہ سے کم ہو جاوے تو کوئی حرج نہیں؛ لیکن بالکل ختم نہ ہو۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ: حضور! میں جوان سے بوڑھی ہوگئی، اب میرے شوہر نے میرے ساتھ ظہار کیا اور ظہار کرنے بعد وہ پچھتا رہے ہیں، بتلائیے! کیا میں اور میرا شوہر پھر سے جمع ہو سکتے ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب اور حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی حالت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ظہار والے معاملے میں اللہ تعالیٰ نے کوئی حکم نہیں اتارا ہے اور میرا خیال یہ ہے کہ تو اپنے شوہر کے لیے حرام ہوگئی، اب تم دونوں نہیں مل سکتے۔

جب حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان سے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے یہ جواب سنا تو سنتے ہی وہ رونے لگی، شکوہ شکایت کرنے لگی، کبھی حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بات کہتی اور یوں کہتی: اے اللہ کے رسول! میرے شوہر نے مجھے طلاق نہیں دی ہے؛ بلکہ صرف ظہار کیا ہے، پھر حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے آسمان کی طرف منہ اٹھایا اور کہنے لگیں: اے میرے اللہ! اب میں کیا کروں؟ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، اگر باپ کو دے دوں تو برباد ہو جائیں گے اور باپ کو بچے نہ دوں تو میں عورت ذات کہاں سے بچوں کو کھلاؤں گی؟ روتی رہی، سر پر ہاتھ مارتی رہی۔

ایک عجیب حکمت کی بات

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس عورت کی بات اطمینان سے سنتے رہے اور یہ بھی فلسفہ ہے،

حکمت ہے کہ کوئی اپنی فریاد سناوے، دکھڑے سناوے، غم کی بات سناوے تو سن لینا چاہیے، اِس سے سامنے والے کا دکھ اور غم ہلکا ہو جاتا ہے۔

بعض روایتوں میں آتا ہے کہ وہ کہنے لگی: أَللّٰهُمَّ أَشْكُو بَثِّي إِلَيْكَ۔ اے اللہ! میں آپ کی بارگاہ میں فریاد کرتی ہوں اور یوں کہا: اے اللہ! اپنے نبی کی مبارک زبان سے میری پریشانی کو آسان کر دیجیے۔

بعض روایتوں میں ایک عجیب بات بھی آئی ہے کہ: جب حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کو یوں فرمایا کہ: اللہ نے تیرے بارے میں کوئی چیز نہیں اتاری ہے تو اس عورت نے غم میں جواب دیا کہ: حضور! آپ پر ہر چیز کا حکم اترتا ہے میرے بارے میں کیا ہوا کہ کوئی وحی آپ پر نہیں آئی؟

اِس طرح کی باتیں عورتیں غصے میں بے قابو ہو کر بولتی ہیں، پھر بھی حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے اطمینان کے ساتھ ان کی بات سن لی، اللہ اکبر!

شوہر کی شکایت؛ لیکن آہستہ آواز سے

دینی بہنو! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں حضور ﷺ کے بالکل قریب تھی؛ لیکن میں نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی پوری بات نہیں سنی، تھوڑی سنی اور تھوڑی نہ سن سکی۔

اِس سے اندازہ لگاؤ کہ! حضرت خولہ رضی اللہ عنہا حضور کے پاس اپنے شوہر کی شکایت کرنے گئی ہے؛ لیکن اتنا آہستہ آہستہ بول رہی ہے کہ ماں عائشہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کا سر مبارک دھو رہی ہیں، اتنی قریب ہے پھر بھی ماں عائشہ رضی اللہ عنہا کو آواز سنائی نہیں دی؛ حالاں

کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی عورت تھی، وہاں آواز میں پردے کی کوئی بات نہیں تھی۔

عورتوں کے لیے اہم سبق اور نصیحت

اِس میں عورتوں کے لیے ایک بہت بڑی نصیحت ہے کہ فریاد اور شکایت کرتے وقت آواز بہت اونچی نہیں ہونی چاہیے، ہر حال میں آواز دھیمی رکھنی چاہیے، شریعت نے عورت کی آواز میں بھی پردہ رکھا ہے۔

آج تو ہماری بہنیں بچوں کو ڈانٹتی ہیں تو وہ بھی محلے میں سنائی دیتا ہے، شوہر بیوی میں ''تو تو، میں میں'' ہوتی ہے تو اڑوس پڑوس اور محلے میں آواز سنائی دیتی ہے، یہ بہت غلط طریقہ ہے، حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سے یہ ادب سیکھو۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت

آگے اللہ کی قدرت سنو! اللہ تعالیٰ کیسی زبردست قدرت اور طاقت والے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اتنی قریب ہیں؛ مگر ان کو آواز سنائی نہیں دی؛ لیکن میرے اللہ نے ان کی بات سن لی، اللہ تعالیٰ نے ان کی فریاد سن لی اور فوراً حضرت جبریل علیہ السلام کو قرآن کی آیت لے کر بھیجا:

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ①

ترجمہ: (اے نبی!) یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے شوہر کے بارے میں تم سے بحث کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے فریاد کر رہی

تھی اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کے سوال وجواب (یعنی بات چیت) کو سن رہے تھے، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر بات کو سننے والے، ہر چیز کو دیکھنے والے ہیں۔ (تیسیر القرآن)

دعا کی قبولیت اور قیامت تک کے لیے آسانی

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی اور قیامت تک آنے والی عورتوں کے لیے آسانی ہو گئی۔

میری دینی بہنو! اپنی خوش نصیبی پر جتنا بھی شکر ادا کرو وہ کم ہے، ایک شوہر بیوی کا معاملہ ہوا، اللہ تعالیٰ نے ان کی برکت سے قیامت تک آنے والی عورتوں کے لیے آسانی کر دی اور ایک دم آسان قانون قرآن میں نازل فرما دیا۔

نزولِ وحی اور اس کی کیفیت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کا دوسرا حصہ دھونے لگی تو حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بولی کہ: اے اللہ کے رسول! میں آپ پر قربان جاؤں، میرے معاملے میں غور کیجیے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: اب میں حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے سامنے بولی کہ: اے خولہ! اپنی بات بند کر، بحث کرنا بند کر، کیا تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک چہرے کو دیکھتی نہیں ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک چہرے پر تجھے وحی اور قرآن اترنے کے آثار نظر نہیں آ رہے ہیں؟

اس لیے کہ جب قرآن اترتا تھا تو حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا چہرۂ مبارک بدل

جاتا تھا، کبھی کبھی تو ایسی حالت ہو جاتی تھی جیسے کہ نیند جیسی حالت ہو، کبھی ایسی حالت ہوتی تھی کہ سخت ٹھنڈی میں پورے چہرے پر پسینہ آجاتا تھا۔

صرف منہ سے بولنے سے کوئی ماں نہیں بن جایا کرتی

جب وحی کا اترنا بند ہو گیا تو حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا: تمھارے شوہر کو بلاؤ، میں ان کو سنا دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سے کیا حکم آیا ہے؟ چناں چہ کہا کہ: جاؤ! شوہر کو کہو کہ: اللہ تعالیٰ نے آسانی کر دی کہ ظہار کرنے کی وجہ سے بیوی ہمیشہ حرام نہیں ہوگی، طلاق بھی نہیں ہوگی اور شوہر نے جو غلط بات بولی کہ اپنی بیوی کو اپنی ماں جیسا کہہ دیا، صرف منہ سے بولنے سے کوئی ماں نہیں بن جایا کرتی؛ اس لیے کہ ماں وہ ہوتی ہے جس کے پیٹ سے وہ پیدا ہوا: اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ؕ

ترجمہ: ان کی (حقیقی) مائیں وہی عورتیں ہیں جنھوں نے ان کو جنم دیا۔

آج دنیا میں بہت سارے لوگ دوسری عورتوں کو بھی ''ماں، ماں'' کہتے رہتے ہیں، اس سے کوئی حقیقت میں ماں نہیں بن جایا کرتی، یہ شریعت کا قانون ہے۔

بیوی جو سگی ماں نہیں ہے اس کو ماں بولنا ایک منکر اور نامناسب بات ہے؛ لہٰذا انھوں نے جو غلط بات بولی تھی اس کی سزا یہ ہے کہ کفارہ دینا پڑے گا اور کفارے یہ ہے کہ: ایک غلام کو آزاد کر دیوے۔

ظہار کے مختلف کفارے

غلام کو آزاد کرنا کوئی آسان نہیں تھا، پیسوں کے ذریعے ایک انسان کو خریدنا

اور اس کو آزاد کرنا یہ بڑا کام تھا؛ اس لیے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ: اے اللہ کے رسول! میرے شوہر تو غریب آدمی ہے، اس میں غلام آزاد کرنے کی طاقت نہیں ہے۔

اندازہ لگاؤ کہ! ایک عورت کے دل میں شوہر کی کتنی محبت ہوتی ہے کہ شوہر نے غلط بات بول دی تو بھی وہ اپنے شوہر کی سفارش کرتی ہے، حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے دل میں اپنے شوہر کے معاملے میں کیسا محبت کا جذبہ ہے!!!

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے شوہر کو کہو: دو مہینے کے لگا تار روزے رکھے۔ سزا تو بھگتنی پڑے گی، بیوی کو غلط بات بولی ہے، ایسے ویسے تو معاف نہیں ہوگا۔

اللہ اکبر! حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے دل میں اپنے شوہر کی بھلائی کا کیسا جذبہ ہے! اگر ہر بیوی کے دل میں اپنے شوہر کے لیے ایسا جذبہ آجاوے تو کبھی ازدواجی زندگی میں لڑائی جھگڑا نہ ہو۔

کہتی ہیں کہ: اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! میرے شوہر تو بہت بوڑھے ہیں، روزہ رکھنے کی طاقت نہیں ہے، کہاں وہ دو مہینے لگا تار روزے رکھ سکیں گے؟

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کا

ظہار کا واقعہ

(حصہ:۲)

اقتباس

میاں بیوی کی اِزدواجی زندگی میں مسائل کھڑے ہوجاویں تو اس آیت میں پہلے اس کے تین علاج بتائے گئے: ① نصیحت کرنا۔ ② بستر الگ کرنا۔

③ بہت نرمی کے ساتھ، تنبیہ کے انداز میں معمولی ہاتھ چلانا۔

اس کے بعد بھی مسئلہ حل نہ ہوسکے تو آگے فرمایا:

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ۝۳۵

قرآن میں ''حَکَم'' کا لفظ ہے، یعنی: [۱] جھگڑوں میں فیصلہ کرنے کی صلاحیت ہو۔ [۲] علم ہو۔ [۳] دیانت دار ہو۔ [۴] سب سے بڑی اور اہم بات یہ ہے کہ حَکَم کی نیت اور جذبات اچھے ہوں۔ آج تکلیف یہ ہے کہ جن لوگوں کو خاندان میں سے بلایا جاتا ہے پہلے سے ہی ضد والی نیت لے کر آتے ہیں کہ شوہر بیوی کو الگ کر کے رہیں گے اور ہماری بیٹی کو یا بہن کو گھر لا کر رکھیں گے، ایسی غلط نیت لے کر آتے ہیں تو برکت نہیں ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: اصلاح اور جوڑ کی نیت سے آوے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کی مدد کریں گے، میاں بیوی کے جھگڑوں کو ختم کروا دیں گے اور دونوں کے خاندان میں۔ اِنْ شاءَاللّٰہ۔ جوڑ ہوجائے گا۔

ازدواجی زندگی میں رطب ویابس چلتا رہتا ہے، اس کی اصلاح کی یہ چار تدبیریں بتائی گئی؛ البتہ کوئی شخص ان چاروں باتوں پر عمل نہ کرے اور سیدھا طلاق ہی دے ڈالے تو واقع ہوجائے گی۔

❁❁❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى. اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ
اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔىْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ؕ وَاِنَّ
اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۲ وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا
فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
خَبِيْرٌ ۳ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ
فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ؕ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ
وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۴ (المجادلة)

ترجمہ: جو لوگ تم میں سے اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں (مثلاً بیوی کو کہے: تو میرے لیے ماں کی طرح ہے) تو (اس کہنے سے) وہ بیویاں (حقیقت میں) ان کی مائیں نہیں ہوجاتیں، ان کی (حقیقی) مائیں وہی عورتیں ہیں جنھوں نے ان کو جنم دیا اور یقیناً وہ (ظہار کرنے والے) بہت بُری اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ تو بہت ہی معاف کرنے والے، بڑے بخشنے والے ہیں ﴿۲﴾ اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں پھر وہ اپنی کہی ہوئی بات سے رجوع کرنا چاہتے ہوں تو ان کے ذمے ایک غلام کو آزاد کرنا (ضروری) ہے اس سے پہلے کہ وہ دونوں (میاں بیوی) آپس میں ایک دوسرے کو ہاتھ لگاویں، اس (کفارے کے حکم) سے تم کو نصیحت کی جارہی ہے اور جو کام بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کی پوری خبر رکھتے ہیں ﴿۳﴾ پھر جس کو (غلام

یا باندی) نہ ملے تو اس کے ذمے دو مہینے کے لگاتار روزے ہیں اس سے پہلے کہ وہ دونوں (میاں بیوی) آپس میں ایک دوسرے کو ہاتھ لگاویں، پھر جس شخص کو روزے کی بھی طاقت نہ ہو تو اس کے ذمے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے، یہ (حکم) اس لیے (دیا جارہا) ہے تاکہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور یہ (احکام) اللہ تعالیٰ کی (مقرر کی ہوئی) حدیں ہیں اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے (تیسیر القرآن)

گذشتہ سے جاری بیان

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ چل رہا تھا، بات یہاں تک پہنچی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سے آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کو شریعت کا مسئلہ بتلایا اور پوری بات ان کو سمجھائی، اس میں ایک بات یہ کہی کہ: اپنے شوہر سے کہو کہ: ایک غلام آزاد کرے، حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کہنے لگی کہ: اے اللہ کے رسول! میرے شوہر تو غریب آدمی ہے۔

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ان سے کہو کہ دو مہینے لگاتار روزے رکھے، تو حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کی قسم! وہ تو بہت بوڑھے ہیں، روزے رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں۔

پھر حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تم اپنے شوہر کو کہو کہ: ایک وسق کھجور ساٹھ مسکینوں کو کھلا دیوے، تو حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کہنے لگی کہ: میرے شوہر غریب ہے، ان کے لیے یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ وہ ایک وسق کھجور ساٹھ مسکینوں کو کھلاوے۔

نوٹ: ایک وسق کا حجازی صاع کے حساب سے جدید وزن ۱۲۵ رکلو، ۱۷۰ ر

گرام، ۲۰۰ رملی گرام ہوتا ہے اور عراقی صاع کے حساب سے ۱۸۸ رکلو، ۹۵۶ ر گرام، ۸۰۰ رملی گرام ہوتا ہے۔

آپ ﷺ کی عجیب رحمت

حضرت نبیٔ کریم ﷺ کتنے مہربان تھے، اللہ کے یہاں سے جو قانون آیا، جو کفارے کا حکم آیا اس کو بھی بتلا رہے ہیں اور اس کفارے کو ادا کرنے کے لیے مدد بھی کر رہے ہیں، کتنی بڑی مہربانی کہ حضرت اوس رضی اللہ عنہ کی زبان سے ایک بات غلط نکل گئی تھی، اس غلط بات کی جو سزا بھگتنی طے پائی تو اس پر بھی خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ مدد فرما رہے ہیں، جب ان کی بیوی نے کہا: حضور! ان میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ ساٹھ مسکینوں کو ایک وسق کھجور دیوے تو حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: کوئی بات نہیں، ایک عرق کے برابر کھجور میں ان کو دوں گا؛ لیکن جو کفارہ ہے وہ تو دینا ہی پڑے گا۔

نوٹ: ایک عرق کا حجازی صاع کے حساب سے جدید وزن ۶۲ رکلو، ۹۴۳ ر گرام، ۶۰۹ رملی گرام ہوتا ہے اور عراقی صاع کے حساب سے ۹۴ رکلو، ۸۷ ۴ رگرام، ۴۰۰ رملی گرام ہوتا ہے۔ (از: اوزان ومساحت مولانا اسماعیل صاحب کاپودروی)

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی محبت کا جذبہ پھر جوش میں آیا اور کہنے لگی کہ: ایک عرق کھجور آپ دیں گے اور ایک عرق کھجور میں خود دوں گی اور میرے شوہر کو کفارہ ادا کرنے میں مدد کروں گی۔ حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: تم نے بہت اچھا کیا۔

پریشان حال شوہر پر خرچ کرنا بھی صدقہ ہے

دیکھو! کتنی پیاری بات فرمائی کہ شوہر بے چارہ کمزور ہے، کفارہ ادا نہیں کرسکتا

تو خود بیوی ان کی مدد کر رہی ہے، حضرت نبیٔ کریم ﷺ ان کی مدد کر رہے ہیں، اِس واقعے میں حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے جب شکایت کی تھی وہ الفاظ آپ نے سنے، اس میں ایک بات یہ بھی کہی تھی کہ: انھوں نے میرا مال کھایا۔ اندازہ یہ ہو رہا ہے کہ حضرت اوس رضی اللہ عنہ مالی اعتبار سے کمزور تھے تو بیوی اپنی طرف سے اپنے شوہر پر بھی خرچ کرتی تھی۔

میری دینی بہنو! کبھی ایسا موقع ہو کہ شوہر پریشانی میں ہو اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو مال و دولت والا بنایا ہے تو آپ بھی شوہر کی ضرورت پورا کرنے میں مدد کرو، اللہ تعالیٰ اس پر آپ کو صدقہ کرنے کا ثواب عطا کریں گے، یہ بھی صدقے کی ایک قسم ہے۔

ہماری شریعت تو اتنی اچھی ہے کہ کوئی شوہر اپنی بیوی کو ضروری خرچہ دیتا ہے اس میں بھی اچھی نیت کرے گا تو اللہ تعالیٰ شوہر کو بھی صدقہ کرنے کا ثواب عطا کریں گے۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: جاؤ! اتنی کھجوریں ان کی طرف سے صدقہ کر دو۔

اِس سے وکالت کا مسئلہ بھی ثابت ہو جاتا ہے، اس طرح کسی کو وکیل اور نائب بنانا جائز ہے۔

شوہر کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید

پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ: اپنے چچا کے لڑکے یعنی اپنے شوہر سے اچھا برتاؤ کرتے رہنا۔

اندازہ یہ ہے کہ حضرت اوس رضی اللہ عنہ اور حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے درمیان رشتے داری بھی ہوگی، جیسا کہ ہمارے یہاں ہوتا ہے کہ چچا کے لڑکے کے ساتھ شادی ہوگئی تو وہ شوہر بھی ہے اور چچا زاد بھائی بھی ہے، ماموں کے لڑکے سے شادی ہوگئی تو وہ ماموں

زاد بھائی بھی ہے، ساتھ میں شوہر بھی ہے۔

خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے شوہر کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاکید فرمائی اور اس طرح دونوں کی زندگی پھر سے خوش وخرم اور مزے کے ساتھ گزرنے لگی۔

جب نااتفاقی ہوجائے تو ایک دوسرے سے معافی مانگ لیوے

دینی بہنو! اِس آیتِ کریمہ میں ایک جملہ ہے ﴿وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے، بڑے بخشنے والے ہیں، اِس سے پہلے مضمون ہے ﴿وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا﴾ یعنی جو لوگ اپنی زبان سے بری بات بول دیوے، جھوٹ بات بول دیوے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہ کو معاف کردیتے ہیں، تو اسی طرح میاں بیوی کے درمیان گرما گرمی، بول چال ہوتی رہتی ہے، شوہر بیوی سے معافی مانگ لیوے اور بیوی شوہر سے معافی مانگ لیوے، تو اللہ تعالیٰ ان کو زندگی میں بڑی خوشیوں سے مالا مال فرمائیں گے۔

ندامت اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے

پھر آیت میں ایک لفظ ہے ﴿ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا﴾ اِس ''يَعُوْدُوْنَ'' کا مشہور ترجمہ تو سب کو معلوم ہے؛ لیکن ایک ترجمہ ہے ''يندمون'' یعنی اپنی بولی ہوئی بات پر ان کو ندامت ہوئی، شرمندگی ہوئی تو یہ چیز اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے، اللہ تعالیٰ اس سے بہت خوش ہوتے ہیں؛ اس لیے میری دینی بہنو! کبھی کوئی غلط بات زبان سے نکل جائے تو سچے دل سے ندامت کے ساتھ شوہر سے معافی مانگ لو، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لو اللہ سبحانہ وتعالیٰ معاف کردیں گے، شوہر کی طرف سے بھی معافی ہوجائے گی

اور آپ کی زندگی بڑی خوشی والی ہو جائے گی۔

ایک علمی نکتہ

آیت میں ایک اور لفظ ہے ﴿مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّتَمَآسَّا﴾ یعنی دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کو ہاتھ لگاوے؛ یعنی پھر سے میاں بیوی والا تعلق شروع کرے اس سے پہلے ان کو کفارہ ادا کرنا ہے۔

اِس آیت میں ''یَتَمَآسَّا'' کا لفظ استعمال ہوا، قرآن میں دوسری جگہ پر بھی اس طرح کی تعبیر آئی ہے، ''مَسّ'' جس کو ہماری زبان میں چھونا (ہاتھ لگانا) کہتے ہیں، اِس لفظ سے ایک علمی نکتہ نکلتا ہے کہ شریعت اس معاملے میں ہمیں یہ تاکید کرتی ہے کہ کوئی پرایا مرد کسی عورت کو، کوئی عورت کسی پرائے مرد کو شہوت کے ساتھ ہاتھ نہ لگائے، یہی چیز گناہ کا ذریعہ بن سکتی ہے، اسی طرح گناہ شروع ہوتے ہیں، اِس سے بھی اپنے آپ کو بچانے کی بہت سخت ضرورت ہے، شریعت ہم کو دور دور سے بھی گناہوں سے بچانے کا اہتمام کرتی ہے۔

اس واقعے سے حاصل ہونے والے فوائد

اِس واقعے سے اور بھی بہت ساری نصیحتیں ہم کو حاصل ہوتی ہیں:

اپنے حق کے لیے بحث ومباحثہ کرنا جائز ہے

ایک بات یہ سیکھنے کو ملی کہ حق اور سچائی کو ظاہر کرنے کے لیے حق کے ارادے سے پورے اخلاص کے ساتھ بحث ومباحثہ کرنا جائز ہے، دیکھو! حضرت خولہ رضی اللہ عنہا حق

کی بنیاد پر حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ اپنا حق حاصل کرنے کے لیے شریعت کی حد میں رہ کر بحث ومباحثہ کرنا جائز ہے۔

میاں بیوی کے درمیان نااتفاقی کا قرآنی حل

دوسری ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ اگر شوہر کے ساتھ کچھ نااتفاقی ہوجائے تو اس کو پہلے آپس میں حل کرنا چاہیے اور اگر گھر میں حل نہیں ہوسکتا تو ذمے داروں کے پاس اور خاندان کے بڑے لوگوں کے پاس اور جو لوگ اس معاملے کو حل کرسکتے ہیں ان کے پاس جاکر اپنے جھگڑوں کو حل کروانا چاہیے، خود قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی:

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیًّا كَبِیْرًا ۞ (النساء)

ترجمہ: اور جن عورتوں کی شرارت کا تم کو ڈر ہو تو تم ان (عورتوں) کو (پہلے) نصیحت کرو اور (اس سے کام نہ چلے تو) تم ان کو بستروں میں تنہا چھوڑ دو (یعنی مکان چھوڑ کر نہ چلے جاؤ؛ بلکہ بستر الگ کردو) اور (اس سے بھی اصلاح نہ ہو تو) تم ان کو مارو، پھر اگر وہ تمھاری بات ماننے لگیں تو ان کے خلاف کارروائی کا کوئی راستہ تلاش نہ کرو، یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کے اوپر، سب سے بڑے ہیں۔ (از تیسیر القرآن)

نوٹ: مارنے میں ان باتوں کا لحاظ ضروری ہے: ① بدن پر نشان نہ پڑے۔ ② ہڈی نہ ٹوٹے۔ ③ زخم نہ ہو۔ ④ چہرے پر نہ مارے۔

مزید تفصیلات کے لیے بندہ کے ''پرسنل لاء'' والے خطبات ضرور دیکھیں۔

میاں بیوی کی اِزدواجی زندگی میں مسائل کھڑے ہوجاویں تو اس آیت میں پہلے اس کے تین علاج بتائے گئے:

① نصیحت کرنا۔ ② بستر الگ کرنا۔

③ بہت نرمی کے ساتھ، تنبیہ کے انداز میں معمولی ہاتھ چلانا۔

اس کے بعد بھی مسئلہ حل نہ ہوسکے تو آگے فرمایا:

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ یُّرِیْدَاۤ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا ۝۳۵

ترجمہ: اور اگر تم کو ان دونوں (یعنی میاں بیوی) کے درمیان آپس میں کش مکش بڑھ جانے کا ڈر ہے تو ایک انصاف کرنے والا، مرد کے گھر والوں میں سے اور ایک انصاف کرنے والا عورت کے گھر والوں میں سے (منتخب کر کے) بھیجو، اگر وہ دونوں (سچے دل سے) اصلاح کا ارادہ کرلیں گے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں (میاں بیوی) کے درمیان موافقت (یعنی جوڑ) کردیں گے (اچھی نیت پر اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ جوڑ ہوجاوے گا) یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑے جاننے والے، بڑے خبر رکھنے والے ہیں۔

قرآن میں ''حَکَم'' کا لفظ ہے، یعنی:

① جھگڑوں میں فیصلہ کرنے کی صلاحیت ہو۔ ② علم ہو۔ ③ دیانت دار ہو۔

④ سب سے بڑی اور اہم بات یہ ہے کہ حَکَم کی نیت اور جذبات اچھے ہوں۔

قرآن میں یہ حَکَم کے لیے فرمایا گیا یعنی شوہر کے خاندان میں سے ایک ذمے

دار آدمی آجاوے اور بیوی کے خاندان سے ایک ذمے دار سمجھ دار آدمی آجاوے، وہ دونوں بیٹھ کر میاں بیوی کی بات سن کر اس کا حل نکالنے کی کوشش کرے، ان دونوں ذمے داروں کی نیت اصلاح کی ہونی چاہیے، دونوں کے درمیان جوڑ کرانے کی نیت ہونی چاہیے تو اللہ تعالیٰ جوڑ کا کوئی راستہ بنادیں گے۔

آج تکلیف یہ ہے کہ جن لوگوں کو خاندان میں سے بلایا جاتا ہے پہلے سے ہی ضد والی نیت لے کر آتے ہیں کہ شوہر بیوی کو الگ کر کے رہیں گے اور ہماری بیٹی کو یا بہن کو گھر لا کر رکھیں گے، ایسی غلط نیت لے کر آتے ہیں تو برکت نہیں ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: اصلاح اور جوڑ کی نیت سے آوے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کی مدد کریں گے، میاں بیوی کے جھگڑوں کو ختم کروادیں گے اور دونوں کے خاندان میں ۔ إن شاءاللہ ۔ جوڑ ہو جائے گا۔

ازدواجی زندگی میں رطب ویابس چلتا رہتا ہے، اس کی اصلاح کی یہ چار تدبیریں بتائی گئی؛ البتہ کوئی شخص ان چاروں باتوں پر عمل نہ کرے اور سیدھا طلاق ہی دے ڈالے تو واقع ہو جائے گی۔ (از تیسیر القرآن)

ضرورت کے موقع پر عورت گھر سے باہر نکل سکتی ہے

تیسری ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ ضرورت کے موقع پر عورت گھر سے باہر نکل سکتی ہے، جیسا کہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں گئی، لہذا اگر کوئی دینی ضرورت ہے، تعلیم میں جانا ہے، جماعت میں جانا ہے، مدرسے میں جانا ہے، مسئلہ پوچھنے کے لیے جانا ہے یا یہ کہ کوئی دنیوی ضرورت ہے، مثلاً بیمار ہے یا اپنے

ماں باپ سے ملنے جانا ہے تو ایسے موقع پر گھر سے نکل سکتی ہے؛ لیکن مکمل پردے کے اہتمام کے ساتھ نکلے، شرعی مسائل کی رعایت کے ساتھ جاوے۔

مجبوری کی وجہ سے غیر محرم سے ضروری بات کرسکتی ہے

اس سے ایک بات یہ بھی سیکھنے کو ملی کہ ایسی ضرورت کے موقع پر کسی غیر محرم سے مجبوری کے درجے میں ضروری بات چیت بھی کرسکتی ہے، جیسے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے حضرت نبیٔ کریم ﷺ سے بات کی؛ لیکن اس میں شریعت کے قانون کا لحاظ رہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝۳۲ (الأحزاب)

ترجمہ: اے نبی کی عورتو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

(نوٹ: آیت میں جو حکم ہے وہ تمام مسلمان عورتوں کے لیے عام ہے؛ لیکن امہات المومنین کو اس حکم پر عمل خصوصی اہتمام کے ساتھ کرنا ہے)

اگر تم (اللہ تعالیٰ سے) ڈرتی ہو (امہات المومنین میں تقویٰ کا ہونا یہ ایک ظاہری بات ہے؛ لیکن یہ یاددہانی کرانی ہے کہ تمھاری فضیلت کی بنیاد تقویٰ ہے جس کا ہمیشہ لحاظ رہے) تو تم نزاکت (یعنی لچک) کے ساتھ بات نہ کیا کرو، سو (اس کی وجہ سے) جس کے دل میں روگ ہوتا ہے (منافقوں کے دلوں کے اندر ناپاک شہوت ہوتی ہی تھی؛ لیکن اگر کوئی مخلص ایمان والے کا دل حرام شہوت کی طرف مائل ہوا تو وہ بھی نفاق کا ایک شعبہ ہے اور دل کا ایک گناہ ہے) وہ لالچ کرنے لگے گا اور بھلائی والی باتیں تم کہا کرو۔

یعنی ایسی پھیکی بات جس میں نرمی نہ ہو، نزاکت نہ ہو، چوں کہ نزاکت والی بات سے سننے والے کے دل میں غلط شہوت پیدا ہوتی ہے؛ اس لیے عفت اور پاک دامنی کے قانون کے مطابق اُکھڑے ہوئے انداز میں بات کریں؛ تاکہ سامنے والے کے دل میں کوئی گندی لالچ پیدا نہ ہو۔ ظاہر بات ہے کہ ایسی نزاکت والی نرم بات امہات المومنین کرہی نہیں سکتی (ان کو سنا کر اُمّت کی عام عورتوں کو خاص تاکید ہے)

اس لیے عورت کی آواز میں جو ایک عام فطری، طبعی نرمی اور مٹھاس ہوتی ہے ایسے لہجے سے اجنبی مردوں کے سامنے ہرگز نہ بولیں؛ لیکن اتنا ضرور لحاظ رکھیں کہ سامنے والے کو اذیت اور تکلیف پہنچے اس انداز سے بھی کوئی عورت کسی مرد سے بات نہ کرے، یہ بداخلاقی ہے) (تیسیر القرآن)

نیز ضرورت سے زیادہ بات نہ کرے، صرف کام کی مقدار میں بات کرے، جیسے کہ ڈاکٹر کے پاس گئے تو صرف اپنی بیماری کی بات کرے، اس سے زیادہ بات نہ کرے، نرم و نازک لہجے میں بات نہ کرے، ذرا اکھڑے ہوئے لہجے میں بات کرے، اس کا بھی خصوصی لحاظ رہنا چاہیے، بہتر تو یہ ہے کہ ایسے موقع پر بھی محرم مرد کے ساتھ ہی گھر سے باہر جاوے اور اگر شرعی سفر ہو تو مسئلے کے اعتبار سے بھی محرم کا ہونا ضروری ہے۔

مصیبت کے موقع پر اللہ ہی سے شکایت کرنی چاہیے

ایک بات یہ بھی سیکھنے کو ملی کہ چاہے کوئی بھی تکلیف پیش آئے دنیا میں کسی اور کو کہنے کے بجائے پہلے اللہ کی بارگاہ میں دعا کرنی چاہیے، اللہ کے دربار میں شکایت کرنی چاہیے، یہاں پر بھی وہ عورت حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں آئی اور اللہ کی بارگاہ

میں فریاد کررہی ہے ''وتشتکی الی اللّٰہ'' اللہ کی بارگاہ میں شکایت کررہی ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا قصہ قرآن میں موجود ہے:

قَالَ اِنَّمَاۤ اَشۡكُوۡا بَثِّىۡ وَحُزۡنِىۡۤ اِلَى اللّٰهِ (یوسف: ۸۶)

ترجمہ: (یعقوب علیہ السلام نے) کہا: میں اپنے رنج وغم کی فریاد صرف اللہ تعالیٰ ہی کے سامنے کرتا ہوں۔

اس لیے دینی بہنو! زندگی میں کوئی مصیبت کا موقع آئے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ضرورت کو ضرور پورا فرماتے ہیں، ان کی مشکلات کو اللہ تعالیٰ دور فرماتے ہیں۔

مسئلہ کا حل جاننے والوں سے ہی حاصل کرنا چاہیے

اِس واقعے سے ایک بات یہ بھی سیکھنے کو ملی کہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا اپنے ماں باپ یا اپنے بھائی یا اپنے کسی رشتے دار کے پاس فریاد کرنے نہیں گئیں؛ بلکہ سیدھی حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں آئیں؛ لہٰذا جو علم والے ہوں، اللہ والے ہوں ان کی خدمت میں جاکر اپنے مسائل کا حل ڈھونڈنا چاہیے، قرآن میں بھی ہے:

فَسۡـَٔلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّكۡرِ اِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۝۴۳ (النحل)

ترجمہ: اگر تم کو خبر نہیں ہے تو جو علم والے ہیں ان سے پوچھ لو۔

یعنی تم اگر جانتے نہیں ہو تو جاننے والوں سے پوچھو، جن کے پاس علم ہے، سمجھ کا نور ہے، تقویٰ کا نور ہے ان کو اپنی مصیبت، تکلیف بتا کر ان سے رہنمائی حاصل کرو، ان سے مشورہ کرو تو۔ إِنْ شاءَاللّٰہ۔ اللہ تعالیٰ تمھارے کام کو آسان فرمادیں گے۔

گناہ یا دنیوی مفاد کے لیے شوہر پر دباؤ ڈالنا مناسب نہیں

اِس سے پہلے جو سورۂ تحریم والا واقعہ گذرا تھا، اس میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا اپنی بعض ازواج کے ساتھ ایک معاملہ ہوا تو اُس واقعے کے اندر ایک نصیحت یہ بھی تھی کہ کسی طرح بھی اپنے شوہر کے اوپر دباؤ کا ماحول بنانا مناسب نہیں ہے، اگر کوئی دین کی بات ہے، شریعت کی بات ہے، اس میں تم اچھے طریقے سے، شریعت کی حد میں رہ کر دباؤ ڈالو تو اچھی بات ہے، جیسے شوہر کو نمازی بنانے کے لیے، شوہر کو ڈاڑھی رکھوانے کے لیے، اسلامی لباس پہنانے کے لیے اچھے انداز سے دباؤ ڈالو تو یہ کسی درجے میں مناسب بھی ہے؛ لیکن اپنے دنیوی مطالبے پورے کرانے کے لیے اور شوہر کو شریعت کے خلاف کام کروانے کے لیے دباؤ ڈالنا یہ ہرگز ہرگز مناسب نہیں ہے۔

شریعت کی جامعیت؛ سزا میں بھی غریبوں کا فائدہ

اللہ تعالیٰ کا احسان مانو کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو ایسا دین عطا فرمایا کہ اس کے اندر کفارہ اور سزائیں جو رکھی گئیں اُس میں بھی غریبوں کا فائدہ ہے، جیسے اِس قصے میں آپ نے سن لیا کہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے اور حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ایک ایک عرق کھجور سے مدد کی اور غریبوں کو تقسیم کرنے کے لیے فرما دیا، اتنا پیارا ہمارا مذہب ہے اور اتنا پیارا ہمارا دین ہے کہ اس میں سزاؤں میں بھی غریب کا فائدہ سامنے رکھا گیا:

روزے کا کفارہ ہے تو غریب کو کھلاؤ، غریب کو کپڑے پہناؤ۔

ظہار کا کفارہ ہے تو غریبوں کو کھجور تقسیم کرو، اناج تقسیم کرو، کھانا کھلاؤ۔ کتنا پیارا

مذہب ہے کہ سزا کی سزا ہے، ساتھ ساتھ میں غریبوں اور مسکینوں کا فائدہ ہے۔

روزے والے کفارے میں نفس کی اصلاح

جہاں روزے آتے ہیں، جیسے قسم میں روزے کا بھی حکم ہے، ظہار میں بھی پہلے روزے رکھنے کا حکم آیا تو روزے کے ذریعے اپنے نفس کی اصلاح ہے؛ اس لیے کہ جب آدمی روزے رکھتا ہے تو نفس کمزور ہوتا ہے، نفس کی شہوت ٹوٹتی ہے، اتنا پیارا ہمارا دین ہے کہ سزا اگر روزے کی ہے تو بدن کا فائدہ اور اگر مال والی سزا ہے تو اس میں غریبوں کا فائدہ۔

غلام اور باندی جس زمانے میں آزاد کیے جاتے تھے۔ ہوسکتا ہے قیامت سے پہلے ایسا زمانہ پھر سے آجائے۔ تو اس کفارے میں دیکھو! غلام باندی آزاد ہو رہے ہیں، انسان آزاد ہو رہے ہیں، انسانوں پر رحم ہو رہا ہے، کتنا پیارا ہمارا مذہب ہے!!!

اللہ تعالیٰ ہم سب کو مذہبِ اسلام پر یقین عطا فرمائے اور زندگی کی آخری گھڑی تک ایمان، اسلام، دین پر قائم فرمائے اور دنیا وآخرت میں ایمان والوں میں، اسلام والوں میں اللہ تعالیٰ ہمارا شمار فرمائے، کامل ایمان، کامل اسلام والوں میں قیامت کے دن ہمارا حشر ونشر فرمائے، اپنے فضل سے ہم سب کو اللہ جنت الفردوس عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

عورتوں کے
بناؤ سنگار کے مسائل

اس بیان کے چنندہ جواہر پارے

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ: امت کے آخری دور میں تین قسم کے خطرناک عذاب آئیں گے:

① زمین میں دھنسا دیا جانا۔

② شکل وصورت کا بدل جانا۔

③ پتھروں کی بارش کا ہونا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ بات سنی تو عرض کیا کہ: اے اللہ کے رسول! کیا اس وقت نیک لوگ دنیا میں نہیں ہوں گے؟ حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نیک لوگ اس وقت موجود ہوں گے؛ لیکن اللہ کی نافرمانی جب ہونے لگے گی تو اللہ کے نیک بندے موجود ہونے کے باوجود بھی اللہ کا عذاب آئے گا۔

اسی طرح ایک حدیث میں یہ مضمون بھی آیا ہے کہ جب گانے والیاں بڑھ جائیں گی، اس زمانے میں بھی اللہ کی طرف سے خطرناک عذاب آئے گا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى.اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوْ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ.(الزخرف:۱۸)

ترجمہ: اور کیا وہ (لڑکی) جو زیوروں میں پرورش پاتی ہے اور جو بحث ومباحثہ میں (عادتاً) اپنی بات صاف طو پر بتا بھی نہیں سکتی ﴿۱۸﴾

آج جمعہ کا دن ہے، پھر بھی یہ مجلس رکھی گئی ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے اس جمع ہونے کو قبول فرمائے، اپنی رضا اور خوشنودی کا ذریعہ بنائے، کچھ سولات یہاں پہنچے ہیں ان کے جوابات بھی دینے ہیں؛ لیکن اس سے پہلے کچھ ضروری مسائل آپ کے سامنے پیش کر دیتا ہوں؛ اس لیے کہ بعض مسائل ایسے ہیں کہ جن کی بار بار ضرورت پیش آتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے دین کے احکام پر ہم سب کو صحیح سمجھ کر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

دین کے متعلق ہر مؤمن کی تین ذمے داریاں ہیں:

① صحیح دین سیکھنا۔ ② اس پر عمل کرنا۔

③ دوسروں کو پہنچانا۔

زمین میں زلزلہ کب آتا ہے؟

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب امت میں بے حیائی، بے شرمی اور فحش کام ظاہر ہونے لگیں گے تو پھر اللہ تعالیٰ زلزلہ کا عذاب امت پر بھیجیں گے۔

آخری دور میں تین قسم کے خطرناک عذاب

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا کہ: امت کے آخری دور میں تین قسم کے خطرناک عذاب آئیں گے:

(۱) زمین میں دھنسا دیا جانا۔ (۲) شکل وصورت کا بدل جانا۔

(۳) پتھروں کی بارش کا ہونا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ بات سنی تو عرض کیا کہ: اے اللہ کے رسول! کیا اس وقت نیک لوگ دنیا میں نہیں ہوں گے؟ حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نیک لوگ اس وقت موجود ہوں گے؛ لیکن اللہ کی نافرمانی جب ہونے لگے گی تو اللہ کے نیک بندے موجود ہونے کے باوجود بھی اللہ کا عذاب آئے گا۔

اسی طرح ایک حدیث میں یہ مضمون بھی آیا ہے کہ جب گانے والیاں بڑھ جائیں گی، اس زمانے میں بھی اللہ کی طرف سے خطرناک عذاب آئے گا۔

جسم اللہ تعالیٰ کی امانت ہے

دینی بہنو! اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ جو بدن دیا ہے وہ اللہ کی امانت ہے، ہم اس بدن کو جس طرح چاہیں استعمال نہیں کر سکتے، جس طرح چاہیں اس کی زیب وزینت، اور نمائش نہیں کر سکتے۔

خودکشی حرام ہے

اس لیے جب کوئی مسلمان عورت یا مرد خودکشی کرے تو اللہ کے یہاں ہمیشہ

کے لیے اس کے لیے جہنم کی آگ ہے، اس سے بھی معلوم ہوا کہ ہمارے اس بدن میں ہم جس طرح چاہیں تصرف بھی نہیں کر سکتے ہیں۔

عورت شریعت کی حد میں رہ کر زینت اختیار کرے

عورت کی ذات میں فطری اور طبعی طور پر زینت کی محبت رکھی ہوئی ہے، ہماری شریعت اتنی پاکیزہ ہے کہ وہ زینت کرنے سے عورتوں کو منع نہیں کرتی؛ لیکن اس کے لیے حد (Border) بتائی ہے۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی پاک بیوی حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو عورت اپنے شوہر کے علاوہ کسی دوسرے کے لیے زینت اختیار کرے اس کی مثال قیامت کے دن ایک اندھیرے کی طرح ہے۔

قیامت کے دن کا جو اندھیرا ہوگا اس میں ذرہ برابر روشنی نہیں ہوگی۔

اِس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ بہنوں کے لیے زینت کرنا جائز ہے؛ لیکن شریعت میں اس کی حد یہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کے لیے زینت اختیار کرے، ہماری بہنیں شوہر کے سامنے میلی کچیلی رہیں گی، گھر میں خادمہ اور نوکرانی کی طرح رہیں گی، بدن سے لہسن، پیاز، ادرک کی بدبو آتی ہوگی اور جب گھر سے باہر جانا ہو تو زیب وزینت، بناؤ سنگھار کے ساتھ جاویں گی، یہ غلط طریقہ ہے، گھر میں شوہر کے سامنے زینت سے رہو، جب بھی وہ گھر سے باہر جاوے تو تمھاری یاد اس کو ستاوے اور جلدی وہ لوٹ کر گھر واپس آجاوے، اور تم جب بھی گھر سے باہر نکلو تو ایسی سادگی سے اسلامی پردہ کے ساتھ کہ کوئی تم کو نظر اٹھا کر نہ دیکھے۔

بیوٹی پارلر جانا جائز نہیں ہے

آج کل بیوٹی پارلروں میں جانے کا رواج بڑھ رہا ہے، بیوٹی پارلر میں قسم قسم کے نقصانات ہیں، اس میں جو بیوٹیشین ہوتا ہے اگر وہ مرد ہے تو اس کے پاس جانا اور اس سے زینت کروانا شریعت میں ناجائز اور حرام ہے؛ اس لیے کہ عورت کا پورا بدن ستر؛ یعنی چھپانے کی چیز ہے، عورت کے لیے سر سے پیر تک ہر عضو کو پرائے مرد سے چھپانا ضروری ہے، اور اگر بیوٹیشین عورت ہے، اور وہ مسلمان نہیں ہے تو اس سے بھی زیب وزینت کروانا جائز نہیں، اور اگر وہ عورت مسلمان ہے تو جائز طریقے سے شریعت کی حد میں رہ کر زینت کروانے کی اجازت ہے۔

نیز اس میں کام کرنے والی جو عورتیں ہوتی ہیں وہ آزاد زندگی (Free life) گزارنے والی ہوتی ہیں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ناراض کرنے والی ہوتی ہیں، ان کی ذہنیت اور سوچ غیروں کی طرح ہوتی ہے اور جو عورت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ناراض کرنے والی ہو، اس سے زینت کروانا اور اپنے بدن پر اس کو ہاتھ لگانے دینا یہ ایمانی غیرت کے بالکل خلاف ہے۔

اسی طرح بیوٹی پارلر میں کام کرنے والی جو عورتیں ہوتی ہیں عامۃً ان کا ایک شوہر نہیں ہوا کرتا اور جو عورت اس طرح کی ہو کہ ایک شوہر کو خوش کر کے ازدواجی حدود میں رہ کر زندگی گزارنے کا اس کا مزاج نہیں ہے، وہ آپ کو ہرگز ایسا تیار نہیں کر سکتی جس سے آپ کے شوہر کا دل خوش ہو جائے؛ اس لیے اگر بیوٹی پارلر میں کام کرنے والی عورتیں بھی ہوں تو بھی ان کی آزاد زندگی کو دیکھ کر ان کے پاس جانا ایمانی غیرت کے خلاف ہے۔

میک اپ میں استعمال ہونے والی چیزوں کے جسمانی نقصانات

میک اپ کرنے اور سجانے کے لیے جو پاؤڈر یا کریم یا تیل استعمال کیا جاتا ہے اس میں ایسے خطرناک کیمیکل ہوتے ہیں کہ وہ آپ کے بالوں کو بہت جلد خراب کر دیتے ہیں، اس سے آپ کے بال دھیرے دھیرے گرنے لگتے ہیں، چمڑی کی اصل خوب صورتی آہستہ آہستہ کمزور ہو جاتی ہے، ایسی خطرناک کیمیکل والی دوائیں اپنی چمڑی اور بالوں پر استعمال کروانا یہ بھی تندرستی کے لحاظ سے ہرگز مناسب نہیں ہے۔

بیوٹی پارلر میں مالی نقصانات

اس میں جو فیس ادا کرنی ہوتی ہے یقیناً وہ فضول خرچی اور اسراف میں داخل ہوتی ہے، جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے اور مال والی نعمت کی ناقدری ہے، اگر اتنے پیسے ہم بچا کر کسی غریب کو دے دیں تو ان شاء اللہ! اس کا بہت بڑا اجر اور ثواب ملے گا۔

زینت میں اسراف کے نقصانات

آج کل ہماری بہت ساری بہنوں کو فیشن والے کپڑے اور موبائل اور میک اپ میں فضول خرچی کی عادت ہو گئی ہے، جس کی وجہ سے باپ پر پیسوں کے لیے دباؤ ڈالتی ہیں، شادی کے بعد شوہر کے لیے بوجھ بن جاتی ہیں اور اس کی وجہ سے جھگڑے وجود میں آتے ہیں؛ بلکہ بعض مرتبہ اپنے اخراجات پورے کرنے کے لیے دوسرے گناہوں کا راستہ اپنانے لگتی ہیں۔

اسی طرح ان چیزوں میں زیادہ مشغولی نماز، تلاوت، ذکر وغیرہ سے محرومی کا

ذریعہ ہے؛ اس لیے ایسی بری عادت زندگی میں نہ آنے دیویں، شریعت نے آپ کو اجازت دی ہے کہ آپ اپنے آپ کو اچھا رکھو، اچھی طرح اپنے آپ کو سنوارو اور خاص کر اپنے شوہر کا دل خوش کرنے کے لیے اپنے آپ کو اچھا بناؤ۔

ایک مسئلہ

بہشتی زیور میں ''حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ'' نے مسئلہ لکھا ہے کہ: اگر کوئی عورت میلی کچیلی رہتی ہے اور شوہر کو نفرت ہوتی ہے، پھر شوہر اس کو حکم کرے کہ بن ٹھن کر رہو، بناؤ سنگھار سے رہو، تو اس وقت شوہر کی بات ماننا عورت کے لیے ضروری ہے، اگر اس وقت عورت شوہر کی بات نہ مانے تو ایسی صورت میں شوہر کو مارنے کی بھی اجازت ہے۔

اِس مسئلہ سے آپ اندازہ لگاؤ کہ شوہر کے سامنے تمھارا اچھا رہنا کتنی اچھی اور پسندیدہ بات ہے؛ لیکن بہت زیادہ اپنے آپ کو ٹیپ ٹاپ اور میک اپ میں رکھنا اور ہر وقت اسی میں آپ کا دھیان رہے اور اسی میں آپ کا خیال رہے یہ بھی اچھی بات نہیں ہے؛ اس لیے کہ ایک ایمان والی عورت کی زندگی بہت قیمتی ہے کہ اپنے اوقات میں وہ نماز، ذکر، اور قرآن کی تلاوت کرے، اللہ کی عبادت کرے؛ یعنی نیک کاموں میں اپنے اوقات زیادہ لگائے، حاصل یہ ہے کہ ہر وقت زینت ہی کے پیچھے اپنے آپ کو لگانا بھی شریعت کی نظر میں پسند نہیں۔

بال کٹوانا شریعت کی رو سے جائز نہیں

بہنو! بہت سارے ضروری مسائل میں ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ بہت ساری

عورتیں اپنے سر کے بال کٹواتی ہیں، چاہے بال زیادہ کٹائیں چاہے سیٹنگ کے لیے تھوڑے تھوڑے کٹائیں، اس طرح بال کٹوانا چاہے سامنے سے ہو یا آس پاس سے، یا پیچھے سے، کسی طرح شریعت میں جائز نہیں ہے، اگر شوہر بال کٹوانے کا حکم کرے تب بھی شوہر کی بات ماننا جائز نہیں ہے، شریعت میں قانون ہے: لَاطَاعَةَ لمخلوقٍ في معصية الخالق. یعنی جس میں اللہ کی نافرمانی ہوتی ہو ایسی بات میں کسی مخلوق کی بات نہ مانی جائے، چاہے شوہر ہو چاہے باپ ہو، شریعت کے قانون کے خلاف ان کی بات کو مت مانو؛ اس لیے کہ اللہ کا حکم پہلے اور شوہر کا حکم بعد میں ہے۔

بے پردہ باہر نکلنا

اگر شوہر تم کو حکم کرے کہ تم بغیر پردے کے باہر جاؤ تب بھی اس کی بات مت مانو، آج کل بہت ساری عورتیں اپنے شوہر کے ساتھ تفریح کے لیے یا کسی ضرورت سے باہر نکلتی ہیں اور وہ بن ٹھن کر نکلتی ہیں، یہ غلط بات ہے، خاص کر دو پہیے والی گاڑی، بائک پر شوہر کے ساتھ بیٹھ کر جاوے، اس میں پیچھے وہ عورت ہو، بال ہوا میں اڑ رہے ہوں اور بیٹھنے کا انداز بھی بے حیائی والا ہو، یہ سب غلط کام ہیں، شریعت میں ایسے کاموں کو پسند نہیں کیا گیا ہے، ہمارے محترم یوسف بھائی گودھرا والے ثم بارڈولی والے (خلیفۂ مجاز حضرت شیخ قمر الزماں الہ آبادی دامت برکاتہم) فرماتے ہیں کہ: وہ جو بندری کی طرح چمٹ کر جاتی ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ گاڑی پر کیسے قابو ہوتا ہے۔

یہ بیٹھنے کا انداز بھی نہایت بے حیائی والا ہے، ایسی حرکت گناہ کا کام ہے، اس سے بچنا بہت ضروری ہے۔

مردوں جیسے کپڑے

اسی طرح ہماری بہت ساری بہنوں کو مردوں جیسے کپڑے پہننے کا شوق ہوتا ہے، اس کے متعلق بخاری شریف میں حدیث ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ان مردوں پر جو عورتوں جیسی مشابہت اختیار کریں اور لعنت ہے ان عورتوں پر جو مردوں جیسی مشابہت اختیار کریں۔

اس لیے دینی بہنو! مردوں جیسا لباس، مردوں جیسی اسٹائل اختیار مت کرو، حدیث شریف میں اس پر لعنت آئی ہے۔

ایک واقعہ

آج تو عورتوں کے کپڑے ہی ایسے ہو گئے ہیں کہ مرد اور عورت میں فرق ہی کرنا دشوار ہو گیا ہے، ہمارے جامعہ ڈابھیل کے ایک مخلص بھولے بھالے اللہ والے مدرس کا واقعہ ہے، وہ مرولی ریلوے اسٹیشن پر تھے، ٹرین آنے میں تاخیر ہو رہی تھی، وہ سمجھے کہ پتہ نہیں میں جلدی آ گیا یا ٹرین زیادہ تاخیر سے آ رہی ہے، وہاں ایک نوجوان جیسا نظر آیا، مولانا مدظلہ نے اس کے قریب جا کر بھولے پن سے سادگی میں سوال کیا: بھائی! گھڑی میں کتنا وقت ہوا؟ تو اس نوجون جیسی شکل والی نے ناراضگی کے لہجے میں کہا کہ: نظر نہیں آتا کہ میں لڑکی ہوں؟

عورتوں نے آج یہ جو جینس، ٹی شرٹ وغیرہ لباس اپنائے ہیں وہ کیسے ہیں کہ پتہ ہی نہیں چلتا کہ مرد ہیں یا عورت؟ فرق کرنا دشوار ہو گیا ہے۔

ایک نصیحت بھرا لطیفہ

اردو میں ایک محاورہ ہے ''دامن داغدار ہونا''، کسی کی عزت اور پاک دامنی پر آنچ آوے تو کہتے ہیں ''دامن پر دھبہ لگ گیا، دامن داغدار ہو گیا اور نصیحت کے طور پر کہتے ہیں: اپنے دامن کو داغدار مت بناؤ، دامن پر دھبہ مت لگنے دو۔

میرے استاذِ محترم شیخ الحدیث حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہم فرماتے ہیں: آج تو دامن ہی نہیں رہا کہ دامن داغدار ہو۔

اس لیے کہ آج کل عورتوں میں ٹی شرٹ میں دامن ہوتا ہی نہیں، خاص کر جوان بہنوں میں، اس طرح بے حیائی والے لباس سے اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے، آمین۔

بے بی کٹ بال فیشن آگ کا انگارہ ہے

اسی طرح یہ مسئلہ بھی سمجھ لو! ہماری بہت ساری بہنیں اپنے خود کے اور اپنی لڑکیوں کے بال بے بی کٹ رکھتی ہیں، یہ بھی جائز نہیں ہے۔

ایک خاص نصیحت

سمجھ لو! آپ بچپن سے چھوٹی چھوٹی اولاد کو دین کا عادی بناؤ، بچپن سے ان کی فیشن والی زندگی کی عادت ڈالنا آگے چل کر بڑا خطرناک ہوگا، دیکھو! آگ کا انگارہ اگر کوئی بڑا آدمی پکڑے گا تو بھی اس کا ہاتھ جلے گا اور چھوٹا بچہ پکڑے گا تو اس کا ہاتھ بھی جلے گا، یہ فیشن اور مغربی تہذیب والی زندگی آگ کا انگارہ ہے، اگر چھوٹی بچیاں اس کو

ہاتھ میں لیں گی تو وہ ان کی حیا اور شرم کو جلا کر خاک بنا دے گا۔

اپنی چھوٹی بچیوں کے بال، کپڑے فیشن والے ہرگز ٹھیک نہیں ہیں؛ اس لیے ''بچہ بچہ'' کہہ کر بات کو بھول مت جاؤ، غلط چیز چلنے مت دو، بچوں کو بھی بچپن ہی سے شریعت کے احکام پر عمل کا عادی بناؤ۔

قدرتی بال کو سنوارنا جائز ہے

ہاں! اتنی بات ضرور ہے کہ اللہ نے آپ کو جو قدرتی بال دیے ہیں، آپ ان بالوں کو شوہر کو خوش کرنے کے لیے اچھے انداز میں ٹھیک ٹھاک رکھو، اس میں تیل ڈالو، سر کے بال میں تیل ڈالنا نبیٔ کریم ﷺ کی سنت ہے اور تیل لگانا بال اور دماغ کے لیے فائدہ مند بھی ہے۔

بس! اتنی بات ملحوظ رہے کہ فاسقہ عورتوں کے ساتھ مشابہت نہ ہونے پائے، فلمی عورتیں اور مغربی عورتوں کی نقل نہ اتاری جائے، ضروری دینی کام میں خلل نہ آئے، اور نیت شوہر کا دل خوش کرنا ہو، اس کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔

آئی برو (i bro) کروانا جائز نہیں ہے

اسی طرح ہماری بہت ساری بہنوں کو آئی برو کروانے کا شوق ہوتا ہے، آئی برو میں یہ ہوتا ہے کہ آنکھوں کے اوپر جو بھنویں ہیں اس کے بال اکھاڑے جاتے ہیں، کاٹے جاتے ہیں اور پھر بالوں کی لکیر بنائی جاتی ہے، اس کو پتلا کیا جاتا ہے، دھاردار بنا دیا جاتا ہے، اور اس پر قسم قسم کے رنگ لگائے جاتے ہیں، اس طرح آئی برو کروانا ہماری شریعت میں ہرگز جائز نہیں ہے، اس قسم کی عورتوں پر بخاری شریف کی ایک

حدیث میں لعنت آئی ہے، چاہے شوہر کو خوش کرنا ہو، چاہے دلہن کو سنوارنا ہو۔

عورت داڑھی کے بال نکال سکتی ہے

دوسری بات یہ بھی سمجھ لو کہ بعض مرتبہ بہت سی عورتوں کو داڑھی کے بال نکل آتے ہیں تو اس کو کسی پاؤڈر یا Cream سے صاف کر دینا چاہیے، اسی طرح ہونٹوں پر اگر بال نکل آئیں تو اس کو بھی صاف کر دینا بہتر ہے۔

مصنوعی بالوں کو اصل بالوں کے ساتھ ملانا جائز نہیں

ایک اور اہم مسئلہ جان لو! عورت کے بدن کے قدرتی بالوں کے ساتھ بناوٹی بالوں کو ملانا شریعت میں بالکل جائز نہیں ہے، چاہے وہ بناوٹی بال مرد کے ہوں یا عورت کے ہوں، یہ ایک قسم کا دھوکہ ہے کہ بناوٹی بال اصل بال کے ساتھ ملا کر دھوکہ میں ڈالنا چاہتی ہے، عام طور پر بناوٹی بال جوڑنے میں نیت یہ ہوتی ہے کہ بال لمبے نظر آئیں۔

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث جو بخاری شریف اور مسلم شریف میں موجود ہے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ کی لعنت ہے اس عورت پر جو اپنے بالوں کے ساتھ کسی دوسرے کے بال ملا دے۔

اسی طرح جو عورت کسی دوسری عورت کو کہے: تو میرے بال کے ساتھ دوسرے بال ملا دے تو اس ملانے والی عورت پر بھی اللہ کی لعنت ہے؛ لہذا اس طرح بالوں کو جڑوانے سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے، اللہ تعالیٰ نے جو بال آپ کو دے رکھے ہیں اسی کو حفاظت سے رکھو۔

اللہ تعالیٰ کی لعنت کی حق دار عورتیں، وِگ (Wig) پہننا

(۱) بعض عورتیں وِگ پہنتی ہیں، یہ اگر انسانوں کے بالوں کی وِگ ہے تو ہر گز جائز نہیں ہے، حرام ہے، ایسی وِگ اپنے سر پر لگانے سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔

(۲) بعض بہنیں بیوٹی پارلر میں جا کر اپنے دانتوں کو خاص طور پر گھسوا کر سجاتی ہیں، یعنی دو دانتوں کے بیچ میں گھسوا کر درمیان میں جگہ کھلواتی ہیں؛ تا کہ دو دانت کے درمیان جگہ کھلے اور دو دانتوں کے بیچ میں کشادگی نظر آوے اور حسن میں زیادتی نظر آوے، سن لو! جو عورت اس طرح دانتوں کے بیچ میں جگہ کھلواتی ہے ایسی عورت پر اللہ کی لعنت ہے، بخاری شریف میں حدیث ہے کہ:

لعنت ہے اس عورت پر جو اس طرح حُسن اور خوب صورتی کے لیے دانتوں کے درمیان میں کشادگی کروائے۔

یہ اللہ کی خلقت بدلنے والی عورت ہے؛ اس لیے اس طرح دانتوں کے درمیان میں گھسوا کر جگہ کروانا جائز نہیں ہے۔

میک اپ (Make up) کی جائز مقدار

ہاں! چہرے پر میک اپ کرنا جائز ہے؛ لیکن اس میں ایک بات کا خیال رہے کہ جو کریم لگائی جائے اس میں خنزیر یا مردہ جانور کی چربی نہ ہو، حرام چربی ملا ہوا ہر گز استعمال نہ کریں، اگر کوئی حرام چیز ملی ہوئی نہ ہو تو ایسا پاؤڈر یا کریم استعمال کرنا جائز ہے، اور اگر اس میں حرام چیز ملائی تو گئی؛ لیکن اس کو کیمیکل وغیرہ سے بدل دیا گیا ہو جس کو حقیقت یا ماہیئت بدلنا کہتے ہیں، تو پھر ایسی کریم بھی استعمال کرنا جائز ہے۔

لپسٹک (Lipstick) لگانا کیسا ہے؟

ہماری بہت ساری بہنیں لپسٹک (لالی) استعمال کرنے کی شوقین ہیں، اس میں بھی مسئلہ اچھی طرح سمجھ لو کہ اگر حرام چیز کی بنی ہوئی ہے تو اس سے اپنے آپ کو بچاؤ، ایسی لالی مت لگاؤ، اور اگر حلال چیز کی ہے تو اس میں یہ مسئلہ دھیان میں رکھیں کہ لپسٹک (لالی) اتنی زیادہ لگا دے یا اس طرح ہو کہ وضو اور غسل کا پانی ہونٹ کی چمڑی کو نہ لگے تو ایسی لپسٹک استعمال نہ کریں، اس سے وضو اور غسل نہ ہوگا، ہاں! اگر پانی پہنچ جاتا ہو، تہ نہ جمتی ہو تو لگا سکتے ہیں، باقی استعمال کر سکتے ہیں یا پہلے وضو اور غسل کرلے اس کے بعد تھوڑی تھوڑی ہلکی ہلکی لپسٹک شوہر کے لیے استعمال کرے تو یہ جائز ہے۔

ناخن پر لال رنگ (Nail polish)

اسی طرح بہت ساری بہنوں کو نیل پالش کا شوق ہے کہ وہ اپنے ناخن کو رنگ والا بناتی ہیں، اور قسم قسم کے کلر سے ناخن کو رنگا جاتا ہے، تو اس میں بھی یہی مسئلہ ہے کہ جو نیل پالش مارکیٹ میں ملتی ہے، وہ اگر Oil Colour والا ہو، جس کی وجہ سے ناخن پر کلر کی تہ جم جاوے، جس کی وجہ سے وضو اور غسل کا پانی ناخن تک نہ پہنچتا ہو، تو ایسی نیل پالش کو استعمال نہ کریں، اس کی وجہ سے وضو اور غسل نہیں ہوتا اور عورت ناپاک ہی رہتی ہے اور نماز صحیح نہیں ہوتی، مہندی سے اپنے ناخن کو لال رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

چالیس دن سے زیادہ ناخن رکھنے کی اجازت نہیں

بعض بہنیں اپنی انگلیوں کے ناخن لمبے رکھتی ہیں، خاص کر پہلی اور آخری انگلی

کے، ہر ہفتے میں ایک مرتبہ ناخن کاٹ لینے چاہییے اور زیادہ سے زیادہ چالیس/۴۰ دن رکھنے کی اجازت ہے، اس کے اوپر اکتالیسواں دن نہیں ہونا چاہییے اور اگر ناخن لمبے رکھے ہوئے ہیں تو اس میں خاص خیال رکھو کہ اس کے نیچے پانی پہنچ جانا چاہیے؛ تاکہ وضو اور غسل مکمل ہوجائے۔

مہندی استعمال کرنا جائز ہے

مہندی لگانے کی اجازت ہے؛ بلکہ عورتوں کو مہندی لگانی چاہییے اور یہی مہندی اگر کسی کے بال سفید ہو گئے ہوں تو سر پر لگانا بھی جائز ہے اور اس میں کوئی چیز ملا دی جائے جس سے رنگ گہرا (Dark) ہوجاوے، تو وہ بھی جائز ہے؛ البتہ کالا نہ ہوجاوے اس کا خیال رہے۔

زیورات کس حد تک جائز ہیں؟

اس کے بعد زیورات کا بھی مسئلہ سمجھ لو! عورت کے لیے سونے اور چاندی کے زیورات پہننا جائز ہے؛ لیکن یہ یاد رہے کہ زیور پہن کر تکبر اور گھمنڈ نہ آئے کہ میں بہت مال دار کی عورت ہوں اور بہت مال دار کی بیٹی ہوں، میں نے کتنا اچھا زیور پہن رکھا ہے، زیور پہن کر کسی غریب عورت کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے، حدیث میں ہے: حضرت نبئ کریم ﷺ نے ارشاد فرماتے ہیں کہ: جو عورت ظاہر کرنے یعنی دکھلاوے کے لیے زیورات کو پہنتی ہے ایسی عورت کو عذاب دیا جائے گا۔

ہماری بعض بہنیں دوسروں کو اپنے زیورات دکھانے میں اتنی ماہر ہوتی ہیں کہ اگر لمبی آستین والا کرتہ پہنا ہوا ہو اور اس کے نیچے اگر چوڑیاں پہنی ہوئی ہوں تو اس کو

ظاہر کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی بہانہ کریں گی ''بہت گرمی لگتی ہے'' اس طرح بول کر اپنی آستین کھولیں گی اور اس طریقے سے اپنے زیور دوسروں کو دکھلائیں گی۔

بعض مرتبہ عورتوں کے مجمع میں بیٹھ کر گرمی کا عذر کر کے کان اور گلا کھول دیں گی اور زبان سے بولے گی بہت گرمی لگ رہی ہے اور مقصد زیور دکھانا ہوتا ہے۔

ایک اور بات آپ کو بتاؤں: دکھاوا اور نمائش کی نیت نہ ہو تو عورتوں کے لیے زیوارت پہننا جائز ہے؛ لیکن نبئ کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ: اگر تم جنت کا زیور اور جنت کا ریشم پہننا چاہتے ہو تو دنیا میں اس کو مت پہنو۔

اگر ہمت ہو تو اس پر بھی عمل کر کے دیکھ لو! یہ بہت بڑی اور اونچی ہمت والی بہنوں کی بات ہے۔

کونسا زیور پہننا جائز ہے؟

زیورات میں ایک خاص بات یہ ہے کہ جس زیور میں سے آواز نکلتی ہو؛ یعنی جو زیور بجتا ہو ایسا زیور نہیں پہننا چاہیے، جیسا کہ پاؤں میں پازیب پہنی ہو اور اس میں سے آواز نکلتی ہو تو ایسی پازیب پہننا شریعت میں جائز نہیں ہے۔

گھنٹی والے پازیب پہننا منع ہے

حضرت بُنانہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر تھی کہ ایک عورت اپنی لڑکی کو لے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی، وہ لڑکی پاؤں میں چھانجھن پہنے ہوئی تھی اور اس میں سے آواز آ رہی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: اس لڑکی کے چھانجھن کو جب تک نہ کاٹے

جائیں اس کو میرے پاس آنے مت دینا؛ اس لیے کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ سے میں نے سنا ہے کہ جس کے گھر میں گھنٹی ہو اس کے گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جس کے گھر میں گھنٹی ہو وہ شیطان کے باجے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ ہر گھنٹی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔

اس لیے اس قسم کے آواز والے زیور مت پہنو، اس میں یہ خیال بھی رکھو کہ بعض زیور ایسے ہوتے ہیں کہ ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرا کر اس میں سے آواز نکلتی ہے، تو اس قسم کے زیور پہننے سے بھی اپنے آپ کو بچانا چاہیے، سورۂ نور میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ﴾ کہ اپنے پیر کو زمین پر چلتے وقت اتنے زور سے مت مارو کہ جس سے تمھاری زینت سامنے آجائے۔

بہنو! شیطان بہت خطرناک ہے، جب عورت کے زیور میں سے آواز نکلتی ہے تو وہ مردوں کے دلوں کو للچاتا ہے اور مردوں کے دلوں میں حرام خواہش پیدا کرتا ہے۔

سونے چاندی کے علاوہ کے زیورات

آج کل مصنوعی چیزوں کا دور ہے، پلاسٹک، ایلومینیم، تانبے، پیتل وغیرہ کے زیورات آرہے ہیں، اس کے متعلق ضروری ہدایات:

① پلاسٹک اور کانچ اور دیگر دھاتوں کی چوڑیاں پہننا جائز ہے۔

② انگوٹھی صرف سونے اور چاندی کی جائز ہے، اس کے سوا کسی بھی دھات کی انگوٹھی جائز نہیں ہے؛ اس لیے اگر ہماری کسی بہن کے پاس سونے چاندی کے علاوہ دوسری دھات کی انگوٹھی ہو تو اس کو گھر جا کر پھینک دو، آج ہی اس کو گھر سے نکال دو۔

③ انگوٹھی میں پتھر کا نگینہ لگانا جائز ہے؛ لیکن پتھر کے بعض نگینے کے لیے غلط عقیدے بھی چلتے ہیں؛ اس لیے خاص خیال رکھو کہ کسی پتھر کے نگینہ میں ذاتی طور پر کوئی تاثیر نہیں ہے، ہاں! اللہ تعالیٰ جب اور جس چیز میں چاہتے ہیں تاثیر پیدا فرما دیتے ہیں اور جب چاہیں تاثیر ختم فرما دیتے ہیں، بعض عامل لوگ اس طرح کی باتیں لوگوں کو کہتے ہیں جس سے لوگوں کے عقیدے بگڑتے ہیں، ان کی طرف دھیان نہ دیں۔

عورتوں کو خریداری کرتے وقت احتیاط کرنی چاہیے

ایک اور خاص بات یاد رکھنا چاہیے کہ جب بازار میں زیور وغیرہ خریدنے کے لیے جائیں تو دکان والے سے ہنس ہنس کر باتیں نہیں کرنی چاہیے اور اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دینا کہ وہ اپنے ہاتھ سے آپ کے ہاتھ میں چوڑیا پہنائے یہ ہرگز ہرگز صحیح نہیں ہے، اس میں دونوں طرف سے حرام اور شہوت بھری لذت اور بلا ضرورت ستر والے اعضا کو کھولنا لازم آتا ہے، جس سے ناجائز تعلقات بھی وجود میں آتے ہیں۔

رمضان کے آخری عشرہ میں ہماری بہنیں عید کے لیے زیورات کی خریدی میں بازاروں کے چکر لگاتی ہیں، اور دوسرے دنوں میں بھی یہ چکر چلتے رہتے ہیں، اس میں بے پردگی، ضرورت سے زیادہ چکر، یہ سب غلط اور گناہ کے کام ہیں۔

اسی طرح Matching کے چکر نے تو وقت اور مال دونوں نعمت کو بہت ضائع کر رکھا ہے، ان چیزوں سے بچنے کی سخت ضرورت ہے، محرم مرد کے ساتھ مکمل شرعی پردہ میں بوقتِ ضرورت بقدرِ ضرورت بازار جانا چاہیے، پرائے مرد سنار کا ہاتھ بدن سے نہ لگے یہ بہت ضروری ہے۔

بہرحال! دوسری دھاتوں کے زیور پہننا جائز ہے۔

ناک کان میں سوراخ اور گلے میں لاکیٹ پہننا کیسا ہے؟

ناک اور کان میں سوراخ کروا کر زیور پہننا جائز ہے؛ بلکہ ہمارے ایک بزرگ یوں فرماتے تھے کہ: ہماری بہنوں کو زیورات کی محبت ایسی ہے کہ پورے بدن میں سوراخ کروانے پڑیں تو بھی اس کے لیے تیار ہو جاویں گی۔

اسی طرح گلے میں ہار کے ساتھ لاکیٹ پہننا بھی جائز ہے، اس میں خاص خیال رکھو کہ آج کل ہماری بہت ساری بہنیں قرآن کی آیت والا، اللہ کے نام والا لاکیٹ پہنتی ہیں، یہ مناسب نہیں ہے، لاکیٹ پہن کر بیت الخلاء یا غسل خانہ میں جانا یہ بہت بڑی بے ادبی کی بات ہے، ایسے لاکیٹ کے ساتھ ستر کھولنا بھی بے ادبی ہے، اس لیے ایسا لاکیٹ نہیں پہننا چاہیے۔

حروفِ مقطعات والی انگوٹھی

ایک انگوٹھی تعویذ والی ہوتی ہے جس میں حروفِ مقطعات لکھے رہتے ہیں اور اس کے بڑے بڑے فائدے بیان کیے جاتے ہیں، تو ایسی انگوٹھی ہمارے ہاتھ میں ہوتی ہے تب بھی ہم کو یاد نہیں رہتا اور ہم اسی کے ساتھ غسل خانہ، بیت الخلاء میں چلے جاتے ہیں؛ اس لیے بہتر یہی ہے کہ اس کو بھی نہ پہنا جائے۔

عورتوں کو کیسی خوشبو استعمال کرنی چاہیے

خوشبو اور پرفیوم کے بارے میں حدیث میں آتا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

کی حدیث ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: مردوں کی خوشبو ایسی ہو جس کی خوشبو ظاہر ہو؛ یعنی دوسروں کو بھی پہنچ رہی ہو اور اس کا رنگ ظاہر نہ ہو، اور عورتوں کی خوشبو ایسی ہونی چاہیے کہ جس کی خوشبو کا رنگ نظر آوے؛ لیکن اس کی خوشبو ظاہر نہ ہو۔

ابوداؤد شریف اور ترمذی شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ہر آنکھ زنا کار ہے؛ یعنی جو آنکھ گندی نظر ڈالتی ہے وہ زنا کار ہے اور آگے حدیث میں ارشاد فرمایا: کوئی عورت ایسی خوشبو لگا کر (جس کی خوشبو پھیلتی ہو اور مردوں کے ناک میں جاتی ہو، اور وہ) مردوں کی محفل سے گزرے وہ عورت ایسی ایسی ہے؛ یعنی زنا کار ہے۔

طبرانی میں ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جب کوئی عورت خوشبو لگا کر گھر سے باہر جاتی ہے اور مرد اس کو دیکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایسی عورت سے مسلسل ناراض رہتے ہیں جب تک کہ وہ عورت واپس گھر میں نہ آجائے۔

کونسا پرفیوم استعمال کرسکتے ہیں؟

اس لیے بہنو! بہت لائٹ خوشبو جو صرف آپ کا شوہر سونگھ سکے، ایسی خوشبو کے علاوہ دوسرا کوئی پرفیوم استعمال نہ کریں اور پرفیوم میں بھی یہ خیال رکھو کہ اس میں حرام چیز نہ ہو۔

بالوں کو چالیس دن سے زیادہ چھوڑے رکھنا جائز نہیں ہے

ناف کے نیچے کے بال ہر ہفتہ صاف کرلینا چاہیے، زیادہ سے زیادہ چالیس

دن تک اس کی گنجائش ہے، اس کے بعد جائز نہیں ہے، گناہ ہے؛ اس لیے ان بالوں کو اور بغل کے بالوں کو ایک ہفتے میں یا زیادہ سے زیادہ پندرہ دن میں صاف کر لینا چاہیے، عورتوں کے لیے ان بالوں کو صاف کرنے کے لیے پاؤڈر یا کِریم استعمال کرنا زیادہ اچھا ہے، اگر چہ بلیڈ استعمال کرنا بھی جائز ہے؛ لیکن افضل نہیں ہے۔

عورتیں مردوں کی مشابہت اختیار نہ کریں

ہماری بہت ساری بہنوں کو ہِل والے جوتے پہننے کا شوق ہوتا ہے کہ اونچی اونچی ہِل والے جوتے پہنتی ہیں تو ایسا جوتا پہننا جائز تو ہے؛ لیکن یاد رکھو کہ ہمارے جوتے ایسے ہوں کہ جو مردوں جیسے نہ ہوں؛ اس لیے جو جوتے خاص عورتوں کے لیے بنے ہوئے ہوتے ہیں اسی کو استعمال کرنا چاہیے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے سوال کیا کہ ایک عورت ایسی ہے کہ جو مردوں جیسے جوتے پہنتی ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورت پر لعنت فرمائی ہے، یہ حدیث میں موجود ہے۔

خلاصۂ کلام

دینی بہنو! یہ کچھ موٹے موٹے ضروری مسائل جو آپ کے متعلق تھے عرض کر دیے، ہمیشہ یاد رکھو کہ اللہ نے عورت کو فطری طور پر حُسن دیا ہے اس حسن کی قدر و قیمت سمجھو اور غلط زینت اور غلط راستے پر مت جاؤ، ان شاء اللہ! اللہ دنیا اور آخرت میں عزت عطا فرمائے گا، آج جو ماحول بن رہا ہے کہ ہماری بہنیں دوسرے مردوں کو للچانے اور اپنے آپ کو حسینہ دکھانے کے لیے فیشن اور میک اپ کرتی ہیں اور اچھے کپڑے پہنتی

ہیں یہ سب خطرناک گناہ اور برائی کے کام ہیں، اس سے اپنے آپ کو بچاؤ اور یہ مسائل جو بتائے ہیں وہ بہت ہی اہم بھی ہیں اور بہت نازک بھی؛ لہٰذا ان مسائل کو خوب اچھی طرح سمجھ کر اس پر عمل کرو اور جو بات سمجھ میں نہ آئے اس کو پوچھ لینا چاہیے، اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

جمعہ کے چند فضائل، جمعہ کے چند اعمال

① حدیث میں آتا ہے جمعہ کا دن بہت فضیلت والا دن ہے؛ اس لیے گھر جا کر یہ کوشش کرو کہ صلاۃ التسبیح پڑھیں، یہ نماز بہت برکت والی نماز ہے، اور جمعہ کے دن اس کو پڑھنے میں ثواب زیادہ ملتا ہے، اگر اس نماز کا طریقہ معلوم نہ ہو تو جاننے والی بہنوں سے اس کا طریقہ سیکھ کر جاؤ۔

سورۂ کہف کی فضیلت

② سورۂ کہف کی تلاوت کا اہتمام کرو، حدیث میں آتا ہے: جو جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھے اس کے ایک ہفتہ کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں؛ یعنی پچھلے جمعہ سے اس جمعہ تک کے گناہ معاف ہوتے ہیں، اور قدم سے لے کر آسمان کی بلندی تک نور ہوگا اور وہ نور قیامت کے دن اس کو کام آئے گا، اور جمعہ کو سورۂ کہف پڑھنے سے اللہ تعالیٰ اس کی آٹھ روز تک ہر فتنوں سے حفاظت کرے گا، اور اگر دجال نکلا تو اس کے فتنے سے حفاظت ہوگی؛ اس لیے ہر جمعہ کو اس کے پڑھنے کی عادت بنالو۔

سورۂ کہف کی اور ایک بڑی فضیلت یہ ہے کہ سورۂ کہف کی پہلی دس آیتیں اور

ایک حدیث میں آخری دس آیتوں کا ذکر ہے کہ اس کو زبانی یاد کرلو تو اس کا فائدہ اتنا بڑا ہے کہ دجال کے فتنے سے اللہ تعالیٰ حفاظت فرماویں گے۔ ان بیس آیتوں کو یاد کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے (یعنی پہلی اور آخری دس دس آیتوں کو یاد کرلو)

درود شریف کی فضیلت

③ جمعہ کے دن زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھنے کا اہتمام کرو، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ: جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے اسّی (۸۰) مرتبہ اس درود شریف کو پڑھے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَ عَلٰى اٰلِهِ وَ سَلِّمْ تَسْلِيْما.

اللہ تعالیٰ اس کے ۸۰/ سال کے گناہوں کو معاف کریں گے اور ۸۰/ کی سال عبادت کا ثواب لکھا جائے گا۔ یہ ہمیشہ کی عادت بنا لینی چاہیے۔

جمعہ کی ایک مقبول گھڑی

④ جمعہ کے ایک دن ایک گھڑی آتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ دعا قبول فرماتے ہیں، تجربہ کار اہلِ دل علما فرماتے ہیں کہ: وہ گھڑی جمعہ کی اذان کے بعد، اسی طرح خطبہ سے پہلے اور عصر اور مغرب کے درمیان ہونے کی بڑی امید ہے؛ اس لیے ان اوقات میں دعا میں مشغول رہو اور اس کا اہتمام ہر جمعہ کو ہونا چاہیے چاہے رمضان ہو چاہے نہ ہو، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح عمل کی توفیق عطا فرمائیں اور جمعہ کا دن وصول کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

جمعہ کی سنتیں

جامعہ ڈابھیل اور دار العلوم دیوبند سے تحصیلِ علم کے بعد ۱۹۹۳ء میں جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے تدریس کا سلسلہ شروع ہوا، دار العلوم ہدایت الاسلام عالی پور میں پہلے سال طحاوی شریف کے درس کا موقع ملا، حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی مرتب کی ہوئی شرح ''امانی الاحبار'' سے استفادہ کا موقع ملا، حضرت نے جمعہ کا باب جہاں شروع ہوتا ہے وہاں جمعہ کی سنتیں تفصیل سے بتلائی ہیں، وہ صرف آپ کو گنوا دیتا ہوں، اللہ تعالیٰ عمل آسان فرمائیں۔

① جمعہ کے دن فجر کی نماز میں الم تنزیل اور سورۂ دھر یعنی هل اتى پڑھنا یا سورۂ جمعہ یا سورۂ منافقون پڑھنا۔

② غسل کرنا۔

③ خوشبو لگانا۔

④ مسواک کرنا۔

⑤ اچھے کپڑے پہننا۔

⑥ مسجد میں جلدی جانا۔

⑦ امام کے نکلنے اور خطبہ دینے کے وقت تک ذکر وعبادت میں مشغول رہنا۔

⑧ سورۂ کہف پڑھنا۔ (امانی الاحبار: ۲/ ۱۳۸)

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

دعا

اللّٰهم صل علی سیدنا محمد و علی اٰل سیدنا محمد كما تحب و ترضی عدد ما تحب و ترضی، ربنا اٰتنا في الدنيا حسنة و في الاٰخرة حسنة وقنا عذاب النار، ربنا لا تزغ قلوبنا بعد إذ هديتنا و هب لنا من لدنک رحمة إنک انت الوهاب، فاطر السمٰوٰت والارض! انت ولي في الدنيا والاٰخرة توفني مسلما والحقني بالصالحين۔

اے اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرما دیجیے۔

اے مالک الملک! ہم ظاہر میں، باطن میں، باہر اور اندر سے گنہگار ہیں، مجرم اور خطاکار ہیں، اے مولائے کریم! آپ بڑے معاف کرنے والے اللہ ہیں، آپ ہمارے ظاہری، باطنی، جسمانی، ذہنی ہر طرح کے گناہوں کو اپنے فضل سے معاف فرما دیجیے، ہماری مکمل مغفرت فرما دیجیے۔

اے اللہ! آپ ہم سب کی زندگی کو تیری مرضی والی بنا دیجیے۔

جن کاموں سے آپ ناراض ہوتے ہیں ان سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔

جن کاموں سے آپ راضی ہوتے ہیں ان کاموں کو زیادہ سے زیادہ کرنے کی توفیق عطا فرما دیجیے۔ اے اللہ! ہماری عمروں میں برکت عطا فرما۔

ہماری اولادوں کو نیک اور صالح بنا۔ ان کی اسلامی تعلیم اور تربیت فرما دے۔ ہماری اولاد میں ذاکرین، شاکرین، علماء، صلحاء، اولیاء اللہ پیدا فرما۔ ان کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سرور بنا دے۔ برے ماحول، بری صحبت، بری دوستی سے ہماری اولاد کی مکمل حفاظت فرما۔ ہم کو، ہماری اولادوں کو، اور ہماری نسلوں کو اپنے دین

کی مقبول خدمات کے لیے قبول فرما لیجیے۔

اے اللہ! جو بیمار ہیں ان کو شفا عطا فرما دے۔ جو جس پریشانی میں ہیں اپنے کرم سے ان کی پریشانی کو دور فرما۔ ہمیں زندگی میں بار بار مکہ مدینہ کی حاضری نصیب فرما۔ ہمیں ایمانِ کامل، یقینِ کامل عطا فرما۔

اے اللہ! حضرت نبی کریم ﷺ سے سچی، پکی اور کامل محبت اور پیار عطا فرما۔ زندگی کا ہر کام حضور ﷺ کی سنت کے مطابق کرنے کی توفیق و سعادت عطا فرما۔

اے ہمارے اللہ! ان مجالس کو قبول فرما لیجیے، ہماری بہنوں کے لیے اور پورے عالم کے مسلمانوں کے لیے اِس کو ہدایت، خیر، اور آپ کی رضا کے حاصل ہونے کا ذریعہ بنا دیجیے۔

اے اللہ! جہنم کی آگ سے چھٹکارا عطا فرما۔ قبر کے عذاب سے حفاظت فرما۔ سکراتِ موت سے حفاظت فرما۔ دنیا و آخرت کی ذلتی اور رسوائی سے حفاظت فرما۔ دنیا آخرت کی پریشانیوں سے حفاظت فرما۔

اے اللہ! اپنے فضل و کرم اور مہربانی سے ہم سب کو جنت الفردوس کا اولین داخلہ نصیب فرما۔

پورے عالم کے مسلمانوں کی اجتماعی و انفرادی تکلیفوں کو دور فرما دیجیے۔ پورے عالم میں ہدایت کی ہواؤں کو چلا دیجیے۔ ہم سب کی دلی جائز تمناؤں کو پورا فرما دیجیے۔ اے اللہ! حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے جتنی بھلائیاں مانگیں اور بتلائیں ہمیں اور پوری امت کو عطا فرما۔

جن شرور سے پناہ چاہی ہماری اور پوری امت کی حفاظت فرما، آمین۔

قرآنی خواتین ایک نظر میں

۱	دنیا کی سب سے پہلی خاتون ماں حوّا رضی اللہ عنہا
۲	حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی
۳	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی زوجۂ محترمہ: حضرت سارہ رضی اللہ عنہا
۴	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری بیوی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا
۵	حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی
٦	حضرت یوسف علیہ السلام کی والدۂ محترمہ
۷	عزیزِ مصر کی بیوی زلیخا
۸	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ
۹	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن
۱۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوی حضرت صفورا رضی اللہ عنہا
۱۱	فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا
۱۲	بنی اسرائیل کی مظلوم عورتیں
۱۳	سورۂ کہف میں آیا ہوا ایک لڑکے کی ماں کا قصہ
۱۴	سبا کی رانی: بلقیس

۱۵	حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی حضرت لیا رضی اللہ عنہا
۱۶	حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی
۱۷	حضرت عمران کی بیوی حضرت حنہ رضی اللہ عنہا
۱۸	حضرت مریم رضی اللہ عنہا
۱۹	اصحابِ اخدود کی ایک عورت
۲۰	ابولہب کی بیوی ام جمیل
۲۱	مکہ مکرمہ کی ایک سوت کاتنے والی بے وقوف عورت
۲۲	مکہ کی کمزور مومن عورتیں
۲۳	ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا
۲۴	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
۲۵	حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کا پاکیزہ واقعہ
۲۶	حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا
۲۷	عکرمہ ابن ابی جہل رضی اللہ عنہ کی بیوی: ام حکیم بنت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہا
۲۸	حضرت خولہ رضی اللہ عنہا

مؤلف کی دیگر مساعیٔ جمیلہ

نمبر شمار	اسمائے کتب	لغت
۱	عرفات کی دعائیں اور اعمال	گجراتی
۲	ظہورِ مہدی	اردو، گجراتی، ہندی، انگریزی
۳	ہر مسلمان مرد و عورت کے لیے ضروری مسنون دعائیں	گجراتی
۴	خاص خاص فضیلتوں والی مسنون دعائیں	اردو، گجراتی، ہندی، انگریزی
۵	مختصر سیرتِ نبوی ﷺ پہلا حصہ (اسٹوڈنٹس کے لیے)	گجراتی
۶	ہندستان کی جنگ آزادی اور جمعیتِ علمائے ہند (زیرِ طبع)	گجراتی
۷	احمدیہ قادیانی جماعت کا تعارف	گجراتی
۸	ترتیبِ مبادیاتِ حدیث	اردو
۹	ماہِ رمضان کو وصول کرنے کا جامع مختصر نسخہ	گجراتی
۱۰	عید الاضحیٰ مسائل و فضائل (پمفلٹ)	گجراتی
۱۱	مرزا غلام احمد قادیانی کی شخصیت کا تعارف	گجراتی
۱۲	مرزا غلام احمد قادیانی کے متضاد دعوے	گجراتی
۱۳	قادیانی غیر مسلم (دیوبندی، بریلوی، غیر مقلد اور جماعتِ اسلامی کے علما کے فتاوی)	گجراتی

۱۴	ختمِ نبوت، قرآن وحدیث کی روشنی میں	گجراتی
۱۵	دیکھی ہوئی دنیا (اول، دوم، سوم)	اردو، گجراتی
۱۶	خطباتِ محمود (اول تا نہم)	اردو
۱۷	دینی بیانات (اول تا ہشتم)	گجراتی
۱۸	مسنون وظائف	اردو، گجراتی
۱۹	منتخب مسنون دعائیں	اردو
۲۰	بیعت	اردو، گجراتی
۲۱	آسان حج	گجراتی
۲۲	اسلام کا امن اور شانتی کا پیغام	گجراتی، ہندی
۲۳	حج کے پانچ ایام	گجراتی
۲۴	ممبئی سے مکہ مکرمہ۔ زیارت مدینہ منورہ	گجراتی
۲۵	مختصر عرفات کے اعمال اور دعائیں	اردو
۲۶	مکتب کے بچوں کے لیے منتخب مسنون دعائیں	اردو، گجراتی، ہندی
۲۷	تذکرۂ قاریان بارڈولی	اردو
۲۸	حضرت شیخ الہندؒ اور ریشمی رومال	گجراتی
۲۹	مسلمانوں کا خزانہ	گجراتی
۳۰	فیضِ سلیمانی (سوانح والد ماجدؒ)	اردو، گجراتی
۳۱	تیسیر القرآن (آسان ترجمۂ قرآن) مکمل دو جلد	اردو، گجراتی

''نورانی مکاتب'' کے مقاصد

(۱) چھوٹے چھوٹے دیہات جہاں مسلمانوں کے چند ہی مکانات ہوں اور نماز تعلیم کا کوئی نظم نہ ہو، وہاں نماز اور تعلیم کا نظم کرنا۔

(۲) شہروں کی کالونیوں اور جھونپڑوں میں بسنے والے غریب مسلمانوں اور ان کی اولاد میں دینی تعلیم اور نماز کی فکر کرنا۔

(۳) مرتد یا مرتد جیسے دین سے دور مسلمانوں میں دین اور ایمان بچانے کی فکر کرنا۔

(۴) جہاں کہیں مکتب، مسجد یا عبادت خانہ نہیں ہے، وہاں اُس کے قیام کی فکر کرنا۔

(۵) پہلے سے جاری مکاتب میں تعلیم و تربیت کی ترقی کے لیے کوشش کرنا۔

(۶) مکتب کے معلمین کی تربیت کے لیے قیام و طعام کا نظم کرنا۔

(۷) انوکھا، آسان عام فہم، قابلِ دید و قابلِ ترویج طریقۂ تعلیم و تربیت کو امت کی خدمت میں پیش کرنا۔

(۸) یتامیٰ، بیوگان کی خدمات اور غریب علما اور مسلمانوں کی طبی خدمات اور غریب لڑکے لڑکیوں کی شادی میں معاونت۔

(۹) شعبۂ نشر و اشاعت کے ماتحت اردو، ہندی، گجراتی، انگریزی زبانوں میں چھوٹی بڑی کتابیں، رسائل اور پمفلٹ شائع کروانا۔

اِس وقت اکابر کے مشورہ سے پورے گجرات میں یہ خدمات کا سلسلہ جاری ہے، آپ بھی اِس مبارک سلسلے میں شامل ہوسکتے ہیں۔ مزید تفاصیل ہماری ویب سائٹ (www.nooranimakatid.com) پر ملاحظہ فرمائیں۔